مخطوطات — خصوصی اشاعت

فکر و نظر

جلد ۳۵ — جمادی الثانی — ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ ☆ اکتوبر — دسمبر ۱۹۹۷ء، جنوری — مارچ ۱۹۹۸ء شمارہ ۲، ۳

التمـــاس

مقالہ نگار حضرات سے درخواست ہے کہ مسودات مدیر فکرونظر کے نام ارسال فرمائیں .

بہتر ہو گا کہ مضامین ٹائپ شدہ یا خوشخط لکھے ہوئے ہوں اور ان کی ضخامت بیس پچیس صفحات سے زائد نہ ہو ۔ حواشی و حوالہ جات ضروری تفاصیل کے ساتھ آخر میں دیئے جائیں ۔

فکرونظر میں علوم قرآن وحدیث ، فقہ ، کلام اور تصوف کے علاوہ اسلامی تاریخ ، تعلیم و تدریس ، فلسفہ ،تقابل ادیان ، فلسفہ سائنس ، ادبیات ، معاشیات ، عمرانیات ، سیاسیات ، ثقافت وتمدن ، قانون و اصول قانون پر اسلامی نقطہ نظر سے مقالات شائع کئے جاتے ھیں . مقالہ نگار اصحاب کی خدمت میں مقالہ کی ۲۵ مطبوعہ نقول پیش کی جائیں گی . جو حضرات اس سے زیادہ نقول کے خواھشمند ہوں وہ مقالہ ارسال کرتے وقت اس کی وضاحت فرما دیں .

ادارہ مقالہ نگار حضرات کی خدمت میں حقیر سا عوضانہ بھی پیش کرتا ہے جو نقد یا مطبوعات کی صورت میں ہو سکتا ہے .

فکرونظر میں شائع شدہ مقالات کسی اور جگہ طبع کرنے سے پہلے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے .

علمی کتابوں پر تبصرے کیلئے مدیر فکرونظر کو کتاب کے دو نسخے ارسال کئے جائیں .

ادارتی خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر کی جائے .

مدیر ، فکرونظر
ادارہ تحقیقات اسلامی
پوسٹ بکس ۱۰۳۵
اسلام آباد ۔ پاکستان

فکر و نظر | جلد - ۳۵ | جمادی الثانی - ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ اکتوبر - دسمبر ۱۹۹۷ء، جنوری - مارچ ۱۹۹۸ء | شمارہ ۲، ۳

مجلس ادارت

ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری۔ (صدر مجلس)

ڈاکٹر انوار حسین صدیقی
ڈاکٹر شیر محمد زمان
ڈاکٹر محمد خالد مسعود
ڈاکٹر محمد طفیل
ڈاکٹر سفیر اختر
ڈاکٹر محمد میاں صدیقی
ڈاکٹر ایم ایس ناز
ڈاکٹر عبد الرحیم اشرف بلوچ

ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمن (مدیر)

فکر و نظر اسلامی حدود کے اندر آزادی اظہار کا حامی ہے، فکر و نظر میں کسی مضمون کی اشاعت کا یہ مطلب نہیں کہ ادارہ ان افکار و خیالات سے لازماً متفق ہے جو اس میں پیش کیے گئے ہیں۔

تعلیمی اداروں اور کتب خانوں کے لئے منظور شدہ
(بحوالہ وزارت تعلیم مغربی پاکستان)
چٹھی نمبر BUREAU CD EDU ۱۲۰۶۸-۶۷

قیمت فی شمارہ ۴۰ روپے
سالانہ بدل اشتراک = ۱۵۰ روپے

پتہ

شعبہ مطبوعات، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
فون نمبر 850751 (290)

مخطوطات نمبر

فہرست مضامین

حرف آغاز .... مدیر ۷

افتتاحیہ .... ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری ۹

باب اول۔ مخطوطات، اہمیت

۱۔ پاکستان میں تحقیق مخطوطات کا مسئلہ (کلیدی مقالہ)
اور چند تجاویز .... ڈاکٹر شیر محمد زمان ۱۵

۲۔ مخطوطہ کی اہمیت .... ڈاکٹر محمد میاں صدیقی ۲۵

۳۔ مخطوطات: اہمیت، حصول، تحفظ .... انجم رحمانی ۳۱

۴۔ مخطوطات کا ایک تفصیلی جائزہ .... مسعود احمد خان ۴۳

باب دوم۔ مخطوطات۔ منہج تحقیق

۱۔ منہج تحقیق میں مخطوط کے نسخوں کی اہمیت .... ڈاکٹر محمد طفیل ۵۳

۲۔ مخطوطات کا حصول، حفاظت، قدامت اور
اہمیت پرکھنے کے ضوابط .... ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم ۶۳

۳۔ تحقیق مخطوطات کا ایک جامع منہج اور طریق کار........ نعیم اشرف ۷۹

۴۔ تحقیق مخطوطات، یکساں منہج .... ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ۹۳

۵۔ ملک میں تحقیق مخطوطات کا جائزہ .... ڈاکٹر محمد ادریس زبیر ۱۰۵

۶۔ تحقیق مخطوطات
(مشکلات اور ان کے حل کے لئے تجاویز) .... ڈاکٹر قبلہ ایاز ۱۱۷

باب سوم: پاکستان میں مخطوطات کے ذخائر

۱۔ پاکستان میں ذخائر مخطوطات۔ ایک جائزہ .... پروفیسر عبدالجبار شاکر ۱۲۳

۲۔ قومی عجائب گھر میں مخطوطات کا ذخیرہ .... سید محمد شاہ بخاری ۱۳۳

۳۔ پاکستان میں قلمی نسخوں کے ذخائر
(بہاولپور اور اس کے مضافات) .... ڈاکٹر عبدالرشید رحمت ۱۴۳

۴۔ لاہور میں ذخائر مخطوطات .... سید جمیل احمد رضوی ۱۶۳

۵۔ بیت الحکمۃ، ہمدرد یونیورسٹی کا شعبہ مخطوطات ...... خضر نوشاہی ۱۷۹

باب چہارم: فہارس مخطوطات

۱۔ مخطوطات کی فہرست سازی کی تاریخ
(مسلمہ اصول و ضوابط) .... سید محمد شاہ بخاری ۱۸۹

۲۔ پاکستان میں موجود مخطوطات کی جامع فہرست کی تیاری عارف نوشاہی ۲۰۹

۳۔ ملک میں موجود مخطوطات کی ایک جامع فہرست کی تیاری
(پاکستان کے ماہرین مخطوطات کی ڈائریکٹری) .... ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی ۲۱۵

شرکاء کا تعارف

ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری

ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی

ادارہ علوم اسلامیہ و عربی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر انجم رحمانی

قومی عجائب گھر، لاہور

مسعود احمد خان

نیشنل آرکائیوز آف پاکستان، اسلام آباد

ڈاکٹر محمد طفیل

صدر شعبہ سیرت، اسلامی تاریخ و تہذیب، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم

شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد

نعیم اشرف نور احمد

دار القرآن، کراچی

ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر

انچارج سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

ڈاکٹر محمد ادریس زبیر

اسسٹنٹ پروفیسر (حدیث و علوم الحدیث)' کلیہ اصول الدین'

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد

ڈاکٹر قبلہ ایاز

پروفیسر شعبہ علوم سیرت' پشاور یونیورسٹی

پروفیسر عبد الجبار شاکر

ڈائریکٹر' ڈائریکٹریٹ آف پبلک لائبریریز' پنجاب' لاہور

سید محمد شاہ بخاری

شعبہ مخطوطات نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی

ڈاکٹر عبد الرشید رحمت

شعبہ علوم اسلامیہ' اسلامیہ یونیوسٹی' بہاولپور

سید جمیل احمد رضوی

چیف لائبریرین' پنجاب یونیورسٹی لائبریری' لاہور

خضر نوشاہی

ہمدرد سینٹرل لائبریری' بیت الحکمۃ' کراچی

عارف نوشاہی

مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان' اسلام آباد

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

صدر شعبہ عربی' گورنمنٹ کالج' فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

علم کے ارتقاء میں قلم اور قرطاس کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی کی بدولت علم اور تجربہ منتقل ہوتا رہے اور افکار و تجربات کی روشنی میں فکر انسانی ارتقاء کی منزلیں طے کرتی رہی۔ قلم کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی کا آغاز لفظ اقراء سے ہوا اور ابتدائی آیات میں ہی قلم کا ذکر بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسان کو علم سکھانے کا وسیلہ بنایا۔ یہ کہنا ہرگز مبالغہ آمیز نہ ہوگا کہ سائنسی علوم و افکار کی ترقی ہو یا مذہبی احکام کا تحفظ اس کا بنیادی ذریعہ قلم و قرطاس ہی ہیں۔ امت مسلمہ کے دو بنیادی ماخذ قرآن اور سنت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت و تحفظ انہی کے ذریعہ سے ممکن ہوئی۔ عصر حاضر میں علوم کی حیرت انگیز ترقی کے باوجود صدیوں قبل کے مخطوطات کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ وہ انسان کے علمی ورثے کا ایک بے بہا خزانہ ہیں۔

مسلمان محققین اور طباعتی اداروں کی باہمی کوششوں سے بہت سے مخطوطات زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں تاہم ابھی تک مخطوطات کی ایک کثیر تعداد محققین کی تحقیق و جستجو اور طباعت کی منتظر ہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے شعبہ "تحقیق التراث" اور بالخصوص محترم جناب ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری صاحب، ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقات اسلامی کی خواہش اور کوشش سے دو روزہ (۲۶۔۲۷ جون ۱۹۹۶ء) سیمینار کا اہتمام کیا گیا۔ اس سیمینار کے اہداف میں سے پہلا اور بنیادی ہدف مخطوطات سے متعلق معلومات کو یکجا کرنا، ان کی تحقیق اور پھر ان کے تحفظ سے متعلق غور و غوض کرنا تھا۔

اس سیمینار میں ہمارے ملک کی جامعات کے اساتذہ اور تحقیقی اداروں سے متعلق محققین نے بھرپور شرکت فرمائی۔ تمام شرکاء نے مخطوطات کے حصول، ان کی تحقیق کے لئے یکساں منہج اور تحفظ کے طریقہ کار کے بارے میں تفصیلی مقالات پیش فرمائے۔ جناب ڈائریکٹر جنرل کی خواہش پر فکر و نظران مقالات پر مشتمل ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے تاکہ ہمارے قارئین بھی ان فکری کاوشوں سے مستفید ہو سکیں، یہ امر ملحوظ نظر رہے کہ یہ سیمینار ایک مخصوص موضوع پر تھا اس لئے مقالات میں تکرار لفظی و معنوی ایک امر بدیہی ہے۔ ہم نے تحقیق و تدوین کے مراحل میں اپنے قارئین کو ایک ہی طرح کی تحقیق یا تجاویز کے مطالعہ سے بچانے کے لئے بھرپور کوشش کی ہے لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس کے باوجود تکرار کو بالکلیہ خارج نہیں کیا جا سکا۔ اس لئے قارئین سے میری درخواست ہو گی کہ ان مقالات کو سیمینار میں پڑھے گئے مقالات کی حیثیت سے نظر سے گزاریں تو بارخاطر نہیں ہو گا۔ اس خصوصی شمارے میں بعض مقالات کے ضمن میں ہم اپنی معمول کے تحقیقی منہج کی بھی مکمل طور پر پابندی نہیں کر سکے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ مقالات فکر و نظر میں طباعت کے لئے نہیں لکھوائے گئے تھے لیکن ان کی افادیت کے پیش نظر انہیں شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہماری دوسری خصوصی اشاعتوں کی طرح زیر نظر خصوصی اشاعت کو بھی اہل علم و تحقیق کے ہاں پذیرائی حاصل ہو گی۔

مدیر

افتتاحیہ☆

ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری

حضرات گرامی!

آج سے تقریباً ایک سال قبل اسی سماعت گاہ میں مجھے ایک اور قومی ورکشاپ کے شرکاء کے خیرمقدم کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ اس وقت ہمارے شعبہ فقہ و قانون نے طبی فقہی مسائل پر ایک ورکشاپ کا اہتمام کیا تھا جس میں شرکت کے لئے ملک کے مختلف حصوں کے اہل علم یہاں جمع ہوئے تھے۔ اس بات ادارہ کے ایک اور شعبے 'شعبہ تحقیق التراث' نے ایک نہایت اہم موضوع پر ملک کے اہل علم کو دعوت دی ہے اور وہ موضوع ہے مسلمانوں کے علمی مخطوطات کا تحفظ اور ان پر تحقیق۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس بار بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور اہل علم نے ہماری دعوت کی پذیرائی فرمائی اس ورکشاپ کے لئے بڑی توجہ اور محنت کے ساتھ مقالات لکھے اور موسم کی سختی اور سفر کی کلفتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے انہوں نے اس بزم کو رونق بخشی۔ میں ان تمام اہل علم کا اور مجلس کے جملہ حاضرین کا دل کی گہرائیوں سے خیرمقدم کرتا ہوں' اور ان کی خدمت میں اپنی اور اپنے رفقاء کی طرف سے ہدیہ تشکر و سپاس پیش کرتا ہوں۔

حضرات محترم!

تحقیق مخطوطات کے موضوع پر علمی مجلس منعقد کرنے کا خیال ہمارے ذہن میں ایک عرصہ سے ہے۔ میں اور میرے ساتھی یہ محسوس کرتے رہے ہیں کہ ہمارے اسلاف کے علمی کاموں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ابھی تک زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر نہیں آ سکا بلکہ مخطوطات

☆ ادارہ تحقیقات اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ قومی سیمینار (۲۵ تا ۲۷ جون ۱۹۹۶ء) کے آغاز میں جناب ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری (ڈائریکٹر جنرل) نے افتتاحی کلمات ارشاد فرمائے' جس سے سیمینار کی غرض و غایت بخوبی اجاگر ہو جاتی ہے' ہم ڈاکٹر صاحب محترم کے ارشادات کو' اس خصوصی اشاعت کے افتتاحیہ کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔

کی شکل میں ساری دنیا میں موجود ہے۔ آئی سسکو کے سیکرٹری جنرل کے ایک بیان کے مطابق گزشتہ سو ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں دولاکھ مخطوطات طبع ہو چکے ہیں لیکن ابھی کم و بیش پچاس لاکھ مخطوطات ایسے ہیں جن کو طبع نہیں کیا جا سکا۔ خود ہمارے ملک پاکستان میں کم سے کم ڈیڑھ لاکھ مخطوطات موجود ہیں۔ گزشتہ دو صدیوں کے دوران ہمارے مخطوطات کا ایک معتدبہ حصہ یورپ اور امریکہ منتقل ہو چکا ہے۔ اس علمی نقصان پر ہم کبھی کبھی واویلا بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے قومی ورثہ باہر کے لوگ لوٹ کر یا کوڑیوں کے مول خرید کر ہم سے لے گئے۔ یہ واویلا اپنی جگہ بجا، لیکن علم کے ان لعل و گہر کو کوڑیوں کے دام بیچ دینے کے مجرم تو ہم خود ہیں۔ جو کچھ جا چکا اب اسے واپس نہیں لایا جا سکتا۔ لیکن سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے جو عظیم ورثہ چھوڑا ہے اور جو بیرونی دستبرد سے اب تک محفوظ ہے۔ کیا اس کی کوئی قدر و قیمت واقعی ہمارے دل میں ہے۔ اگر ہم ماضی قریب کو نظرانداز بھی کر دیں اور آج کے ہی حالات کو پیش نظر رکھیں تو ہمیں یہ صورت حال نظر آتی ہے کہ اگرچہ ہم آزاد ہو چکے ہیں اور پہلے کی طرح مادی بے مائیگی کا بھی شکار نہیں، پھر بھی ہم نے ان مخطوطات سے علم کے موتی نکال کر منظر عام پر لانے کی کوئی قابل ذکر کوشش و کلوش نہیں کی۔ کیا اس سلسلے میں ہم نے واقعی اتنا کام کیا ہے کہ اس کی بناء پر ہم بجا طور پر یہ کہہ سکیں کہ ہم اپنے اس علمی دولت و ثروت کے سچے قدردان ہیں اور اسے منظر عام پر لانے کے لئے گہرا جذبہ اور لگن رکھتے ہیں؟ سچی بات تو یہ ہے کہ ہم ان مخطوطات کی جس بے قدری اور اس کے تحفظ کے سلسلے میں جس غفلت کا مظاہرہ کر رہے ہیں وہ حد درجہ افسوس ناک ہے۔ گزشتہ نسلوں نے اس ورثہ کی کسی نہ کسی حد تک حفاظت کی، لیکن آج ان قلمی کتابوں سے استفادہ کرنے والے اور ان کی قدروقیمت سے واقف لوگوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہے۔ آج غزالی و رازی، ابن سینا اور ابن ہیثم، ابن خلدون اور ماوردی کی تصنیفات جن لوگوں کے پاس مخطوطات کی شکل میں ہیں ان میں سے کتنے ہیں جو ان کو کوڑیوں کے مول بیچنے میں کوئی تردد کریں گے؟ ممکن ہے بعض لوگ اس حد تک نہ جائیں کہ ان مخطوطات کو بیچ کر خوش ہوں کہ گھر کا کوڑا کباڑ صاف ہو گیا، لیکن ایسے لوگ بھی عام طور پر ان مخطوطات کی علمی و تہذیبی قدروقیمت سے واقف نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ دولت دیمک کی نذر ہوتی جا رہی ہے۔

حضرات محترم!

یہ المناک صورت حال ہم سب کے سامنے ہے۔ دوسری طرف اہل علم سے یہ بات بھی مخفی نہیں کہ ان مخطوطات کا تحفظ اور ان کو تحقیق کے بعد دنیا کے سامنے لانا انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ علمی کاموں کے ذریعہ نہ صرف ہم دنیا کو اس عظیم الشان علمی ورثے سے متعارف کرا سکیں گے بلکہ اس کے ذریعہ ان شاء اللہ ہماری کھوئی ہوئی خوداعتمادی بحال ہو سکے گی، ہم اپنی تہذیبی شناخت کو بازیاب کر سکیں گے اور اس طرح ایک شاندار ماضی کے شعور اور اس سے وابستگی کے ساتھ ہم درخشاں مستقبل کی طرف قدم بڑھا سکیں گے۔

ہمیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ اگرچہ پاکستان کو قائم ہوئے پچاس سال ہونے کو آئے لیکن متذکرہ بالا میدان میں ہماری پیش رفت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور جو تھوڑا بہت کام ہوا ہے اس میں ہمارے علمی اداروں اور ہمارے قومی ارادے اور منصوبے کا کوئی دخل نہیں، بلکہ وہ سب کچھ بعض افراد کے ذاتی شوق اور دلچسپی کا نتیجہ ہے۔ یہ امر اس درجہ افسوس ناک ہے کہ ہم اس پر جتنا بھی ماتم کریں کم ہے۔ خاص طور پر اس لیے کہ پاکستان بننے کا ایک بہت بڑا سبب یہ تھا اکھنڈ بھارت میں ہمارے اجتماعی تشخص کو اس بات کا شدید خطرہ درپیش تھا کہ ہم وہاں نہ اپنے تصورات کے مطابق بھرپور زندگی گزار سکیں گے اور نہ اپنے تہذیبی ورثہ کو فروغ دے سکیں گے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزوں کی محکومی کے علی الرغم آج سے تقریباً ایک سو سال قبل ۱۸۸۸ء میں حیدر آباد دکن میں کچھ دردمند اور حساس مسلمانوں نے دائرۃ المعارف العثمانیہ قائم کی تھی جس نے ایک سو سال کے عرصہ میں بہت سے نایاب مخطوطات کو تحقیق و تدقیق کے بعد شائع کیا۔ خواہ وہ علوم قرآن کا میدان ہو یا علوم حدیث کا، خواہ وہ فلسفہ کا میدان ہو یا علم کلام کا، خواہ وہ طب کا شعبہ ہو یا کیمیا و طبیعات کا، ہمارے اسلاف کی بیش قیمت تالیفات کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ دائرۃ المعارف العثمانیہ کی کوششوں کی بدولت دنیا کے سامنے آ چکا ہے۔

یہ کام صرف تقسیم ہند تک ہی نہیں ہوتا رہا، بلکہ آج بھی ہو رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام اور علمی ورثہ کی حفاظت اور اس کے احیاء کے لئے جس ملک کو آج علمی دنیا خراج تحسین پیش کرتی ہے وہ پاکستان نہیں، بلکہ ہندوستان ہے۔ یہ صورت حال ہمارے لئے نہایت شرم ناک ہے اس لئے کہ ہم نے ایک الگ ملک جن مقاصد کے تحت بنایا تھا ان میں ایک اہم مقصد یہ تھا

کہ اس آزاد مسلم ریاست میں اسلامی تہذیبی ورثہ کو اجاگر کیا جا سکے گا۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کو اس کام کی اہمیت کا احساس رہا ہے، لیکن اس کے وسائل اس قدر محدود ہیں کہ اب تک ہم نے اس میدان میں قدم رکھنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ لیکن اس سال ہم نے یہ طے کیا کہ جو تھوڑے بہت وسائل اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں ان کو استعمال کرتے ہوئے ہم ان اہل علم کو ایک جگہ جمع کر دیں جو اس کام میں حصہ لینے اور اس اہم شعبہ علم کی خدمت کرنے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں۔ ہم نے یہ طے کیا کہ ملک کے ماہرین مخطوطات کو اس بات کی دعوت دیں کہ وہ تحقیق مخطوطات کے کام کی اہمیت اور اس کے منہاج کو واضح کریں، اس بات کا جائزہ لیں کہ پاکستان میں ان مخطوطات کے ذخائر کہاں کہاں ہیں اور ان کی تحقیق کے سلسلے میں ہمارے ہاں کیا کام ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس بات پر بھی غور کریں کہ ان مخطوطات کی تحقیق کے سلسلہ میں علمی موضوعات کے اعتبار سے ہماری ترجیحات کیا ہونی چاہئیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم اہل وطن کی توجہ ان تمام مسائل کی طرف مبذول کرا دیں اور اس کے بعد اس مسئلہ کو ان کے شعور اور احساس پر چھوڑ دیں کہ وہ اس کام کو کس طرح کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں خوشی ہو گی اگر ملک کے ارباب حل و عقد اور دوسرے باشعور افراد اس سلسلہ میں آگے بڑھیں اور اس کام کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں عملی اقدامات کر سکیں اگر ہماری اس تحریک کے نتیجہ میں ایک اچھے منصوبے کے مطابق منظم طریقے پر اس کام کا آغاز ہو سکے تو ہمیں ہماری کوشش کا پھل مل گیا۔ آپ اہل علم سے ہمیں جس بڑے فائدے کی توقع ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ اس کام کی اہمیت بھی واضح ہو سکے گی اور آپ ان لوگوں کے ضمیر کو جھنجھوڑ سکیں گے جو اس کام کو کرنے کی علمی صلاحیت رکھتے ہیں یا جو ان وسائل کو فراہم کر سکتے ہیں جو اس کام کے لئے درکار ہیں۔

اصحاب علم و فضل!

اس افتتاحی اجلاس کا تقاضا تھا کہ میں اپنے منصب کے اعتبار سے آپ کے لئے رسمی مقدم کے کلمات کہتا، لیکن میں نے یہ چاہا کہ میں اور میرے رفقاء اس مسئلہ پر جو کچھ سوچتے رہے ہیں اسے آپ کے سامنے بلاکم و کاست پیش کر دیا جائے اور پھر آپ سے درخواست کی جائے کہ آپ زیر غور مسائل پر علمی گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ تحقیق مخطوطات کے عملی تقاضوں کو بھی اپنے

سنجیدہ غور و فکر کا موضوع بنائیں اور ایسی تجاویز اور منصوبے پیش کریں کہ تحقیق مخطوطات کے کام کا ٹھوس بنیادوں پر آغاز کیا جا سکے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم یہ کام اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر کریں گے تو وہ اس کام کی مدد ایسے بے شمار طریقوں سے کرے گا جس کا ہم ابھی تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ معمولی سا قدم جو یہ ادارہ آج اٹھا رہا ہے کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور برکت کی بدولت سینکڑوں کاروانوں کو جنم دے۔ اس موقع پر مجھے یہ مقولہ بھی یاد آرہا ہے کہ ہزاروں میل کے سفر کا آغاز بھی ایک قدم سے ہی ہوتا ہے۔

حضرات گرامی!

اپنی گفتگو کو ختم کرنے سے پہلے میں آپ سب حضرات کو دوبارہ خوش آمدید کہتا ہوں۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ آپ کی اس نوازش کا پوری طرح شکریہ ادا کر سکوں۔ آپ سب میرے لئے بہت معزز و مکرم ہیں اور میں آپ سب کی کرم فرمائی کے لئے تہہ دل سے مشکور ہوں۔ لیکن آپ کی اجازت سے میں دو حضرات کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہوں گا' ایک جناب ملک معراج خالد صاحب کا جو ہم سب کے بزرگ ہیں۔ جس طرح اس یونیورسٹی کے سب ہی لوگ ان کی سرپرستی پر نازاں ہیں اسی طرح اس ادارے کے تمام افراد بھی ان کی تائید اور سرپرستی پر مفتخر ہیں۔ اسی طرح میں اپنے مخلصانہ جذبات تشکر ڈاکٹر نصیر احمد شیخ صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ڈاکٹر نصیر اے شیخ سے میرے دیرینہ مراسم مودت و اخوت ہیں۔ اس طویل تعلق کی بنا پر جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ ڈاکٹر نصیر احمد شیخ پاکستان کی جامعات کی امیدوں کا مرکز اور ان کے لئے ایک سہارا بنتے جا رہے ہیں تو مجھے خوشی محسوس ہوتی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان کی چیئرمنی کے زمانہ میں کاروان علم و تحقیق صحیح رخ پر تیزگام ہو سکے۔ اور وہ اس کی رہنمائی بھی فرمائیں اور اس کے لئے زادسفر کا بھی اہتمام کریں۔

آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو اخلاص عمل کی توفیق سے مالا مال فرمائے' اور ہمیں اس علم نافع سے نوازے جو ہماری ذاتی زندگیوں کو بھی سنوار دے اور ہماری امت کی بگڑی کو بھی بنا دے۔

ادارہ کی تازہ تصنیف

حیات انسانی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق قرآن حکیم کی ابدی ہدایات پر مشتمل ادارہ کی تازہ پیشکش

,,موضوعات قرآن اور انسانی زندگی"

معروف محقق خواجہ عبدالوحید کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ فاضل مصنف نے سلیس اور رواں اردو زبان میں قرآنی احکامات کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ کتاب ۹×۷ سائز کے ۴۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت صرف ۲۰۰ روپے مقرر کی گئی ہے۔

ملنے کا پتہ : افسر مطبوعات، ادارہ تحقیقات اسلامی،
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،
اسلام آباد۔

باب اول

مخطوطات، اہمیت

پاکستان میں تحقیق مخطوطات کا مسئلہ اور چند تجاویز

ڈاکٹر شیر محمد زمان☆

جو کچھ میں عرض کرنے والا ہوں' انہیں ابتدائی گزارشات' تمہیدی معروضات یا اس دو روزہ اجلاس کے موضوع سے متعلق مسائل کا سرسری تعارف تو کہا جا سکتا ہے مگر اسے کلیدی خطبہ کا نام دینے کے لئے خاصی جسارت کی ضرورت ہے جس کی مجھ میں ہمیشہ کمی رہی ہے۔ علماء و محققین کے اس وقیع مجمع سے میری یہی درخواست ہے کہ خاصی عجلت میں محدود صلاحیتوں کے ساتھ لکھی ہوئی ان باتوں کو اسی میزان کے حوالے سے سماعت فرمائیں۔

مخطوطات کی تحقیق و تصحیح و تدوین اسلامی علوم میں تحقیقی منہج کا ایک نہایت اہم اور ناگزیر جزء ہے۔ شاید اسی احساس کی وجہ سے مغرب میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے سنجیدہ مطالعہ کا آغاز ہوا تو اسلامی تراث علم میں ممتاز اور اہم کتابوں کے متون کی اشاعت کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی گئی اور مستشرقین متقدمین میں سے متعدد فضلاء نے نہایت اہم مخطوطات جدید اسلوب کے مطابق تحقیق' تدوین' تصحیح کے بعد فہارس اور اشاریوں سے آراستہ کر کے شائع کیئے۔ یہ ایک منطقی عمل تھا۔ صدیوں پر محیط اسلامی فکری میراث کے تحقیقی مطالعہ کے لئے ان مخفی خزینوں کا سہل الاستعمال اور ثقہ شکل میں منظر عام پر آنا ضروری ہے۔ مستشرقین کے تحقیقی کام کا یہ حصہ شاید سب سے گراں قدر' وقیع' موثر اور رجحان آفریں کہا جا سکتا ہے۔ ان میں سے کچھ ذی وقار نام محض بر سبیل مثال ذکر کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں کہ اس سے تحقیق مخطوطات کے فن کی اہمیت ذہن نشین کرنے میں مدد ملی گی۔

E.J.W گب میموریل سیریز کے انتشارات اس سلسلے میں خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ کچھ نام جو معاً میرے ذہن میں آتے ہیں۔

☆ چیئرمین' اسلامی نظریاتی کونسل' اسلام آباد

نمبر شمار	نام	تحقیق مخطوطات کے کام کی مثال/مثالیں
۱۔	M.J.deGoeje :	المسعودی کی کتاب التنبیہ والاشراف اور البلاذری کی فتوح البلدان
۲۔	D.S. Margoliouth :	یاقوت الرومی کی معجم الادباء (ارشاد الاریب یاقوت الرومی کی معجم البلدان
۴۔	G. Flugel:	حاجی خلیفہ کی 'کشف الظنون اور ابن الندیم کی کتاب الفہرست
۵۔	Fr.I.Lichtenstadter:	ابن حبیب کی کتاب المحبر
۶۔	E. Blochet :	فضل اللہ رشید الدین کی جامع التواریخ
۷۔	R.A. Nicholson :	مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی
۸۔	George Makdisi :	ابن قدامہ کی تحریم النظر فی کتب اہل الکلام اور ابن عقیل کی کتاب الجدل اور کتاب الفنون

مشرق، بالخصوص عرب دنیا میں تراث علمی کو محقق شکل میں شائع کرنے کا نہایت خوش آئند رجحان کافی حد تک مستشرقین کے اس initiative کا مرہون منت ہے۔ احاطہ مشکل ہے مگر احمد محمد شاکر، عبدالسلام ہارون، صلاح الدین المنجد، احسان عباس، عبدالفتاح ابوغدہ، ابراہیم الابیاری جیسے موقر نام مثال کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں جن کی تحقیق کی بدولت نہایت بیش قیمت مخطوط جدید منہج پر مرتب و مدون ہو کر سامنے آئے۔ اگرچہ اب نوآبادیاتی ترجیحات میں تبدیلی کے باعث مغرب میں یہ تحریک ماند پڑ گئی ہے۔ مستشرقین کی نئی پود میں عربی زبان میں گہری استعداد کے حصول کی طرف نسبتہً" کم توجہ، تحقیق مخطوطات کے محنت طلب کام کو مقامی محققوں پر چھوڑ کر خود تجزیاتی مطالعہ کے "مقدس و افضل علمی وظیفہ" پر اپنی بیش قیمت صلاحیتیں مرکوز کرنے کی ذہنیت، مغرب میں عربی کتب کی طباعت کے ہوشربا اخراجات اور بالعموم عرب و اسلامی دنیا سے شائع ہونے والے نئے محقق ایڈیشنوں کے تسلی بخش معیار کے باعث بھی جدید مستشرقین بہت کم اس فن کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

بہرحال کہنا یہ مقصود تھا کہ اسلامی علمی میراث اطراف عالم میں مختلف لائبریریوں، متاحف، ذاتی کتب خانوں اور درسگاہوں میں منتشر ہے۔ اور جہاں محفوظ مخطوطات کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے، ابھی تک اس کا عشر عشیر بھی قابل اعتماد و استناد اور سہل الاستعمال ایڈیشنوں کی شکل میں منظرعام پر نہیں آیا۔ بلاشبہ اسلامی تہذیب و ثقافت کے متعدد اور متنوع گوشوں اور پہلوؤں کے بارے میں ہمارا مطالعہ ناقص اور نتائج کے اعتبار سے اکثر و بیشتر صرف عبوری، نامکمل اور بسا اوقات گمراہ کن رہے گا، اگر کوئی یہ سمجھے کہ صدیوں پر محیط اسلامی تمدن و معاشرت کی تاریخی تصویر مختلف ادوار کے ممتاز مورخین کی عمومی تواریخ (General Histories)، کرانیکلز اور سوانح عمریوں کی چھان پھٹک سے اپنے مکمل خد و خال کے ساتھ ممکن حد تک صحیح شکل میں پیش کی جا سکتی ہے۔

سیاسی حوادث و وقائع کی ترتیب تو شاید ایک حد تک ممکن ہو لیکن علمی، فکری، معاشرتی، ادبی، معاشی و اقتصادی رجحانات اور مختلف ادوار میں انسانی زندگی کے اطوار کا تطور، ترقی، انحطاط، سقوط و تعمیر نو، علمی کشش ثقل کے مراکز اور محوروں کی منتقلی کی کیفیت کا معقول حد تک صحیح اندازہ تو اس مخصوص دور میں لکھی جانے والی مختلف فنون (بالخصوص طبقات، رحلات اور سوانحی لغات) پر محیط تالیفات سے کیا جا سکتا ہے اورر یہ عمل ممکن ہو سکتا ہے، یہ سعی مشکور ہو سکتی ہے، اگر کتب حوالہ اس طرح مرتب شکل میں موجود ہوں کہ ان میں کسی محقق کو ٹھیک اپنے مطلوبہ مواد پر انگلی رکھنے کے لئے کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلم محققین کے شانوں پر ذمہ داری کا ایک کوہ گراں ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے دینی و علمی جوش و جذبہ اور سچے علمی استقلال کے ساتھ مسلسل سرگرمی ہی منزل کے راستے پر لے جا سکتی ہے۔

۱۱ سال سے زائد عرصہ گزرا۔ ۴ تا ۷ مارچ ۱۹۸۵ء کو ادارہ تحقیقات اسلامی نے ٹیکنیکل ایڈیٹنگ کے موضوع پر ایک ورکشاپ کا انعقاد کیا، اس موضوع پر یہ خاصی سنجیدہ اور نتیجہ خیز کوشش تھی اور اس ورکشاپ کے نتیجے میں مرتب کی جانے والی رپورٹ اب بھی اپنے موضوع پر ایک کتاب حوالہ یا دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ وطن عزیز میں محققین کی زیادہ تعداد اردو کو ذریعہ اظہار کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لئے ادارہ تحقیقات اسلامی کے زیر اہتمام ہی مقتدرہ قومی زبان کے اشتراک سے اردو میں فنی تدوین کے موضوع پر ایک اور

ورکشاپ کا انعقاد ۲۴ تا ۲۶ جون ۱۹۸۶ء کو عمل میں لایا گیا۔ اس ورکشاپ کے نتائج بھی کتابی شکل میں مرتب ہو کر اس موضوع پر رہنمائی کی سہولت فراہم کر رہے ہیں۔ تاہم عربی مخطوطات کی اشاعت کے لئے ان کے متداول نسخوں کی تحقیق و تصحیح اور ترتیب و تدوین کے عمل پر جو بذات خود اسلامی تحقیقی کام کا ایک بہت اہم جزء ہے کسی منظم و مرتکز کوشش کا اہتمام نہیں ہو سکا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر تکنیکی و فنی نقطہ نظر سے کسی بھی زبان میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عربی کتابوں کے نہایت اعلیٰ تحقیقی ایڈیشن اب تک کئی اشاعتی مراکز سے شائع ہو چکے ہیں جو ان خوبیوں سے آراستہ ہیں جنہیں ایک اچھے محقق ایڈیشن کے لوازم میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ مگر تحقیق مخطوطات پر عالمانہ و محققانہ دستورالعمل یا راہنما کے طور پر لکھی جانے والی کتب کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ادارہ تحقیقات اسلامی ہدیہ تبریک کا مستحق ہے کہ اس اہم خلاء کو پر کرنے کے لئے اس دو روزہ اجلاس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس اہم اقدام کو ادارہ کی طرف سے منہج تحقیق و تدوین کے موضوع پر ترتیب دی جانے والی پہلی دو ورکشاپوں کے سلسلہ کی تیسری اور نہایت اہم کڑی قرار دینا چاہیے۔

جامعات پاکستان میں عربی' فارسی اور علوم اسلامیہ کے شعبوں میں ڈاکٹریٹ کی سطح پر بیسیوں مقالات لکھے گئے ہیں۔ ان میں' بالخصوص شعبہ عربی کی حد تک' تحقیق مخطوطات پر مشتمل مقالات کی تعداد خاصی ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جدید معیاری اور منظم سطح پر مخطوطہ کی تحقیق و تدوین کی مثالیں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہیں۔ پی ایچ ڈی کے لئے کام کرنے والے طلباء و محققین کو بالعموم ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تکمیل شدہ کام میں اساتذہ کی راہنمائی' اور فنی مہارت بلکہ اس فن کے ابتدائی اصولوں سے واقفیت کا فقدان جھلکتا ہی نہیں بلکہ "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کے مثل ہوتا ہے۔ پائینی حوالوں' چلیپائی حوالوں' کتابیات کی ترتیب' حواشی کے اسلوب' مقارنہ و موازنہ مخطوطات کے عمل کی شہادت اور اس کا صحیح طریق اظہار' محقق کی طرف سے اصلاح یا ترمیم کی حدود کا لحاظ اور اس طرح کی ابتدائی باتیں بھی اکثر محقق کی نظر سے اوجھل رہتی ہیں۔ زیر تحقیق متن میں ذیلی اشارات و تفاصیل (critical apparatus) پر توجہ کی کمی اور تشریحی و توضیحی حوالہ جات پر زیادہ محنت' مخطوطے کے محقق کی بنیادی ذمہ داری سے اغماض یا عدم آگہی کی غمازی کرتے ہیں۔ تحقیقی عمل کے ایک نہایت ہی اہم جزء یعنی ناسخ' ناقل یا کاتب کی کتابت کے ناقدانہ تجزیہ پر بالکل توجہ نہیں دی جاتی۔ کتابت حروف' رموز اختصار کے استعمال'

صفحہ/ورق شماری کے طریق اور عمومی طور پر اس کی لکھائی کی خصوصیات ایک اہم مطالعہ ہے۔ جس سے اس دور میں کتابت مخطوطات کے عام اسالیب کے علاوہ اس کاتب کے مخصوص امتیازات پر روشنی پڑتی ہے۔ ایسے ہی مطالعات کی روشنی میں مختلف ادوار کے اسالیب کتابت کے وہ خصائص متعین ہوتے ہیں جن سے مخطوطات کی تحقیق و تصحیح میں نہایت مفید مدد ملنے کے علاوہ کسی مخطوطے کی تاریخ کتابت کے تعین کے لئے خاصے کلیدی معیارات (criteria) بھی تشکیل پاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مختلف صدیوں کے مسودوں پر کام کرنے والے صاحب نظر محققین کے ان مطالعات کی روشنی میں ہی ایک ایسا مینوئل ترتیب دیا جا سکتا ہے جو ایک مخصوص دور کی کتابت کی خصوصیات ہی نہیں بلکہ معروف ناقلین یا ناسخین کے ذاتی امتیازات(peculiarities) کی نشان دہی کر کے محققین و مصححین کے کام میں سہولت پیدا کر سکے۔ بسا اوقات ان کی روشنی میں ناقل یا ناسخ کی شناخت بھی ممکن ہو جاتی ہے۔

اسی سلسلہ میں ایک اور قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ ان مقالات کے لئے پاکستان کی کسی لائبریری میں موجود کسی علاقے کے کسی فاضل کی کسی تصنیف کے مخطوطے کو تحقیق کا موضوع بنانے کا رجحان غالب نظر آتا ہے۔ میری اس گزارش سے یقیناً کئی احباب کو اختلاف ہو گا مگر میرا اپنا خیال یہ ہے کہ تحقیق کے لئے جو عرق ریزی اور محنت درکار ہوتی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ مخطوطے کے انتخاب میں اس کی اہمیت اور مصنف کی شخصیت کا خیال رکھا جائے۔ مطمح نظر پاکستان کے غیر معروف علماء کی غیر معروف، غیر اہم اور اپنے موضوع پر فکر کی گہرائی اور گیرائی سے خالی تصنیف پر تضیع وقت نہیں بلکہ اسلامی فکری میراث کے ممتاز مگر گوشہ اخفاء میں پڑے ہوئے کارناموں کو اجاگر کرنا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ مخطوطہ اپنے فن میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے اور اس کی تحقیق و تدوین و اشاعت سے اس فن کے متخصص علماء کو کیا مدد ملے گی، کیا تحریک پیدا ہو گی؟ ان کے علم میں کیا اضافہ ہو گا؟

بلاشبہ پاکستان میں موجود علمی ذخائر کی دریافت اور ان کتب خانوں میں محفوظ کتب کی فہرست سازی ہمارے لئے نہایت اہم فریضہ ہے۔ یہ کام ترجیحی بنیادوں پر ہونا چاہیے۔ اس کی تنظیم و تنسیق کے لئے موجودہ فورم کو ہی مقامی یا اداری وفاداریوں سے بلند ہو کر ایک مرکز کی نشاندہی کرنی چاہیے جو اس کام کے لئے زیادہ استعداد اور اہلیت رکھتا ہو اور صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر رابطوں کے لئے زیادہ موثر ثابت ہو سکتا ہو۔ یہ کوئی اعزاز نہیں بلکہ

مخطوطات کی علمی تحقیق کے مرکز کی ناگزیر ضرورت کا ایفاء ہو گا اور ظاہر ہے کہ اس تحریک کی کامیابی کے لئے اس تحریک سے وابستہ ہر فرد، ہر ادارے کو اپنے پورے وسائل کے ساتھ جدوجہد کرنا پڑے گی۔ مرکز کا سب سے اہم کام تو رابطہ کاری ہوا کرتا ہے۔ اولاً" پاکستان کے علمی ذخائر (اسلامی علوم کے حوالے سے) اور ان میں ہر ایک کے اہم امتیازات پر مشتمل تعارف ان مطبوعات و منشورات کی رہنمائی میں تیار کیا جانا چاہیے جو اس قسم کے جائزوں کے بعد شائع کی گئی ہیں بلکہ ان کے سقطات (gaps) کو پورا کرنے کے لئے علاقائی مراکز (جن کی نشاندہی کرنی چاہیے) کو شریک ہونا چاہیے۔

ثانیاً" ان میں سے ہر ذخیرہ کتب میں موجود ذخیرہ مخطوطات کی مفصل توضیحی فہارس مرتب ہونی چاہیں مگر فوری طور پر Charles Beatty Collection، ڈبلن کے عربی مخطوطات کی Handlist مرتبہ پروفیسر آبری (Aberry) کے نمونہ پر ایسی فہرستیں تیار کی جائیں جن میں ہر مسودہ کے نہایت ضروری کوائف پر اکتفاء کیا گیا ہو۔ علاقائی مراکز اپنے اپنے علاقوں میں یہ کام سرانجام دیں اور صدر مرکز میں یہ فہرستیں جمع ہونے کے بعد ہر علاقائی مرکز میں یہ نقول مہیا کر دی جائیں۔ اشاعت کا کام بتدریج وسائل مہیا ہونے کے ساتھ ساتھ ہاتھ میں لیا جا سکتا ہے۔ فوری طور پر ان ذخائر کی پہلے سے مطبوعہ فہرستوں کا کم از کم ایک ایک نسخہ صدر مرکز کے علاوہ ہر علاقائی مرکز میں محققین کے استفادہ کے لئے مہیا کیا جانا چاہیے۔

ثالثاً" پاکستان کے علاوہ اطراف عالم میں موجود ان ذخیروں کی مطبوعہ فہرستیں صدر مرکز میں یکجا کی جانی چاہیں۔ حسب ضرورت و حسب طلب ان فہرستوں کی نقول یا مطلوبہ مواد کی نقول صدر مرکز، ذیلی مراکز کو مہیا کرے۔

رابعاً" صدر مرکز میں فوری طور پر ان مخطوطات کی فوٹو کاپیاں اور محقق نسخے، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ جمع کیئے جائیں جن پر عربی، اور علوم اسلامیہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کسی بھی پاکستانی کو کسی پاکستانی یا غیر ملکی جامعہ کی طرف سے دی گئی ہو۔ مخطوطات کی تحقیق کرنے والے مبتدی محققین کے لئے یہ ذخیرہ بے حد مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی سلسلہ میں ان مقالات پر محققین کی ایسی تفصیلی رپورٹیں جو فنی اور تحقیقی لحاظ سے علمی استفادہ کا ذریعہ بن سکتی ہوں، متعلقہ جامعات کی اجازت سے ایک جلد یا زائد جلدوں میں شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

خامساً" صدر مرکز کو ایسے وسائل مہیا ہوں کہ وہ ملک بھر میں کسی ذیلی مرکز یا کسی محقق کی

طلب پر مطلوبہ مخطوط کی مائیکرو فلم یا فوٹو کاپی، متعلقہ مکتبہ، لائبریری، میوزیم یا ذاتی ذخیرہ سے منگوا کر مہیا کر سکے۔

سا/سا" ان تمام امور کی سرانجام دہی کے لئے ایک ماسٹر پلان بنا کر فنڈز کی فراہمی کی مساعی شروع کی جائیں اور اس سلسلہ میں وزارت تعلیم، وزارت ثقافت، محکمہ ہائے اوقاف (بشمول وقف متروکہ املاک) اور مخیر اداروں و افراد سمیت ہر ممکن ذریعہ سے رابطہ کیا جائے۔

مناہج علمی میں تحقیق مخطوطات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اکثر مغربی جامعات میں اسلامی السنہ و آداب اور علوم اسلامیہ میں اعلیٰ تحقیقی اسناد کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ امیدوار موضوع سے متعلق کوئی مخطوطہ بھی اپنے تحقیقی کام کے ایک لازمی حصہ کے طور پر ایڈٹ کرے۔ اس عمل میں اصل منابع تک رسائی حاصل کرنے، مخطوطہ میں مذکور مقامات و اعلام کی شناخت، زبان و محاورہ کی تحقیق کے لئے لغات و کتب ادب کا استعمال، مواد کی Collection کے لئے دوسرے ممکنہ ذرائع کی جستجو اور ایسی ہی دوسری ناگزیر تحقیقی ضروریات کے سبب صاحب تصنیف کے دور تک کی علمی تاریخ سے براہ راست واقفیت بلکہ انس پیدا ہو جاتا ہے۔ محقق اس دور کے تاریخی کرداروں کو پہچاننے لگتا ہے بلکہ ان کے ساتھ مختلف درجوں کی دوستی، پسند و ناپسند کے رشتے قائم ہو جاتے ہیں۔ زبان کی استعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ الغرض اسلام کی علمی و ثقافتی تاریخ کی صحیح تصویر، فکری رجحانات، معاشرتی و معاشی خدوخال صحیح طور پر نمایاں نہیں ہو سکتے، جب تک مخطوطات کا یہ گراں مایہ ورثہ تحقیق شدہ اور سہل الاستعمال صورت میں ریسرچ کرنے والوں کو مہیا نہیں ہو جاتا۔ حق یہ ہے کہ پاکستان کی تمام جامعات کو بھی عربی، فارسی، اردو اور علوم اسلامیہ کے شعبوں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لئے تحقیقی کام کے ایک لازمی جزء کے طور پر کسی مناسب مخطوطہ یا اس کے جزء کی تصحیح و تدوین کو ضوابط میں شامل کر دینا چاہیے۔

آخر میں ایک گزارش ادارہ تحقیقات اسلامی اور اس "ورکشاپ" کے منصرمین سے مخلصانہ معذرت کے ساتھ۔ اس دو روزہ Exercise کا جو خاکہ ہمارے سامنے ہے۔ اس کے پیش نظر اسے ورکشاپ قرار دینا غالباً" اس اصطلاح کا صحیح استعمال نہیں ہے۔ زیر بحث موضوع پر اس دو روزہ سیمینار کو سیمینار یا مذاکرہ تو کہا جا سکتا ہے مگر اس میں ورکشاپ کے تینوں بنیادی عناصر موجود نہیں۔ ورکشاپ بنیادی طور پر ایک عملی تجربہ گاہ یا کارگاہ ہوتی ہے جس میں شرکاء کی ایک

مخصوص تعداد راہنما ماہرین (Resource Persons) کی رہنمائی او رہمکاری سے متعینہ ہدف کو حاصل کرنے کے لئے پہلے سے تقسیم کردہ مواد پر کام کرتی ہے اور ورکشاپ کے نتیجے کے طور پر وہ ہدف مطلوب و محسوس شکل میں پیش کر دیا جاتا ہے مثلاً موجودہ تناظر میں کسی مخطوطہ یا اس کے کسی جزء کی ایڈیٹنگ کو اس ورکشاپ کا ہدف بناتے ہوئے Resource Persons اور شرکاء کو نامزد کیا جاتا اور ورکشاپ کے اختتام پر شرکاء اصول تحقیق مخطوطات پر محض مقالات سننے کے علاوہ عملی ہدایات کو بر سر کار لاتے ہوئے تقسیم کار کے ساتھ مطلوبہ محقق نسخہ تیار کر دیتے یا مثلاً تحقیق مخطوطات کے لئے ایک دستور العمل کی تیاری کو ہدف قرار دیا جاتا اور شرکاء کی ٹیم مختلف پہلوؤں کی تعیین کے بعد ہر پہلو پر الگ الگ کام کر کے ورکشاپ کے اختتام پر اس دستور العمل کا پہلا ڈرافٹ تیار کر لیتی۔

بہر حال اسے ایک جملہ معترضہ سمجھنا چاہیے اور اب توقع کرنی چاہیے کہ ہم اس ورکشاپ کے اختتام پر مخطوطات کی تحقیق اور تصحیح و تدوین کی اہمیت کو اسلامی علوم میں تحقیقی مناہج کے ایک ناگزیر اور اہم ترین جزء کے طور پر واضح کر سکیں گے اور اس سلسلہ میں بعض عملی تجاویز پیش کر سکیں گے۔ مزید براں مخطوطات کی تحقیق کے لئے پاکستان کے حوالے سے ایک مبسوط دستور العمل کی تیاری، اس فن کی ترویج اور اس کے معیار کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کے لئے ایک صدر مرکز اور ذیلی مراکز کی تعیین کے علاوہ ضروری عملی تجاویز کا خاکہ مرتب کر کے آئندہ طریقہ کار کی بنیاد رکھ دیں گے۔ اسے آپ اعلامیہ اسلام آباد کہیں یا وطن عزیز میں تحقیق تراث علمی کے منصوبہ کے لئے مضبوط بنیادوں کی فراہمی عملاً یہ عظیم القدر کام اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العلمین

مخطوطہ کی اہمیت

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی☆

کوئی زبان، علم، یا معاشرہ اپنے ارتقاء کی کس منزل میں ہے؟ اس کی عکاسی اور نشان دہی اس کی کتابوں اور علمی و تحقیقی کام سے ہوتی ہے۔ کتابیں علم کا سرچشمہ ہیں، اور انسانی تہذیب کی ترقی کا کوئی تصور ان کے بغیر ممکن نہیں۔ کتابیں در حقیقت وہ صحیفے ہیں جن میں علوم و فنون، اور ان کے مختلف شعبوں کے ارتقاء کی داستانیں رقم ہیں۔ معاشرہ، مستقبل میں ترقی و کمال کی کن بلندیوں سے آشنا ہو گا۔ اس کی بشارت بھی کتابوں کے اوراق ہی میں ملتی ہے۔

مسلمانوں کو اس بات پر فخر ہے اور بجا فخر ہے کہ ان کی کتاب ہدایت کا آغاز ہی تحصیل علم کی ترغیب سے ہوا۔ اقرا باسم ربک الذی خلق اور اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم۔

جس رسول پر یہ کتاب ہدایت اتاری گئی اس کے فرائض منصبی میں تعلیم کتاب و حکمت کو شامل کیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے "یعلمہم الکتاب والحکمۃ" رسول مکرمؐ کو خاص طور پر یہ دعا تلقین کی گئی۔رب زدنی علما۔ اور پھر خود زبان نبوت و رسالت نے اپنی امت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"اطلبوا العلم من المہد الی اللحد"

ان محرکات کا لازمی نتیجہ تھا کہ اس دین کے ماننے والوں کا طرہ امتیاز تحصیل علم اور اشاعت علم ہو اور ایسا ہی ہوا۔

انسانی تہذیب و تمدن کی تاریخ میں مسلمانوں کے دینی کردار کے ساتھ ان کے تہذیبی اور علمی کردار کا ذکر باہم لازم و ملزوم ہیں۔ مسلمان جہاں بھی حکمران رہے بلکہ یوں کہیئے کہ جہاں بھی رہے، وہاں کی تہذیب و تمدن پر انہوں نے گہرا اثر ڈالا۔ ان کے علمی اور ثقافتی اثرات میں سب سے نمایاں کتب خانے تھے۔ مسلمان اس حقیقت کے سب سے زیادہ شناسا تھے کہ تہذیب و تمدن،

☆ ادارہ علوم اسلامیہ و عربی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

اور علوم و فنون کی ترقی کے لئے تعلیم و تعلم کا مربوط نظام ضروری ہے اور اس نظام کو قائم رکھنے کے لئے کتب خانوں کا وجود ناگزیر ہے۔ تعلیم و تعلم اور مطالعہ کے لئے کتابوں کی فراہمی اور ان کے تحفظ کا خیال دنیا کی تمام زندہ قوموں میں قدیم زمانے سے موجود تھا۔ لیکن مسلمانوں کے لئے اس کا محرک تمدنی ضروریات سے زیادہ دینی تھا۔

مسلمان دینی طور پر اس امر کے پابند تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال قلمبند کریں اور انہیں تحریری شکل میں لا کر آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کر دیں کیونکہ کتاب اللہ کے ساتھ انہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا بھی حکم دیا گیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی حیات طیبہ ہی کے دوران بعض صحابہ کرام نے آپ کے ارشادات کو لکھ کر صحیفوں کی صورت میں محفوظ کر لیا تھا۔ عبداللہ بن مسعود، جابر بن عبداللہ، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عمرو بن العاص، معاذ بن جبل (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور بعض دوسرے صحابہ کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے حضور کے اقوال و افعال کو لکھ لیا تھا اور بعض نے یہ لکھا ہوا حضور کو سنا کر ان کی تصدیق بھی حاصل کر لی تھی۔ ایسے صحابہ کی تعداد اڑتالیس تھی۔ عہد صحابہ کے بعد اہل علم نے انہی مجموعوں کی نقلیں کیں اور اس طرح عہد رسالت مآب کے یہ اولین مخطوطے آئندہ نہ صرف حدیث کے مجموعوں کے لئے بلکہ دینی موضوعات پر دوسری کتابوں کی تصنیف و تالیف کے لئے بھی بنیاد بنے۔

اسلامی ریاست کے مختلف حصوں میں معلمین کے تقرر کی ابتداء تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے ہو گئی تھی لیکن کتب خانوں کے قیام کی ابتداء حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی، جب انہوں نے قرآن حکیم کے مختلف نسخے ایک قرات اور ایک تلفظ کے مطابق لکھوا کر اسلامی ریاست کے مختلف شہروں میں رکھوائے اور لوگوں سے کہا کہ وہ انہی سے کلی یا جزوی طور پر قرآن حکیم کی نقول حاصل کریں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شہروں کی بڑی بڑی مساجد میں کتب خانے قائم ہو گئے۔ حضرت معاویہ کے پوتے خالد الحکیم نے جو علم کیمیا کا مستند عالم تھا دمشق میں اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کیا۔ اس کتب خانے کو عام لوگوں کے لئے کھول دیا اور انہیں ترغیب دی کہ وہ اس میں آ کر مسودات کا مطالعہ بھی کریں اور ان کی نقول بھی تیار کریں۔ خالد نے سریانی اور یونانی زبانوں کی بعض کتابوں کے عربی زبان میں تراجم

ان کتب خانوں میں

کرائے۔ کیمیا، طب اور فلکیات کے موضوع پر گراں قدر کتابوں کے مخطوطے اس کی لائبریری کی زینت بن گئے۔

بعد کے ادوار میں مسلمانوں نے اس روایت کو آگے بڑھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے بغداد، کوفہ، بصرہ، دمشق، قاہرہ، قرطبہ، بخارا، ہرات اور پھر برصغیر ہند میں دہلی، لکھنؤ، حیدر آباد، پٹنہ، رامپور، بھوپال، لاہور، ملتان، اور ٹھٹھ اسلامی کتابوں کے بڑے مراکز بن گئے۔

ابتدائی صدیوں میں صورت حال آج سے بہت مختلف تھی۔ اب تو طباعت اتنی عام ہو گئی کہ بہت کم کوئی کتاب دیر تک مسودے اور مخطوطے کی صورت میں رہتی ہے۔ تصنیف و تالیف کے چند سال بعد عموماً طبع ہو جاتی ہے، اور پھر اس کے ضائع ہونے کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اسلامی عہد کے ابتدائی دور میں بلکہ صدیوں تک طباعت کی کوئی صورت نہ تھی، کتابیں مسودات کی صورت میں محفوظ رہتی تھیں۔ اس وقت جبکہ کسی کتاب کے ایک یا دو، یا زیادہ سے زیادہ چند مخطوطے ہوتے تھے، یہ کہنا کہ فلاں کتب خانے میں بیس ہزار کتابیں تھیں، آج کے دور میں یہ کہہ دینے کے مترادف ہے کہ فلاح کتب خانے میں دو لاکھ کتابیں ہیں۔ اسی لئے یہ بات کہی جاتی ہے کہ تصنیف و تالیف اور تعلیم و تعلم کے میدان میں دنیا کی کوئی قوم مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکی اور اس دعوے میں مبالغہ کی کوئی آمیزش نہیں ہے۔

مسلمانوں کی ابتدائی صدیوں میں کتابیں صرف مخطوطات کی شکل میں ہوتی تھیں اس لئے صورت حال یہ تھی کہ ایک مخطوطہ کا ضائع ہو جانا پوری کتاب اور تصنیف کا ضائع ہو جانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جو غیر مسلم قومیں مسلمانوں پر غالب آئیں اور انہوں نے مسلمان حکومتوں اور علاقوں کو فتح کیا، انہوں نے مسلمانوں کی دوسری املاک کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا ان کے کتب خانوں کو پہنچایا۔ انہوں نے کتابوں کو انسانوں سے بھی زیادہ اہم سمجھا۔ آبادیوں کا قتل عام بعد میں کیا، پہلے اسلامی کتب خانے لوٹے اور ان میں موجود ہزاروں قیمتی مسودات کو جو مختلف علوم و فنون پر مشتمل تھے، جلایا یا دریا برد کیا۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا سب سے موثر طریقہ یہی ہے کہ انہیں ان کی علمی اور ثقافتی میراث سے محروم کر دیا جائے۔ پچھلی نسل نے علم اور فن کے میدان میں جو گرانقدر کام کیا ہے وہ آنے والی نسل تک نہ پہنچے۔

مسلمانوں نے ابتدائی صدیوں میں جب مغرب جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا، دینی علوم کے علاوہ دوسرے علوم پر بھی اتنا تصنیفی کام کیا کہ دنیا کی کوئی دوسری قوم اس کی ہم سری

کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔

تصنیف و تالیف اور مطالعہ کتب کا ذوق صرف روایتی اہل علم تک محدود نہ تھا' زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد علمی افادے اور استفادے میں مصروف رہتے تھے۔

آج کے جمہوری دور میں شاید لوگوں کا ذہن اس بات کو قبول نہ کرے کہ سربراہ حکومت بھی ایک عالم اور محقق کی طرح مطالعہ کر سکتا ہے مگر ان حکومتوں میں یہ بات انوکھی نہ تھی جن کا نظام اور ڈھانچہ اسلامی تھا' یا کم سے کم غیر جمہوری تھا۔ بنو عباس کے ابتدائی دور میں بیت الحکمت کے نام سے جو کتب خانہ قائم کیا اس میں کتابوں کی تعداد دس لاکھ تھی۔

اس وقت دس لاکھ کتابوں کا مطلب یہ تھا کہ دس لاکھ مخطوطے ہیں۔ آج علمی اور ثقافتی ترقی کے بلند بانگ دعوے ہیں مگر حقیقت کچھ بھی نہیں۔ بنو عباس کے دور کے وسائل اور آج کے وسائل کا موازنہ کیا جائے تو آج پاکستان جیسے عظیم مسلمان ملک کی کسی ایک سرکاری یا مرکزی لائبریری میں کم از کم پچاس لاکھ کتابیں ہونی چاہئیں تھیں مگر گزشتہ پچاس برس میں حکومت ایک بھی قابل فخر لائبریری قائم نہیں کر سکی۔

طباعت اور نشرو اشاعت کے ذرائع وسائل میں غیر معمولی ترقی سے جہاں بہت سے فوائد ہوئے۔ اہل علم کی تصانیف اور علمی کاوشیں ضائع ہونے سے بچ گئیں' وہاں میرے نقطہ نظر سے ایک نقصان بھی ہوا اور وہ یہ کہ مسودات اور مخطوطات کی اہمیت کم ہو گئی۔ موجودہ صدی میں اگر صرف برصغیر کا جائزہ لیں تو یہ تلخ حقیقت سامنے آئے گی کہ یہاں کے اہم اہل علم نے بے شمار موضوعات پر مختصر اور ضخیم کتابیں لکھیں۔ عربی' فارسی اور انگریزی زبانوں سے ترجمے کئے۔ مگر بہت کم کتابوں کے مسودات محفوظ ہیں۔ ملک کی لائبریریوں میں جہاں جہاں مخطوطات ہیں وہاں تقریباً تمام مخطوطات کم از کم دو سو سال قبل کے ہیں' میں ان تمہیدی کلمات کے بعد اپنی اس گفتگو میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مصنف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے مسودے کی اہمیت طبع ہو جانے کے باوجود کس حد تک ہے۔

مصنف کا اپنا لکھا ہوا مسودہ اگر محفوظ ہے تو اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس میں حذف اور ترمیم و اضافہ ممکن نہیں ہو گا۔ اس صورت حال سے ہم اکثر دوچار ہوتے رہتے ہیں کہ ایک ہی کتاب کے مختلف نسخوں میں فرق ہوتا ہے۔ پہلے ایڈیشن میں بعض عبارتیں موجود ہیں لیکن دوسرے ایڈیشن میں موجود نہیں ہیں۔ مصنف اگر زندہ نہ ہو تو پھر اس کی تصدیق ممکن نہیں ہوتی' اگر مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا مسودہ موجود ہے تو مصنف کے نہ ہونے کے باوجود اس بات کی تصدیق ہو سکتی ہے کہ کون سا ایڈیشن مستند ہے۔ اور کس میں مصنف کے علم اور اجازت کے

بغیر اضافہ کیا گیا ہے۔

مسودات و مخطوطات کو جو اہل علم ایڈٹ کرتے ہیں' ان کو زیادہ دشواری اس بناء پر پیش آتی ہے کہ مسودہ مصنف کا لکھا ہوا نہیں ہوتا' اس کے ناقل دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک ہی کتاب کے ایک سے زائد نسخے ہونے کی صورت میں ان کے درمیان تقابل اور موازنہ ضروری ہو جاتا ہے۔ وہاں مدیر و محقق صرف اتنی وضاحت کرتا ہے کہ فلاں نسخے میں فلاح عبارت اس طرح پائی گئی اور فلاں نسخے میں اس طرح۔ لیکن اس کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہوتی جس کی بناء پر وہ کہہ سکے کہ فلاں عبارت حتمی طور پر مصنف کی ہے اور فلاں عبارت تحریف شدہ ہے۔

میں صرف ایک مثال دوں گا۔ امام مالک بن انس (م-۱۷۹ھ) کا مرتبہ مجموعہ احادیث' جس میں ان کی فقہی آراء اور اجتہادات بھی ہیں' ان کے شاگردوں کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے سولہ نسخے معروف و متداول ہوئے لیکن ان سب میں کچھ نہ کچھ فرق ہے۔

حضرت پیر سید علی ہجویری رحمہ اللہ علیہ (م ۴۶۵ھ) کی کتاب کشف المحجوب کی صورت حال بھی کچھ اسی طرح ہے' اس کے تین نسخوں کو مستند مانا گیا۔ نسخہ لاہور' نسخہ تہران' اور نسخہ ماسکو۔ مگر ان تینوں میں متعدد مقامات پر فرق ہے۔

مصنف کا اپنا مسودہ اگر محفوظ ہو تو کسی محقق و مدیر کو تقابل کی زحمت نہ ہو۔

مصنف کا مسودہ محفوظ و موجود ہونے سے یہ بھی فائدہ ہو گا کہ اس کی تاریخ تالیف اور عرصہ کا تعین ہو جائے گا۔ عام طور پر مصنف' مسودے کے آخر میں تاریخ درج کرتا ہے۔

اصل مسودے کے محفوظ ہونے کا ایک فائدہ اور بھی ہے' اور وہ یہ کہ بہت سے مسودات ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر کوئی دوسرا صاحب علم نظرثانی کرتا ہے۔ عبارت اور مضمون کی اصلاح کرتا ہے' اور بسا اوقات وہ انتہائی اہم ہوتی ہے۔ اگر اصل مسودہ محفوظ ہو گا تو براہ راست مسودہ دیکھنے سے اس کی آگہی ہو گی کہ مولف کا کام کتنا ہے اور کس درجہ کا ہے' اور نظرثانی کرنے والے کی محنت کتنی ہے۔

چند سال پہلے ایک صاحب علم نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م - ۱۱۷۶ھ) کی تصنیف البدور البازغہ کا اردو ترجمہ کیا۔ اس پر نظرثانی ہمارے ملک کے مشہور عالم' پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر' وفاقی شرعی عدالت کے جج مولانا عبدالقدوس قاسمی مرحوم نے کی۔ ناچیز راقم کو اس مسودے کی تدوین کا فرض سونپا گیا۔ میں نے وہ مسودہ لفظ بہ لفظ پڑھا۔ میں پوری دیانتداری سے یہ بات کہوں گا کہ نظرثانی ترجمہ سے کہیں زیادہ بہتر تھی' نظرثانی کے بغیر ترجمہ شائع کیا جاتا تو اتنی اہم کتاب کے ساتھ ظلم ہوتا۔

ملک کے معروف ادیب، شاعر اور صحافی شورش کاشمیری مرحوم کا مجموعہ کلام "گفتنی ناگفتنی" کے نام سے شائع ہوا۔ بہت سے احباب نے دیکھا ہو گا لیکن انہیں معلوم نہیں کہ وہ کن مراحل سے گزر کر ان تک پہنچا۔ میں ان تمام مراحل کا عینی گواہ ہوں۔ شورش مرحوم، شاعری میں احسان دانش مرحوم کے شاگرد تھے۔ بہت اچھے شاگرد۔ ایسے شاگرد جن پر استاد فخر کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنا مجموعہ کلام مرتب کیا تو استاد محترم احسان دانش کی خدمت میں پیش کیا، ان سے اصلاح کی درخواست کی۔ احسان صاحب نے اس حد تک اصلاح کی کہ بعض نظموں اور غزلوں میں کئی اشعار اپنے شامل کر دیئے۔ گفتنی ناگفتنی میں ایک نظم ابوالکلام آزاد پر ہے۔ اس میں اصلاح کے علاوہ دو شعر احسان دانش کے ہیں۔ اگر گفتنی ناگفتنی کا اصل مسودہ محفوظ ہو تو دیکھنے والوں پر یہ راز کھلے کہ اس شعری مجموعے کے سنگھار میں کس کے قلم اور فکروفن کا کمال ہے۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں میرے علم میں ہیں۔ اسی تجربے اور مشاہدے کی بنا پر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اصل مسودے اور مخطوطے کا تحفظ بہت ضروری ہے۔ طبع ہونے، نہ ہونے سے اس کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آتی۔

یہی وجہ ہے کہ تالیفات کی نسبت ملفوظات کا درجہ استناد کم ہے۔ کیوں کہ وہ دوسروں کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں، ان میں کمی بیشی کا قوی امکان ہے۔ دانستہ بھی، نادانستہ بھی، عقیدت کی راہ سے بھی، سوء فہم اور خامئی علم کی وجہ سے بھی۔

اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے پر مبنی اس تحریر کی بنیاد پر چند باتیں عرض کروں گا کہ جن کی نوعیت تجاویز کی ہے۔ روئے سخن بطور خاص ادارہ تحقیقات اسلامی کی طرف، اور بالعموم اسلامی یونیورسٹی کی مرکزی اور دوسری متعلقہ لائبریریوں کی طرف ہے۔

۱۔ پہلی بات یا پہلی تجویز یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں گزشتہ سو، سوا سو برس میں دینی موضوعات پر جو کتابیں لکھی گئیں، ان کے مسودات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ جن اہل علم کے مسودات کے حصول کی کوشش کی جائے ان کا انتخاب کر لیا جائے۔ کیونکہ نہ سب کے مسودات کا حصول ممکن ہے اور نہ اس کی ضرورت و اہمیت۔

۲۔ ادارہ میں سیرت لائبریری موجود ہے۔ اگر تمام اسلامی موضوعات پر مسودات کا حصول ممکن نہیں تو کم از کم سیرت کے موضوع پر قابل ذکر اہل علم کی تصانیف کے مسودات جمع کئے جا سکتے ہیں۔

۳۔ ادارہ کی لائبریری میں جو مخطوطات اس وقت موجود ہیں ان کی جامع فہرست شائع کی جائے تاکہ ان اہل علم کی رہ نمائی ہو سکے، جو کسی مخطوطے کو ایڈٹ کرنے میں دلچسپی رکھتے ہوں۔

مخطوطات
اہمیت، حصول، تحفظ

ڈاکٹر انجم رحمانی☆

مخطوطات کی اہمیت

مخطوطات انسان کے تہذیبی کارناموں کا عظیم قیمتی ورثہ ہیں۔ یہ انسان کی سیاسی، معاشی، معاشرتی، ذہنی، فکری، جذباتی اور نفسیاتی حالات کے ترجمان ہوتے ہیں۔ یہ اس ماحول اور فضا کو پیش کرتے ہیں جن میں وہ تخلیق ہوئے۔ یہ انسانی معاشرہ کی روایات اور اقدار کے امین ہوتے ہیں، جس سے آئندہ نسلیں رہنمائی حاصل کرتی ہیں۔ یہ ماضی کے یادگار واقعات و حالات کا ریکارڈ ہوتے ہیں جس کے مطالعہ سے انسان میں مستقبل سے نمٹنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ ماضی کی سائنسی، تکنیکی ایجادات کی پیش رفت کا دستاویزی ثبوت ہوتے ہیں اور ان کی بنیاد پر ترقی کی اگلی منزلوں کی طرف گامزن ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی لغزشوں، فروگزاشتوں اور خطاؤں کے عکاس ہوتے ہیں جن سے آئندہ نسلوں کے افراد اور ابھرنے والی اقوام درس عبرت حاصل کرتی ہیں اور زندگی میں کامیابی کے لئے رہنما اصول مرتب کرتی ہیں۔ مخطوطات اپنے خالقوں، شائقوں اور سرپرستوں کے علمی، ادبی اور تخلیقی مقام و مرتبہ کے نقیب اور ان کے ذوق جمال کا پرتو بھی ہوتے ہیں۔ نیز وہ کسی قوم کا مختلف میدانوں میں کردار کا نقشہ بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ ایسے حکما، علما، ادبا، شعرا، محققین اور فلاسفہ کے کارناموں کی داستان بھی بتاتے ہیں جن سے کسی قوم نے ترقی کی۔ نیز یہ کارنامے آئندہ زندگی کے لئے اعلیٰ بصیرت، تخلیقی صلاحیت، تحقیقی شعور اور ادبی ذوق کے لئے تازیانہ ثابت ہوتے ہیں۔ مخطوطات، حکام امرا اور عوام کی علم دوستی اور ان کے تعلیمی نظریات کے ترجمان بھی ہوتے ہیں۔ مخطوطات کی مقدار و معیار سے کسی قوم کی تہذیبی سطح کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسلام میں مخطوطات کی تخلیق، ان کی تحفیظ اور آئندہ نسلوں تک منتقلی ایسے اسلامی شعائر ہیں جن کی مثال کسی دوسرے

☆ چیف قومی عجائب گھر، لاہور

مذہب میں نہیں ملتی۔ مخطوطات کے بارے میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ یہ افراد اور اقوام کے مذہبی رجحان اور عقیدے کے مظہر ہوتے ہیں۔

مخطوطات محض ماضی کی کارروائیوں کو پیش نہیں کرتے بلکہ مستقبل کی زندگی سنوارنے اور بلندیوں کی طرف اڑنے کے لئے انسان کو پرواز بھی عطا کرتے ہیں۔ یہ انسانی تعلیم و تربیت کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں۔ تعلیم کو عام کرنے اور اسے آگے بڑھانے کا بہترین آلہ کار ہوتے ہیں۔ عصر حاضر کے فنون لطیفہ کا طالب علم، خطاطی، نقاشی، مصوری، تذہیب کاری، جلد سازی کا جتنا علم مخطوطات کے مشاہدے سے حاصل کرتا ہے، اتنا شاید ہی وہ کسی اور ذریعے سے حاصل کر سکے۔ بعض مخطوطات اپنے خطاطوں اور نقاشوں کی صنعت کاری کا مرقع ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی قرآنی نسخے میں ہر سطر کا الف سے شروع ہونا، متن کا نقطہ دار الفاظ سے عاری ہونا یا صرف نقطہ دار الفاظ پر مشتمل ہونا وغیرہ۔ مخطوطات کی ایسی کاریگریاں مستقبل کے فنکار میں کمپوزیشن کی صلاحیتوں کی نشوونما کرتی ہیں۔ فنون لطیفہ کے شاہکار مخطوطات انسان کے جمالیاتی ذوق کی تسکین اور بالیدگی انتہائی احسن طریقے سے کرتے ہیں۔ وہ فنکاروں کے ذہنوں کو نئی اپج، نئے تصورات اور نو وارد تخیلات سے آراستہ کرتے ہیں۔ مخطوطات کے براہ راست مطالعہ سے فنون لطیفہ کی جو حقیقی اور مستند تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے، اس کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔

مخطوطات کے جائزے سے خود مخطوطہ سازی کی تاریخ معلوم کی جا سکتی ہے اور مخطوطات کا فن بھی سیکھا جا سکتا ہے۔ پھر ان کی تیاری میں استعمال شدہ سامان مثلاً کاغذ، سیاہی، رنگ وغیرہ کے جائزے سے مختلف ادوار میں ان کی صنعتی ارتقا کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس طرح سٹیشنری سے متعلق دوسری اشیاء مثلاً قلم، دوات وغیرہ کی تاریخ مرتب کرنے میں بھی مخطوطات ہمیں مدد بہم پہنچاتے ہیں۔ ماضی میں مخطوطات کی تجارت بین الاقوامی روابط کا وسیلہ بھی رہی ہے۔ بعض مخطوطات تاریخی طور پر بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر چسپاں مہروں، سرورق یا حاشیہ پر درج جا بجا اضافی تحریروں اور ترقیموں میں مذکور حقیقتوں کی مدد سے ان سے متعلق حکمرانوں، امرا، علما، خطاطوں، کتب خانوں، کتاب سازوں، کتاب کے مالکوں اور کتب فروشوں کی مستند تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے۔ بعض اوقات مخطوطات پر مندرج تحریروں کی مدد سے ہم کتابوں کے تخلیقی مراکز، ان کی نقل و حرکت اور خرید و فروخت کے بارے میں بھی آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً مخطوطات کے جائزہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی قوم یا فرد کی تہذیبی سطح کیا ہے؟ اس کا

شعور کہاں تک پہنچتا ہے؟ اس کا خیال کہاں تک بلند پرواز کر سکتا ہے؟ اس کی سوچ کی نہج کیا ہے۔ اس کے علم و فنون' ادب و تخلیق اور علم و تعلیم کس مقام پر کھڑے ہیں؟

مخطوطات انسانی تہذیب کا سب سے قیمتی ورثہ ہے۔ یہ انسانی روایات و اقدار کو نسل در نسل منتقل کرتے ہیں اور انسانی تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی تاریخ آگے بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اگر مخطوطات نہ ہوتے تو ہر نسل انسانی کو زندگی کا آغاز از سر نو کرنا پڑتا اور اس طرح تہذیبی عدم تسلسل کی وجہ سے انسان تہذیب و ترقی کے منازل طے کرنے میں دشواری محسوس کرتا۔

مخطوطہ کی اصطلاح

مخطوطہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ خط ہے۔ لغوی طور پر اس سے مراد کسی بھی مادی شئے پر ہاتھ سے لکھا ہوا تحریری نمونہ ہے۔ اس نمونے کی یہ تحریر نقل بھی ہو سکتی ہے اور طبع زاد بھی' طویل بھی ہو سکتی ہے اور مختصر بھی' مفید بھی ہو سکتی ہے اور غیر مفید بھی۔ مادی اشیا ہڈی' جھلی' کھال' چھال' پتے' کاغذ' حریر' کپڑا' دھات' لکڑی' پتھر' کانچ' سوختہ' مٹی وغیرہ غرض کوئی بھی چیز ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں تحریری نمونے کا تعلق دیدہ زیب یا بدنما ہونے سے بھی نہیں۔ خصوصی مفہوم میں مخطوطہ کی اصطلاح قلمی کتابوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ اور اس کا اطلاق بیک وقت معمولی اور شاہکار دونوں قسم کے مخطوطات پر ہوتا ہے۔

عالم اسلام میں قلمی کتابوں کے لئے مخطوطہ کی اصطلاح بالکل جدید ہے۔ مخطوطہ کے لکھنے والے کو خطاط اور اس کی تحریر کو خطاطی کہتے ہیں۔ مخطولہ کی اصطلاح اس وقت دنیائے عرب' افریقیائی ممالک' ترکی' جنوبی ایشیا میں مروج ہے۔ ایران' افغانستان اور وسطی ایشیائی ممالک میں اس کے بجائے نسخہ خطی کی اصطلاح رائج ہے۔ ایران میں اس سے پہلے دست نویس کی اصطلاح رائج تھی۔ جنوبی ایشیا میں اس کے لئے قلمی یا خطی کتاب' قلمی نسخہ وغیرہ خصوصی الفاظ بھی مستعمل رہے ہیں۔ دراصل ان ساری اصطلاحوں کا اطلاق طباعت کے آغاز کے بعد مطبوعہ کے مقابلے میں ہاتھ سے لکھی ہوئی کتابوں پر ہوتا ہے۔ کتاب کی اصطلاح رائج رہی۔ اس کے لکھنے والے کو کاتب اور اس کے شجر عمل کو کتابت کے نام سے موسوم کیا گیا۔

انہیں مراحل سے ابتدائے اسلام میں مخطوطہ کے لئے مسودہ کی اصطلاح بھی منظر عام پر آئی جس کا مادہ اسود' یعنی سیاہ ہے۔ چونکہ یہ کتابیں سیاہ روشنائی سے لکھی جاتی تھیں اس لئے یہ مسودہ

کہلائیں اور ان کے لکھنے والے کو مسود کہا گیا۔ اسلامی ادب میں کتابی صورت میں مخطوطات کے علاوہ دستی تحریروں کو بالعموم دستاویزات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اگر کسی کتاب یا رپورٹ کا متن غیر مرتب شکل میں دستی تحریر ہو یا ٹائپ شدہ شکل میں ہو تو آج کل اسے اصطلاحاً "مسودہ" کہتے ہیں۔ انگریزی زبان میں مخطوطہ کی متبادل اصطلاح (Manuscript) ہے۔ جو دراصل لاطینی لفظ (Manuscriptus) سے ماخوذ ہے۔ یہ لاطینی الاصل لفظ Manu اور Scriptus دو لفظوں کا مرکب ہے جنکے معنی علی الترتیب ہاتھ (hand) اور لکھا (to write) کے ہیں۔ ابتدا میں یہ لفظ دو علیحدہ الفاظ کی صورت میں چلتا رہا لیکن مرور ایام کے ساتھ یہ دونوں الفاظ ایک لفظ کی صورت اختیار کر گئے۔ تاریخی طور پر یہ لفظ طباعت کی ایجاد کے بعد قلمی کتب اور مسودات کے لئے استعمال ہوا تھا۔ لاطینی لٹریچر میں اس کا وجود پندرہویں صدی عیسوی سے ملنے لگتا ہے۔ انگریزی لغات میں اس لفظ کے معنی ہاتھ کی تحریر مصنف کی مطبوعہ کتاب کی اصل نقل، اصل ٹائپ شدہ مسودہ، ہاتھ سے لکھی ہوئی قدیم کتاب یا دستاویز وغیرہ جو کسی ملک میں طباعت کے عمومی رواج سے پہلے کی تحریر ہو یا مصنف کی قدیم کتاب کی تحریر شدہ نقل ہو۔

قدروقیمت

ہر مخطوطہ اپنی انفرادی اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے اور یہی انفرادی اور امتیازی حیثیت اس کی قدر و قیمت مقرر کرتی ہے۔ ایک مخطوطہ اپنی تحریر کی افادی حیثیت سے قابل قدر ہو سکتا ہے، دوسرا تحریر کی فنی حیثیت سے اور تیسرا افادی اور فنی دونوں لحاظ سے۔ چنانچہ ایک مخطوطہ کو خاص معیار پر بھی پرکھا جا سکتا ہے اور بحیثیت مجموعی کئی معیاروں پر بھی۔ اس کا تعین زاویہ ہائے نگاہ پر منحصر ہے۔ مخطوطات کو پرکھنے کے عام معیار یہ ہو سکتے ہیں۔ قدیم ہونا، بخط مصنف ہونا، مصنف کے لئے نسخے کی نقل ہونا، مصنف کی حیات میں نقل ہونا، کسی نامور نسخے کی نقل ہونا، مصنف کے قریبی عہد کی نقل ہونا، صحیح المتن ہونا، نامور کاتب کی تحریر ہونا، نامور عالم کی تحریر ہونا، نامور عالم یا تاریخی شخصیت کے زیر مطالعہ رہنا، کسی اہل علم کے موازنہ و تصحیح کی سعی ہونا، قدیم زمانے کی کتاب ہونا، صنعت کتاب کا نمونہ ہونا، اقدام الکتابت نسخہ ہونا، غیر مطبوعہ ہونا، نامور علمی شخصیت کی تصنیف، تالیف، شرح، ترجمہ ہونا، کسی عالم کے حواشی سے مملو ہونا، کسی تاریخی شخصیت کی دستی عبارتوں سے مزین ہونا، شاہی کتب خانے یا کسی معروف کتب خانے سے متعلق ہونا، مورخ ہونا، کسی مشہور علمی مرکز کی تخلیق ہونا، موضوع کا نادر ہونا، سائنسی، تکنیکی، اور فنی موضوعات

پر ہونا‘ اعلیٰ علمی کام ہونا‘ نادر اور منفردالوجود ہونا۔

مخطوطے کے صوری محاسن بھی اس کی قدر و قیمت کو متعین کرتے ہیں‘ مثلاً تذہیب و ترصیع‘ نقاشی و تزئین کے کسی خاص مکتب کا نمائندہ ہونا‘ خط کا عمدہ نقاشی یا مصوری کا نمونہ ہونا‘ شاہی سرپرستی میں کسی اعلیٰ خط میں تحریر ہونا‘ شاہی یا سرکاری یا کسی نامور شخصیت کے زیرنگرانی منقوش یا مصور ہونا‘ آرٹ کا لاثانی شاہکار ہونا‘ عمدہ جلد سازی کا نمونہ ہونا‘ کسی نادرالوجود مادی شے پر تحریر ہونا‘ حاشیہ کا غیر معمولی طور پر منقوش ہونا۔

قرآنی نسخوں میں پہلی ترجیح صحت متن کو دی جاتی ہے۔ دوسری قدامت کتابت‘ تیسری نامور خطاط‘ چوتھی تذہیب و ترصیع و تزئین‘ پانچویں جلد‘ چھٹی اس پر توضیحی و تفسیری حواشی‘ ساتویں بین السطور فارسی یا دوسری زبانوں میں تراجم کا ہونا اور آخری مطبوعہ یا غیر مطبوعہ ہونا۔

قدامت

کسی مخطوطہ کی قدامت کا اندازہ اس کے خط‘ سیاہی‘ کاغذ‘ نقاشی‘ تزئین‘ مصوری اور دوسرے صوری محاسن سے لگایا جا سکتا ہے۔ علاقائی روایات بھی مخطوطہ کی قدامت اور اس تخلیق کا مقام جاننے کے سلسلے میں ہماری مدد کرتی ہیں۔ حواشی‘ کاتب‘ تاریخ کتابت‘ ترقیمہ جات‘ اضافی عبارتیں‘ دستاویزی شواہد بھی مخطوطے کی عمر کے تعین میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات یہ تمام باتیں ”ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ“ کے مصداق دھوکا دے جاتے ہیں۔ وجہ کسی کاروباری صاحب کی بدکاری ہو سکتی ہے جس کا آغاز آج نہیں ہوا بلکہ یہ قدیم زمانے سے چلی آتی ہے۔ پرانے کاغذ پر کسی مخصوص زمانے یا فنکار کی روش میں مخطوطہ تیار کرنا‘ کوڑے دھوئیں یا کسی ڈھیر میں دبا کر مخطوطے میں پرانا پن پیدا کرنا‘ ابتدائی یا آخری ورق کے الحاق کے ذریعے دھوکہ دے کر پرانا ظاہر کرنا‘ نئی عبارتوں کو پرانی شخصیات کے حوالے اور تاریخوں کے ساتھ درج کرنا‘ جعلی ترقیمہ‘ تاریخ کتابت اور کاتب کا نام درج کرنا‘ پرانی تحریروں کو مسخ کر کے ان کی اصلیت کو مشکوک بنانا۔ قدیم عبارت اور تاریخ کتابت پر نئی عبارت چڑھا دینا‘ قدیم جلدوں میں تبدیل کرنا‘ قدیم تاریخی مہروں کو چسپاں کرنا‘ الحاق اوراق کے ذریعے تصویروں‘ خاکوں اور نقشوں کا اضافہ کرنا‘ قدیم متن کو چھپا کر اوپر نئی تصاویر بنا دینا‘ پرانی تصاویر اور نقاشی کو تازہ کر دینا‘ معرا نسخوں میں ترجمے‘ نقاشی اور تصویروں کا اضافہ کرنا‘ کسی نامور تاریخی شخصیت کاتب یا فنکار سے منسوب کرنا‘ تاریخی ادارے‘ شہر‘ قصبے سے پیداواری تخلیقی انتساب قائم کرنا‘ ایک خطے کے نسخے کو

دوسرے خطے کی مخصوص نقاشی، تزئین، ترصیع کے ذریعے اس کی اصلیت کو مسخ کرنا، غرض کیا کچھ نہیں جو مخطوطات کی جعل سازی کے سلسلے میں کیا جاتا ہے۔ ان حالات میں ایک ماہر کے لئے مخطوطہ کی قدامت کا تعین کرنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے۔ تاہم یہ مشکل کچھ ایسی نہیں کہ اس پر قابو نہ پایا جا سکے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے ایک ماہر مخطوطات کو حوصلہ اور ہمت کی ضرورت ہے۔ پھر اسے خود کو تیار کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں اسے پہلا کام یہ کرنا ہے کہ اسے مخطوطہ سے متعلق تمام علوم و فنون، مثلاً کتاب کے مصنف، مولف، شاعر، شارح، مترجم، مرتب وغیرہ کے سوانحی حالات کا بخوبی علم ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں اس کے پاس دنیا میں موجود مخطوطات کے مشہور ذخائر کی فہارس بھی ہونی چاہییے۔ علاوہ ازیں اسے مخطوطہ سازی کے پورے عمل سے آگاہ ہونا چاہیے۔ نیز مختلف خطوں میں مخطوطات کی جو روایات ہیں ان سے آگاہی بھی مخطوطہ شناسی اور ان کی قدامت مقرر میں اس کی مدد کر سکے۔ اسی طرح سینئر ماہر مخطوطات سے روابط رکھنا اور اس کی رہنمائی حاصل کرنا بھی مخطوطات کی شناخت کے لئے ایک ضروری امر ہے۔ اس سلسلے میں خط، مصوری، تزئین، ترصیع، کاغذ، سیاہی، قلم کی تاریخی ارتقا کے بارے میں علم سے اسے اکتساب کرنا چاہیے۔ نیز اسے مختلف ملکی، علاقائی اور خاندانی روایات سے بھی شناسائی پیدا کرنی چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں ایک ماہر مخطوطات کو کسی مخطوطہ کی قدامت معلوم کرنے کے لئے اس کی معنوی اور صوری تاریخ دونوں سے آگاہ ہونا چاہیے۔

مخطوطات کی قدیم تاریخ معلوم کرنے میں بعض اوقات اس کے شواہد بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً چسپاں مہریں، اضافی عبارتیں، حواشی، تراجم وغیرہ۔ لیکن مخطوطات کی قدامت کے بارے میں فیصلہ کرنے کے سلسلے میں ایک ماہر مخطوطات کے لئے جو سب سے اہم بات ہے وہ مخطوطہ کی داخلی شہادت ہے جو متون کے اندر چھپی ہوتی ہے۔ ان داخلی شہادتوں کی نشاندہی اور پھر ان سے نتائج اخذ کرنا بھی سراسر ماہر مخطوطات کی صلاحیت پر مبنی ہوتا ہے۔ خلاصہ کلام مخطوطہ کی قدامت جاننے کے لئے مخطوطات شناسی ایک بنیادی امر ہے۔

مخطوطات کا حصول

دنیائے اسلام میں ایک دور ایسا بھی گزرا ہے جب کہ مسلمان شخصی، عوامی، اور سرکاری کتاب خانوں کے لئے مخطوطات کثیر مصارف سے خصوصی نگرانی میں تیار کروانے میں پوری دلچسپی کا مظاہرہ کرتے تھے یا اپنے کتاب خانوں کی توسیع اور ترقی کے لئے کتب فروشوں سے زر خطیر سے

مخطوطات خریدتے تھے لیکن مشینی دور میں طباعت کے رواج کے بعد مخطوطات کے حصول کے یہ دونوں طریقے مفقود ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اب فرمائش پر مخطوطات کی تیاری ماضی کی محض ایک حسین یاد ہے۔ مطبوعہ کتب کے فروغ سے فن مخطوطات روبہ زوال ہو گیا ہے۔

کاروباری پہلو

پاکستان میں اس وقت متعدد ادارے مخطوطات کا حصول کرتے ہیں لیکن حصول کا کوئی نظام ہے نہ طریقہ۔ پھر ملکی سطح پر مخطوطات کا کاروبار کوئی نمایاں مقام نہیں رکھتا۔ دوسرے ممالک کی طرح یہاں ایسے کاروباری حضرات کے لئے حکومت کی طرف سے کسی لائسنس کا اجراء نہیں ہوتا۔ اتفاقی طور پر کچھ لوگ اس پیشے میں آتے ہیں اور پھر جب چاہا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ عموماً ان پڑھ یا مخطوطات کے بارے میں سوجھ بوجھ سے عاری ہوتے ہیں۔ ان میں شاید ہی ایسے لوگ ملیں جو ملی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہوں اور قومی اداروں کے ذخیروں کو ایسے مخطوطات پیش کر کے ان کی ترقی چاہتے ہوں۔ اگرچہ مخطوطات و نوادرات کی فروخت پر ٹیکس معاف ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے کاروباری حضرات میں غیر قانونی کاروبار کا احساس موجود ہے۔ اس وجہ سے یہ کاروبار ملکی سطح پر منظم نہیں ہو پا رہا۔ ان حالات میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہوس زر میں اس کاروبار میں آئی ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ اس جنوں سے مغلوب ہیں کہ کوئی غیر ملکی کاروباری ہتھے چڑھے جس کے ذریعے وہ خفیہ طور پر اپنے مخطوطات بھاری قیمتوں پر فروخت کر کے اپنا دامن حرص بھر سکیں۔ پس پردہ ایک اور طبقہ ایسا بھی ہے جو بھاری رقوم کے لئے اپنے مخطوطات کو بیرون ملک بھیجنے کے لئے پاگل پن کی حد کو پہنچا ہوا ہے۔ یہ لوگ بااثر خاندانوں یا اعلیٰ ملکی عہدوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کسٹم حکام سے ناجائز ذرائع یا اثر ورسوخ قائم کر کے یا کسٹم میں کسی رشتے دار کے ذریعے مطلب برآری میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

مخطوطات کی غیر ملکی منتقلی میں ملکی اور غیر ملکی سفارت کاروں کا کردار بھی نہایت گھناؤنا ہے۔ ان کو مذکورہ بالا سبھی قسم کے لوگ مواقع بہم پہنچاتے ہیں۔ تیسرے ایسے لوگوں میں ایثار کا جذبہ بہت کم ہوتا ہے ورنہ یہ لوگ اپنے قیمتی ذخیروں کو روز بروز زیاں سے بچانے کے لئے کسی قومی ادارے کو بطور عطیہ پیش کر دیتے۔ جہاں ان کو بہتر حفاظت ہو سکتی تھی۔ مغربی ممالک میں صاحب ثروت لوگ اپنے سرمائے کے صرف سے انسانی تہذیبی ورثہ جو کہ نوادرات کی صورت

میں ملتا ہے، خرید کر قومی یا عوامی اداروں کو پیش کر دیتے ہیں۔ لیکن پاکستانی دولت مندوں میں یہ جذبہ سرے سے مفقود ہے۔ ان حالات میں عطیات کے ذریعے مخطوطات کا حصول کچھ زیادہ حوصلہ افزا نہیں۔

•حصول کے ادارے

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام سے یہ امید بندھی تھی کہ قومی سطح کا ادارہ قائم کیا جائے گا جس میں ملک کے تہذیبی آثار اور نوادرات کو محفوظ کر لیا جائے گا۔ بالخصوص پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسلامی نوادرات جن میں مخطوطات سب سے زیادہ نمایاں ہیں کے حصول و تحفیظ کے ادارے کا قیام عمل میں آئے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ پاکستان کے ارباب بست و کشاد نے اسلامی تہذیب و ثقافت کو قومی ترجیحات کی فہرست میں سب سے آخر میں رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے پاکستان میں قومی سطح پر اسلامی تہذیبی آثار اور نوادرات کی اہمیت و ضرورت کا احساس تک بھی اجاگر نہیں کیا جا سکا۔ نتیجہ یہ ہے کہ مخطوطات اور دیگر اسلامی نوادرات کو جمع کرنے کے لئے کسی خصوصی ادارے کا قیام عمل میں نہیں آ سکا۔ البتہ ثقافت سے وابستہ سرکاری اور نیم سرکاری اداروں میں نہایت محدود پیمانے پر کچھ رقوم فراہم کر دی جاتی ہیں جس میں مخطوطات اور اسلامی نوادرات کی حیثیت ضمنی ہوتی ہے۔ ان حالات میں کسی قابل قدر مخطوطے یا اسلامی نوادر کی خریداری ممکن نہیں رہتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ ملک کے قیمتی اور نایاب قلمی نسخے وقتاً فوقتاً غیر ملکیوں کے ہاتھ اندرون یا بیرون ملک فروخت ہو رہے ہیں۔

پاکستان میں کچھ سرکاری یا نیم سرکاری اور عوامی ایسے ادارے ضرور موجود ہیں جن کے ہاں مخطوطات کے ذخیرے محفوظ ہیں لیکن ان میں سے اکثر کے ذخائر آج سے بہت پہلے خریدے گئے اور آج کل ان میں مخطوطات کی خریداری عملاً بند ہے۔ ایسے اداروں کی تعداد انتہائی کم ہے جن میں اب بھی کچھ نہ کچھ خریداری ہوتی ہے۔ پاکستان میں یوں تو بے شمار نجی ذخائر ہیں لیکن ان میں خریداری کے ذریعے اضافے کا عمل تقریباً محدود ہے۔

تحفیظ مخطوطات

تحفیظ مخطوطات ایک نہایت اہم موضوع ہے لیکن اس وقت تک اس پر کسی ماہر مخطوطات نے پوری سنجیدگی سے قلم نہیں اٹھایا۔ انگریزی اصطلاح Preservation کا عام طور پر

تحفیظ ترجمہ کیا گیا ہے لیکن ہماری نظر میں یہ اصطلاح مفہوم کے اعتبار سے فقط حفاظت (Protection) مخطوطات تک محدود ہے۔ جبکہ Preservation کا دائرہ کار اس سے آگے بڑھ کر استمرار حفاظت تک وسیع ہے۔ ہمارے خیال میں اس انگریزی اصطلاح کا اردو متبادل تحفیظ زیادہ بامعنی ہے۔ اس اصطلاح کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے کہ ایک شخص نے آپ کے ادارے کو ایک قلمی نسخہ دیا۔ دس سال کا عرصہ گزرنے کے بعد وہ آپ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا میرے عطیہ کا کیا حال ہے تو اس کے جواب میں کہنا ہو گا کہ آپ کا مخطوطہ اسی حال میں ہے۔ جیسا کہ آپ دے کر گئے تھے۔ تحفیظ مخطوطات کا مطلب ان کو نقصان اور ضائع ہونے سے بچائے رکھنا ہے۔

تحفیظ مخطوطات سے ہماری مراد مخطوطات کو ان کی دریافتہ حالت میں برقرار رکھنا اور ان کی آئندہ بقا کے لئے تگ و دو کرنا ہے۔ کیونکہ مخطوطات عظیم انسانی ورثہ ہیں، جنہیں صحت و سلامتی کے ساتھ آئندہ نسلوں تک منتقل کرنا ہمارا انسانی فریضہ ہے۔

پاکستان میں مخطوطات اس وقت یا تو نجی ذخیروں میں ہیں یا پھر سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کا سرمایہ ناز ہیں۔ اول الذکر قسم کے مالکان ان کی زبان اور موضوع سے عدم واقفیت کی بناء پر ان کی قدر و قیمت سے نابلد ہیں۔ ان کے نزدیک ان کی قدروقیمت صرف اتنی ہے کہ وہ ان کے بزرگوں کا ورثہ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے انہیں آباؤ اجداد کی نشانی سمجھ کر کسی الماری یا غیرضروری کمرے میں بند کر رکھا ہے، جن سے کسی کو علمی استفادے کا موقع نہیں ملتا۔ ان لوگوں کے پاس وقت اور صلاحیت نہیں کہ وہ ان کی دیکھ بھال یا تحفیظ کی طرف توجہ دے سکیں۔ ان سے دل لگانا ان کے نزدیک تضیع اوقات ہے۔ ان کے پاس بدلتے موسموں میں ان کی ورق گردانی، جھاڑ پونچھ، تازہ ہوا کی فراہمی اور الماریوں میں ان کی الٹ پلٹ کے لئے وقت نہیں۔ اس بے حسی کے عالم میں بہت سے ذخائر ضائع ہو چکے ہیں اور باقی اس عمل میں ہیں، لہٰذا ایسے ذخیروں کا تحفیظ کا سوال اس وقت ہماری بحث سے خارج ہے، تاہم ماہرین کو ایسے لوگوں سے ملتے رہنا چاہیے اور ان کی تحفیظ کے سلسلے میں کچھ باتیں ان کے کانوں تک پہنچاتے رہنا چاہیے۔ رہا سرکاری اداروں کا مسئلہ ان میں سے اکثر کے پاس مخطوطات کے ماہر موجود نہیں جنہیں ان کی تحفیظ کی ذمہ داری سونپی جا سکے۔ موجودہ صورت حال میں مخطوطات کی دیکھ بھال پر متعین عملہ اور اس شعبہ سے غیر متعلق ہے پھر ان اداروں میں مخطوطات کے اسٹور یا

نمائش کی مناسب سہولتیں موجود نہیں۔ وہ ان کی تحفیظ کو محض ایک سرکاری فریضہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ تحفیظ مخطوطات کی کسی تربیت سے بہرہ ور نہیں۔ اس طرح ان اداروں میں بھی تحفیظ مخطوطات کا معاملہ کچھ تسلی بخش نہیں۔

اداروں کے مخطوطات دو طرح کے ہوں گے۔ ایک تو قدیم ذخیرہ اور دوسرے جو وقتاً" فوقتاً" حاصل کر کے ذخیرے میں شامل کر لئے جاتے ہیں۔ موخرالذکر مخطوطات کو قدیم ذخیرے میں داخل کرنے سے پہلے لیبارٹری میں ابتدائی طبی امداد ضرور بہم پہنچائی جانی چاہیے۔ اول الذکر قدیم ذخیرے کے نسخوں کی تحفیظ کے لئے مناسب منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

مخطوطات کی تحفیظ کی بنیادی ذمہ داری ان کے انچارج پر ہوتی ہے۔ اگر وہ یہ فریضہ محض رسماً" ادا کرتا ہے تو آپ یقین مانیں ایسے ذخیرے جلد یا بدیر ناپید ہو جائیں گے۔ •

مخطوطات کی مثال ایک کہن سال بوڑھے کی ہے. جو اپنے ماحول سے مقابلے کی دفاعی قوت کھو چکا ہے۔ شدید گرمی' سخت سردی' گرد و غبار وغیرہ اس کی صحت کی خرابی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی صورت حال قدیم مخطوطات کی بھی ہوتی ہے دراصل مخطوطات کی تحفیظ ایک مشکل اور جان جوکھوں کا کام ہے' جس سے عہدہ برا ہونے کے لئے صبر' حوصلہ اور ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے لئے کئی قربانیاں بھی دینا پڑتی ہیں۔ دراصل مخطوطات سے اس کی شفقت ایسی ہونی چاہیے جیسے ماں کی اپنے بچے سے۔ مزید برآں اس کا رویہ مخطوطات سے ایک فیملی ڈاکٹر کی طرح ہونا چاہیے اور ان کے کوائف کا علم اسے ذاتی طور پر ہونا چاہیے۔ آخری مرحلے میں اس کا لگاؤ ان سے جذباتی حد تک ہونا چاہیے اور تحفیظ مخطوطات میں اسے محض منصبی فرائض سے بالاتر ہو کر کام کرنا ہو گا۔ ایک پیشہ ور ماہر مخطوطات کو مخطوطہ سازی کے عمل' اس پر مستعمل مواد' غرضیکہ اس کے ہر رگ و پے سے آگاہ ہونا چاہیے۔ اسے اس سے باخبر ہونا چاہیے کہ اس کے چارج میں مخطوطات میں سے کس کو کس موسم میں کیا تکلیف ہوتی ہے۔ پھر بحیثیت پیشہ ور اسے ہر مخطوطے کی انفرادی اہمیت کا علم ہونا چاہیے۔ اسی طرح اسے مخطوطات کے اسٹاک' نمائش' استعمال' ضروری دیکھ بھال کے بارے میں بنیادی اور ضروری باتوں کا علم ہونا چاہیے۔

مخطوطات کے نقصان رساں کئی نوعیت کے عوامل ہیں۔ پہلی بات تو خود ان کی قدامت ہے۔ اسی طرح عمر کے بڑھنے کے ساتھ ان میں کمزوری آنا ایک فطری عمل ہے۔ علاوہ ازیں انسانی ماحول کے کئی عوامل مخطوطات کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں مثلاً بیکٹیریا' پھپھوندی'

حشرات الارض، کاک روچ، چوہے، ٹڈی وغیرہ ان کے حیاتیاتی انحطاط کا باعث بنتے ہیں۔ اسی طرح سورج کی روشنی سے تمام فطری، حیوانی، نباتاتی ریشوں میں طبعی کمزوری آتی ہے۔ یہ کمزوری روشنی، موسمی اور گرمی کی مقدار کے حساب سے کم یا زیادہ ہو سکتی ہے۔ پھپھوندی والے نسخوں کو دھوپ میں رکھنے سے ان کے کاغذ میں گراوٹ آجاتی ہے۔ ان کا رنگ بدلنے لگتا ہے اور آہستہ آہستہ وہ نہایت خستہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سورج کی بنفشی شعاعیں
Ultraviolet Rays اور مصنوعی روشنی کاغذ کے مبلوزی ریسرن اور ان کی تحریر پر مستعمل روشنائی کے لئے انتہائی خطرناک حد تک نقصان دہ ہیں۔ نمی یا سخت گرمی سے ہی کاغذ کی زندگی میں انحطاط آتا ہے۔ ۲۲-۲۵ درجہ حرارت، ۴۵-۵۵ مجموعی طور پر مخطوطات کے ذخیرہ کے لئے تنگ جگہ اور تازہ ہوا کی عدم موجودگی بھی مخطوطات کے لئے بہت ضرر رساں ہے۔

کیمیائی عوامل بھی مخطوطات کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان میں ایک قسم کا تعلق فضا سے ہے جس کے عناصر میں ہوائی گیسیں، دھواں، تیزابی آلودگی، گرد و غبار اور ذرات شامل ہیں۔ گرد و غبار تو مخطوطات کا بنیادی دشمن اور تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ نمی سے مل کر یہ ہر طرح سے حیاتیاتی اور طبیعاتی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ کاغذ اور سیاہی کی تیاری میں اگر کیمیائی مواد رہ جائیں تو وہ کچھ عرصہ کے بعد کاغذ سیلولوز کے نقصان پہنچاتے ہیں۔ نقاشی اور تصاویر کے رنگوں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔

مخطوطات کا دشمن خود انسان بھی ہوتا ہے۔ وہ ان کے اوراق پھاڑ لیتا ہے۔ سیاہی، پانی، روغنی مائعات، مٹی اور دیگر کئی اشیاء سے مخطوطات کو نقصان پہنچاتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر ان کی نگرانی کسی غیر پیشہ ور یا ان لوگوں کے سپرد کی گئی تو وہ بھی سو طرح سے مخطوطات کی فطری عمر کو متاثر کرتے ہیں۔

تحفیظ مخطوطات کا تصور کچھ نیا نہیں۔ تاریخ انسانیت کے ابتدائی دور میں بھی مخطوطات کی اہمیت کی پیش نظر ان کی تحفیظ کا احساس ہو گیا تھا اسی احساس کا نتیجہ ہے کہ ہمارے بزرگوں کے مخطوطات کے قیمتی ذخیرے ہم تک پہنچے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی عملی کوششیں آج بھی تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں مثلاً تین ہزار برس پہلے مخطوطات کی صورت میں پاپیرس کے بنڈلوں کو خشک کرنے کا حوالہ ملتا ہے۔ ان بنڈلوں کو باقاعدہ کھول کر دیکھا جاتا تھا کہ کہیں نمی یا بارش کے پانی نے خود ان کو یا اور ان کی روشنائی کو نقصان تو نہیں پہنچایا۔ اہل مصر، یونان اور روم

ان کی تحفیظ کے پیش نظر ان کو ہاتھی دانت اور لکڑی کے بنے ہوئے خصوصی اسطوانی صندوقوں میں بند کرتے تھے۔ خود جنوبی ایشیا میں درختوں کے پتوں یا چھال پر تحریری نمونوں کو ہاتھی دانت یا لکڑی کی بنی ہوئی تختیوں کے درمیان رکھ کر کپڑے کے اندر باندھ دیا جاتا تھا۔ قیمتی مخطوطات کو لکڑی یا چاندی کے گول ڈبوں میں محفوظ کرنے کا رواج ہمارے زمانے تک رہا ہے۔ کھدر کے جز دانوں میں کتابوں کو محفوظ رکھنے کا رواج بھی آج تک چلا آ رہا ہے۔ پی پیرس کی تحریروں کی تحفیظ کے لئے صنوبر کا تیل استعمال کیا جاتا تھا۔ لیموں کے پتے اور لیموں کا تیل بھی اس کام میں لایا جاتا تھا۔ خوشبودار پھولوں اور پتوں کو کتابوں کے صفحات میں رکھ کر یہ سمجھا جاتا تھا کہ اب کیڑے ان کے قریب نہیں آئیں گے۔ قطع نظر اس کے کہ ان کا یہ عمل اس مقصد کے لئے مفید نہ تھا۔ نیم اور تمباکو کے پتوں کو کتابوں میں رکھنے کا رواج بھی تھا۔ جس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خاص توجہ اس بات پر دی جاتی تھی کہ یہ تحریری سامان یہاں رکھا جائے اور اپنی رسائی اور بساط کے مطابق بہتر کا انتخاب کیا جائے۔

★★

مخطوطات کا ایک تفصیلی جائزہ

مسعود احمد خان☆

مخطوطات کے حصول اور تحفظ میں مخطوطات کے ذخائر کے سروے (Survey) کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اسی طرح ملک میں موجود مخطوطات کا پتہ چلایا جا سکتا ہے اور یوں ان کے تحفظ کے بارے میں عملی اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔ اس ضمن میں حکومت پاکستان کی جانب سے جو کوشش کی گئی اس میں ابتدا ۱۹۴۸ء میں "ہسٹاریکل ریکارڈ اینڈ آرکائیوز کمیشن فار پاکستان" کا قیام ہے جس کے ذمہ حسب ذیل کام سونپے گئے:

۱۔ ایسے تمام طریقہ کار کی سفارش کرنا جن کے ذریعہ قلمی نسخوں، کاغذات اور دستاویزات اور دوسری تاریخی اور ثقافتی اہمیت کی بنیادی اشیاء کو جمع کیا جا سکے۔

۲۔ ایسی سفارشات مرتب کرنا جن کے ذریعہ ان دستاویزات اور مخطوطات وغیرہ کو تحقیق کے لئے فراہم کرنا اور اس کام میں پیدا ہونے والی دشواریوں کا تدارک کرنا۔

۳۔ جمع شدہ تمام دستاویزات اور مخطوطات کی اشاعت کا پروگرام مرتب کرنا۔

۴۔ ایسے اقدام تجویز کرنا جن کے ذریعے ذاتی ملکیت میں پائے جانے والے تاریخی ورثے کا سروے کیا جائے نیز ان کو موسمی اثرات سے محفوظ کرنا اور مواد کی تفصیلی فہرستیں اور کیٹلاگ مرتب کرنا۔

۵۔ کمیشن کی حیثیت ایک مشاورتی بورڈ کی سی قرار دی گئی تھی۔

اس کمیشن میں ایک وفاقی وزیر اور ملک کے پانچ نامور تاریخ دان اور ماہرین دستاویزات شامل تھے۔ ایک ایک نمائندہ ہر صوبہ سے بھی لیا گیا تھا۔ اسی طرح ہر یونیورسٹی سے ایک ایک ممتاز تاریخ دان کو شامل کیا گیا تھا۔ اس کمیشن کے کل پانچ اجلاس(۱) ہوئے۔ آخری اجلاس

☆ نیشنل آرکائیوز آف پاکستان

۱۹۷۰ء میں ہوا۔ اس کمیشن کی سفارشات پر مکمل طور پر عمل نہ کیا گیا اور بالآخر اسے توڑ دیا گیا۔ ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تاریخی دستاویزات، مخطوطات اور دوسرے سرکاری و نجی ریکارڈ کے حصول و تحفظ کا کام محکمہ دستاویزات کی، جسے بعد میں "نیشنل آرکائیوز آف پاکستان" کا نام کا نام دیا گیا، ذمہ داری بن گیا۔ ۱۹۷۳ء سے اسی ادارے نے اپنی ذمہ داریاں کماحقہ ادا کرنی شروع کر دیں اور دستاویزات، نجی ذخائر، سرکاری ریکارڈ اور تاریخی مواد کا ایک بڑا ذخیرہ اسلام آباد میں جمع کیا۔ جسے ادارے کی اپنی انتہائی خوبصورت عمارت میں جو سیکرٹریٹ کے قریب واقع ہے محفوظ کیا گیا ہے۔ مخطوطات کے حوالے سے نیشنل آرکائیوز کو اس کے حصول اور تحفظ میں کئی مشکلات کا سامنا رہا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ بیشتر مخطوطات کے ذخیرے پہلے سے موجود مختلف عجائب گھروں، دستاویزاتی صوبائی مراکز اور ملک کے معروف کتب خانوں میں پہلے سے ہی محفوظ تھے۔ دوم یہ کہ نجی تحویل میں موجود مخطوطات کا حصول براہ راست بہت مشکل ہوتا ہے۔ محکمہ کے پاس مخطوطات کے حصول کے لئے مہیا کئے گئے فنڈز بھی ناکافی ہوتے ہیں۔ مخطوطات کی خریداری کے لئے "نیشنل آرکائیوز آف پاکستان" کی مشاورتی کمیٹی کا اجلاس بلوانا بھی ضروری ہوتا ہے۔

نیشنل آرکائیوز آف پاکستان نے مخطوطات کی بیرونی ملک فروخت کو روکنے کے لئے دو اہم قوانین بھی پاس کروائے جو حسب ذیل(۲) ہیں:

۱۔ قدیم دستاویزاتی اشیاء کے (تحفظ اور برآمدی انضباط) کا قانون مجریہ ۱۹۷۵ء۔

۲۔ پاکستان کے سرکاری ریکارڈ نیز تاریخی اور قومی نوعیت کی قدیم دستاویزات کو تحویل میں لینے اور ان کے تحفظات کا قانون مجریہ ۱۹۹۳ء۔

ان قوانین کی رو سے ۲۵ برس یا اس سے قدیم کوئی مسودہ یا مخطوطہ جس کی تاریخی یا قومی اہمیت ہو ملک سے باہر لے جانے پر پابندی ہے۔ جبکہ ۱۹۹۳ء کے ایکٹ کی رو سے ڈائریکٹر جنرل "نیشنل آرکائیوز آف پاکستان" کسی بھی قومی اور تاریخی اہمیت کی دستاویز کو خرید کر، بطور عطیہ قبول کر کے، حصول کی درخواست کر کے یا کسی اور طرح سے حاصل کر سکتا ہے اور یہ اس کے فرائض میں شامل ہو گا۔ اس ایکٹ میں زیادہ اہمیت سرکاری ریکارڈ کے تحفظ کی طرف دی گئی ہے نجی ذخیروں کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

گزشتہ برسوں میں دستاویزات اور مخطوطات کے حوالے سے پاکستان میں چند ایک سروے کئے گئے ہیں جن کا مختصراً ذکر کرنا مناسب ہو گا۔ پہلا سروے ایک انگریز ماہر دستاویزات مسٹر مارٹر

موئز(۳) نے صوبائی اور ڈسٹرکٹ ریکارڈ دفاتر کے حوالے سے کیا اور نہ صرف ریکارڈ کی نشاندہی کی بلکہ ان کے تحفظ سے متعلق انتہائی مفید معلومات بھی فراہم کیں۔ دوسرا سروے حکومت پاکستان نے (وزارت ثقافت) پاکستان کے عجائب گھروں' بڑے بڑے کتب خانوں اور نجی ذخیروں میں تحریری مواد اور مخطوطات کے لئے ۱۹۸۲ء میں کرایا۔ اس سروے کا مقصد پاکستان کے ثقافتی ورثے اور تحریری مواد کے ذخیروں کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنا تھیں۔ یہ سروے ڈاکٹر زوار حسین زیدی' سینئر ریسرچ فیلو' سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز' لندن کی زیر نگرانی مکمل کیا گیا۔ پاکستان میں مخطوطات کے بارے میں اس سروے سے حسب ذیل معلومات حاصل ہوئیں

نمبر شمار	نام ادارہ	مقام	تعداد مخطوطات
۱۔	سندھ یونیورسٹی لائبریری	جامشورو	۴۳۵
۲۔	سندھ پروونشل میوزیم لائبریری	حیدر آباد	۳۷۵
۳۔	شمس العلما داؤپوتہ لائبریری	حیدر آباد	۹۴
۴۔	شاہ ولی اللہ اکادمی	حیدر آباد	۳۵۰
۵۔	انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی	جامشورو	۴۵۰
۶۔	سندھ ادبی بورڈ	حیدر آباد	۳۹۴
۷۔	نیشنل میوزیم آف پاکستان	کراچی	(ملک کا دوسرا بڑا مجموعہ مخطوطات
۸۔	ہمدرد فاؤنڈیشن لائبریری	کراچی	۶۰۰
۹۔	ڈویژنل پبلک لائبریری	خیرپور	۱۲۰۰
۱۰۔	بہاولپور سنٹرل لائبریری	بہاولپور	۲۰۰
۱۱۔	پنجاب یونیورسٹی لائبریری	لاہور	۱۸۶۷۱
۱۲۔	لاہور موزیم	لاہور	۸۰۰
۱۳۔	پنجاب پبلک لائبریری	لاہور	۱۱۰۰
۱۴۔	دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری	لاہور	۸۰۰
۱۵۔	ایران پاکستان انسٹیٹیوٹ آف پرشین سٹڈیز	راولپنڈی	۱۰۰۰۰

۱۶۔	نیشنل لائبریری آف پاکستان	اسلام آباد	۲۰۰
۱۷۔	قائداعظم یونیورسٹی لائبریری	اسلام آباد	۳۶۶
۱۸۔	نیشنل آرکائیوز آف پاکستان	اسلام آباد	۲۰۰
۱۹۔	پشاور یونیورسٹی لائبریری	پشاور	۶۸۵
۲۰۔	اسلامیہ کالج لائبریری	پشاور	۱۲۰۰
		میزان	۳۸۲۰۸

سروے کے مطابق اگر نیشنل میوزیم کراچی کے مخطوطات کی اندازاً تعداد ۱۵۰۰۰ تصور کر لی جائے تو پورے ملک میں ان معروف اداروں میں مخطوطات کی مجموعی تعداد پچپن ہزار (۵۵۰۰۰) بنتی ہے۔ اس اندازے میں مخطوطات کی تعداد میں اضافوں کو جو وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں شامل کر لیا گیا ہے۔

اس سروے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بیشتر اداروں اور کتب خانوں میں مخطوطات کے تحفظ کا کوئی معقول بندوبست نہیں۔ فیومیگیشن(۴) کا کوئی بندوبست نہیں اور مخطوطات کی ایک بڑی تعداد خستگی (Brittleness) کا شکار ہیں۔ اس کی وجہ موسمی اثرات اور تیزابیت ہوتی ہے۔ سوائے چند(۵) اداروں کے مخطوطات کی مرمت اور بحالی (Restoration) کی سہولتیں موجود نہیں۔ ۱۹۹۲ء میں نیشنل آرکائیوز آف پاکستان نے نیدرلینڈ لائبریری ڈیویلپمنٹ پراجیکٹ (پاکستان) کے تعاون سے ایک اور سروے منتخب لائبریریوں میں کروایا۔ اس سروے میں حسب ذیل اعداد ملے:

نمبر شمار	کتب خانہ جات/ادارے	مقام	تعداد مخطوطات
۱۔	پنجاب پبلک لائبریری	لاہور	۱۶۰۰
۲۔	دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری	لاہور	۱۰۰۰
۳۔	پنجاب یونیورسٹی لائبریری	لاہور	۲۰۰۰۰
۴۔	نیشنل لائبریری آف پاکستان	اسلام آباد	۲۰۰
۵۔	نیشنل آرکائیوز آف پاکستان	اسلام آباد	۲۰۰
۶۔	پنجاب یونیورسٹی سنٹرل لائبریری	پشاور	۷۰۰

اس سروے کا مقصد کتب خانوں میں بالخصوص علمی ذخیروں کے تحفظ کی راہ میں حائل

مشکلات کا جائزہ لینا تھا۔ مخطوطات کے حوالے سے چند دلچسپ حقائق بھی سامنے آئے مثلاً پنجاب یونیورسٹی میں سنسکرت زبان میں ولنر کلکشن (Woolner Collection) میں بہت سے ایسے مخطوطات بھی ہیں جو پام کے پتوں اور درخت کی چھال(۶) (Birch Bark) پر تحریر کئے گئے ہیں۔ سنسکرت اور ہندی زبانوں میں کچھ اور نجی ذخیروں کا پتہ چلا ہے جن میں سے ایک پروفیسر چمن داس کا ذخیرہ کتب بھی ہے جو لاڑکانہ میں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں ان زبانوں میں پائے جانے والے مخطوطات کے تحفظ کی جانب توجہ دینی چاہیے۔ بیرون ملک یورپی ممالک کے کتب خانوں اور برطانیہ میں اسلامی علمی ورثے اور عربی' فارسی اور اردو کے مخطوطات کی جس انداز سے نگہداشت کی جاتی ہے وہ قابل قدر ہے ہمیں چاہیے کہ اس طرح عربی' فارسی' اردو اور اپنی علاقائی زبانوں کے علاوہ دوسری زبانوں میں ملنے والے مخطوطات کی بھی اس طرح دیکھ بھال کرنی چاہیے اور ان کا تحفظ کریں۔

ملک میں پائے جانے والے مخطوطات کے ان چند سروے کے نتائج میں اہم ترین بات جو سامنے آئی ہے وہ یہ کہ مخطوطات کی دیکھ بھال کا تسلی بخش انتظام موجود نہیں ہے۔ انہیں تنگ و تاریک گوشوں میں رکھا جاتا ہے۔ جہاں یہ دیمک اور دوسرے کپڑے مکوڑوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ان کی معقول صفائی کا انتظام بھی موجود نہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ بیشتر موسمی اثرات کے خطرات سے دوچار ہیں۔ چنانچہ فضا میں رطوبت کی زیادتی اور زیادہ درجہ حرارت مخطوطات کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہیں۔ خستہ اور پھٹے ہوئے مخطوطات کی بحالی اور مرمت کا کوئی معقول بندوبست نہیں اور مخطوطات کی جلد سازی (Traditional Binding) تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شکستگی سے دوچار مخطوطات کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ سروے سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ کچھ کتب خانوں میں محققین کی سہولت کے لئے مخطوطات سے براہ راست فوٹو سٹیٹ کاپی تیار کر لی جاتی ہے۔ مخطوطات کو اس طرح بار بار فوٹوسٹیٹ کرانے سے ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ مخطوطات سے نقول حاصل کرنے کے اس طریقہ کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔ مخطوطات کی مائیکرو فلم کے ذریعے نقل تیار کر لی جانی چاہیے اور ایک فوٹو کاپی کو مخطوطات کی دیگر فوٹو سٹیٹ نقول تیار کرنے کے لئے استعمال کیا جانا چاہیے۔ اس طرح اصل مخطوط شکست و ریخت سے بچایا جا سکتا ہے۔

سروے کی اس اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ مخطوطات کے بارے میں بالخصوص

پورے ملک کا سروے کرایا جائے۔ نجی ذخیروں میں موجود بے شمار مخطوطات ابھی منظر عام پر نہیں آئے انہیں بھی ریکارڈ پر آنا چاہیے ورنہ ان کی تباہی کے بارے میں بھی کسی کو علم نہ ہو سکے گا۔ مخطوطات کے سروے میں ہمیں پڑوسی ممالک کے مخطوطات کے ذخائر کے بارے میں علم ہونا چاہیے کیونکہ علمی اور ثقافتی اعتبار سے ہندوستان، ایران، افغانستان، ترکی، بنگلہ دیش اور وسطی ایشیائی ممالک کے ساتھ ہمارے گہرے رابطے رہے ہیں۔ ان روابط کی ایک جھلک ہمیں ان ممالک میں پائے جانے والے مخطوطات میں بخوبی نظر آتی ہے۔ برصغیر کے حوالے سے یہ روابط بہت گہرے ہیں۔ برصغیر میں جب بھی مخطوطات کی بات چلتی ہے تو خدا بخش لائبریری(۷) پٹنہ کا ذکر ضرور آتا ہے۔ یہ کتب خانہ خان بہادر مولوی خدا بخش (وفات ۱۹۰۸) کی عظیم الشان یادگار ہے جس کی داغ بیل ان کے والد مولوی محمد بخش مرحوم کے زمانہ میں پڑ چکی تھی۔ یہ کتب خانہ اب ایک بہت بڑا علمی اور تحقیقی مرکز بن گیا ہے۔ اس کے تحت اکثر توسیعی خطبات اور لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سال میں ایک بار اور کبھی دو بار بھی سیمینار ہوتے ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں سے اہم اور نادر مخطوطات پر خدا بخش جنوبی ایشیائی سیمینار کا سلسلہ اس غرض سے شروع کیا گیا ہے کہ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ میں نجی اور عوامی ذخیروں میں محفوظ نایاب اور کمیاب مخطوطات میں سے اہم ترین کو منتخب کر کے اس کی تدوین کا کام شروع کیا جائے۔ اس سلسلے میں طب، تصوف، تاریخ ہندوپاک، تفسیر اور قرآنیات، ہند کے مذاہب اور اردو مخطوطات پر کامیاب سیمینار(۸) ہو چکے ہیں۔

پاکستان میں مخطوطات اور نادر کتب کے حوالے سے خیرپور پبلک لائبریری کو ایک بڑا مقام حاصل ہے۔ ممکن ہے کہ مستقبل میں یہ کتب خانہ برصغیر اور دوسرے ممالک میں بھی وہی مقام حاصل کر لے جو خدا بخش لائبریری پٹنہ کو حاصل ہے

★★

تصریحات

نمبر شمار

۱۔ اشرف علی، تحفظ دستاویزات و کتب کلنہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء، ص ۱۰۰، ۱۰۱۔

۲۔ پاکستان میں قومی دستاویزاتی قوانین (کتابچہ) محکمہ تحفظات قومی دستاویزات، اسلام آباد ۱۹۹۴ء

۳۔ انڈیا آفس لائبریری اینڈ ریکارڈ، لندن کے ڈپٹی ڈائریکٹر۔

۴۔ کیڑوں سے کتابوں کو محفوظ کرنے کے لئے ایک بند چیمبر میں تھائیمول اور پیرا ڈائی کلوروبنزین جراثیم کش ادویات کی موجودگی میں مخطوطات کو ایک مقررہ عرصہ تک رکھ کر محفوظ کرنے کے طریقے کو کہتے ہیں۔

۵۔ (۱) قومی عجائب گھر کراچی۔ (۲) انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، جامشورو (۳) عجائب گھر لاہور اور (۴) نیشنل آرکائیوز آف پاکستان، اسلام آباد۔

۶۔ بھوج پتر نسل کا ایک درخت جو غوش کہلاتا ہے۔ اس کی شاخیں پتلی، پتے چھوٹے اور چھال سفید اور چکنی ہوتی ہے اور یہی لکھنے کے کام آتی ہے۔ قومی انگریزی لغت، مقتدرہ قومی زبان، ص۔۱۸۹۔

۷۔ ضیا الدین اصلاحی کتب خانہ خدا بخش پٹنہ، ص ۷۰۔۴۳، ماہنامہ قومی زبان کراچی، فروری ۱۹۹۶ء

۸۔ ایضاً

کتابیات

۱۔ ڈاکٹر صادق علی گل۔ "اسلامی تاریخ نویسی کا آغاز" پبلشرز ا۔ یموزیم لاہور، ۱۹۹۴ء

۲۔ ڈاکٹر صادق علی گل۔ "فن تاریخ نویسی" پبلشرز ا۔ یموزیم لاہور، ۱۹۹۳ء

۳۔ وی۔ سی، سکاٹ کوز، An Eastern Library، گلاسکو، ۱۹۲۰ء

۴۔ ضیاالدین اصلاحی، "کتب خانہ خدا بخش پٹنہ" ماہنامہ "قومی زبان، کراچی، فروری

۱۹۹۶ء

۵۔ عتیق ظفر شیخ/اشرف علی، A study to determine the Problems of Conservation & Restoration of Achieves & Library Material in Pakistan اسلام آباد، ۱۹۸۲ء

۶۔ ڈاکٹر زوار حسین زیدی۔ Report on Manuscript material in Libraries & Museums including some Private Collection in Pakistan وزارت سیاحت و ثقافت، اسلام آباد۔ ۱۹۸۲ء

۷۔ ڈاکٹر محمد شفیع "اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد نمبر ۶" دانشگاہ پنجاب، لاہور۔ ۱۹۹۲ء

۸۔ سرولز لے ہیگ 'The Cambridge History of India, Vol.IV کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۷ء

۹۔ مارگریٹا برنس، 'The Indian Press' جارج ایلن انون لمیٹڈ لندن۔ ۱۹۴۷ء

۱۰۔ اشرف علی۔ "تحفظ دستاویزات و کتب خانہ" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔ ۱۹۹۳ء

۱۱۔ نیشنل آرکائیوز۔ "پاکستان میں قومی دستاویزاتی قوانین (کتابچہ)" محکمہ تحفظ قدیم قومی دستاویزات، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء

۱۲۔ مقتدرہ قومی زبان۔ "قومی انگریزی اردو لغت" مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔ ۱۹۹۴ء

**

باب دوم

مخطوطات۔ منہج تحقیق

منہج تحقیق میں مخطوطہ کے نسخوں کی اہمیت

ڈاکٹر محمد طفیل☆

مسلمانوں میں اپنے علمی ورثہ کی اہمیت' اس کے تحفظ اور اسے شائع کرنے کا احساس بیدار ہے اور عالم اسلام' خاص طور سے عرب دنیا میں' احیاء تراث کے متعدد ادارے قائم ہیں۔ جو غیر مطبوعہ مواد کو چھان پھٹک کر منظر عام پر لا رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مخطوطات اور غیر مطبوعہ مسودات کو حیات دوام بخشنے کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کیا جائے۔ مخطوطات کی تحقیق کا منہج ترتیب دیا جائے اور ایک تحریک کے طور پر ہر خطہ اور ہر علاقہ کے اہل علم اپنے اپنے خطے کے مخطوطات کی فہارس تیار کریں۔ انہیں تحقیق کے زیور سے سجائیں اور طبع کر کے دیگر اہل علم تک پہنچائیں تاکہ دینی' علمی اور سائنسی میدانوں میں مسلمانوں کی خدمات نمایاں ہوں اور انسانیت ان علمی جواہرپاروں سے مستفید ہو۔

جب ہم مخطوطات کی تحقیق (editing) کی بات کرتے ہیں تو بے شمار مشکلات اور مسائل ہمارے دامن گیر ہوتے ہیں۔ اس مختصر وقت میں ان تمام مسائل کا احاطہ ممکن نہیں۔ اس لئے ہم تحقیق مخطوطات کے ایک اہم پہلو پر توجہ مرکوز رکھیں گے۔ چنانچہ اس تحریر کا موضوع ہے "منہج تحقیق میں مخطوطہ کے نسخوں کی اہمیت" اس موضوع کا تعلق ایک جانب کسی غیر مطبوعہ کتاب کے متعدد نسخوں کی تلاش و جستجو سے ہے' تو دوسری جانب یہ موضوع منہج تحقیق کا ایک اہم پہلو اجاگر کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ موضوع مخطوطہ کی تحقیق کو وقیع' قابل اعتماد اور آسان بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

اگر آپ تحقیق شدہ مخطوطات کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ مخطوطات کی تحقیق کرتے وقت عموماً" دو طریقے رائج رہے۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی مخطوطہ تحقیق و تدقیق کے لئے منتخب کیا گیا تو زیر تحقیق تصنیف کے معلوم قلمی نسخوں سے واقفیت حاصل کی گئی۔ ان کی

☆ صدر شعبہ سیرت' اسلامی تاریخ و تہذیب' ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد

تاریخ تصنیف و کتابت ترتیب دے کر "نسخہ مصنف" یا کتاب کے قدیم ترین نسخہ تک رسائی پا کر اسے حاصل کیا گیا اور تحقیق کے لئے "اساسی نسخہ" (basic copy) کے طور پر استعمال کیا گیا اور زیر تحقیق مخطوطہ کی بعد کی نقول کو معاون نسخوں کے طور پر استعمال کیا گیا اور اس طرح مخطوطہ کی تحقیق مکمل ہوئی۔ بعض محققین کی ایسی کوششیں بھی ہمارے سامنے ہیں جن کی تحقیق مخطوطہ صرف ایک نسخہ (single copy) کی رہین منت ہے۔ مخطوطے کے واحد نسخہ پر انحصار کر کے تحقیق شدہ کتاب اہل علم کے ہاتھوں تک تو پہنچ جاتی ہے لیکن وہ منہج تحقیق کے تقاضے پورے نہیں کرتی۔ اس میں عیوب و نقائص، کمی بیشی اور تقدیم و تاخیر نیز کتاب کے نامکمل رہ جانے کا کافی احتمال باقی رہتا ہے۔

"احیاء التراث" کے کام کی اہمیت مسلمہ ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق کے لئے کسی مخطوطہ کا انتخاب کرتے وقت یہ امر بھی معلوم کرلیا جائے کہ جس مخطوطہ کی تحقیق کا بیڑا اٹھایا جا رہا ہے۔ اس کے کتنے قلمی نسخے عالمی ذخیرہ ہائے مخطوطات میں محفوظ ہیں؟ اور کیا ان نسخوں کا حصول یا ان تک رسائی ممکن ہے؟ بصورت دیگر واحد نسخہ پر انحصار کرنا پڑے گا جو عموماً مطلوبہ تحقیقی نتائج فراہم نہیں کرتا۔

اگر مخطوطہ کے واحد نسخہ پر اعتماد کر کے تحقیقی کام سرانجام دیا جائے تو جن مشکل امور سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ان میں سے چند ایک ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ نسخہ کا اول، آخر یا درمیان سے ناقص ہونا، نسخہ میں بیاضات (blanks) کا پایا جانا، کاغذ کا پھٹ جانا، کرم خوردگی، جلد بندی میں اوراق کی تقدیم و تاخیر، حواشی یا صفحات کی جوانب پر لکھی ہوئی اضافی عبارات کا ضیاع، بعض الفاظ کا مختلف وجوہ سے مٹ جانا یا روشنائی کا مدہم ہو جانا۔

۲۔ ناقل نسخ کی اغلاط، کاتب کے ذاتی تصرفات، الفاظ و کلمات کی املاء میں تفاوت، معاصرانہ چپقلش یا مخالفانہ نظریہ کی عکاسی۔ ناقل کی بدخطی، بعض اصطلاحات اور انتہائی اہم الفاظ اور کلمات کا صحیح نقل نہ کیاجانا۔ عبارات پڑھنے میں ناکامی اور نسخہ میں غیر معروف رسم الخط کا استعمال وغیرہ۔

۳۔ واحد نسخہ کا کسی ایسی جگہ موجود ہونا، جس جگہ تک رسائی ممکن نہیں، نسخہ کا مالک اس کی نقل دینے کے لئے تیار نہیں۔ خود واحد نسخہ اس قدر خستہ یا بوسیدہ ہے کہ اس

کی نقل تیار کرنا مشکل ہے۔ یا مشینوں کے ذریعے نقل تیار کرنے سے مخطوطہ کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو، مخطوطہ میں روشنائی ایسی استعمال کی گئی ہو کہ اس کی فوٹو کاپی، مائیکروفلم، فوٹوگراف، یا مائیکروفش نہ بنائی جا سکے۔ مشینی استعمال سے نسخہ کی تحریر کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ وغیرہ وغیرہ۔

۴۔ نسخہ یا اس کی نقل فراہم کرنے کے لئے اس قدر زیادہ قیمت یا معاوضہ طلب کیا جائے کہ محقق اس کی ادائیگی سے قاصر ہو یا مالک نسخہ ایسی شرائط عائد کرے جن کی تکمیل عموماً ممکن نہ ہو۔

۵۔ واحد نسخہ کا رسم الخط غیر معروف ہو یا اس قدر الجھا ہوا اور شکستہ ہو کہ اسے پڑھنا دشوار ہو۔ قدیم مخطوطات میں کاتب نقاط، اعراب اور حرکات و سکنات کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ ایسے واحد نسخہ کی مدد سے تحقیقی کام کرنا بہت ہی دشوار اور قابل اعتماد ہوتا ہے۔ نیز واحد نسخہ کی مدد سے مکمل ہونے والا تحقیقی کام زیادہ وقت، توجہ اور مہارت کا متقاضی ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا اور اسی طرح کی دیگر مشکلات اور نقائص اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ کسی بھی مخطوطہ کا تحقیق کے لئے انتخاب کرتے وقت ایسا مخطوطہ منتخب کیا جائے، جس کے متعدد نسخے موجود ہوں اور ان کا حصول یا ان تک رسائی ممکن ہو۔ کیونکہ کسی مخطوطہ کے زیادہ نسخوں کا پایا جانا مخطوطہ کی اہمیت، مقبولیت اور اس کی ضرورت تحقیق کو واضح کرتا ہے۔ نیز متعدد نسخوں کی مدد سے محقق نسخہ اکمل، اصح، زیادہ معتمد علیہ (authentic)، واضح اور زیادہ مفید ہو گا۔ بعض اوقات ایک سے زیادہ نسخوں کی ضرورت اس لئے بھی پیش آتی ہے کہ خود فاضل مصنف نے اپنی کتاب پر نظرثانی کرکے اس میں کمی بیشی اور حک و اضافہ کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض مصنفین اپنی ہی تصانیف کی شروح، اختصارات اور حواشی بھی ترتیب دیتے رہے ہیں۔ جن تک رسائی متعدد نسخوں کی بدولت ہی ممکن ہے اسی طرح ناسخوں، ناقلوں یا کاتبوں کے تصرفات کی وجہ سے متن میں "الحاقی عبارات" شامل ہو گئی ہوں یا جلد ساز نے صفحات کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر کر دی تو یہ عیب اور نقص بھی متعدد نسخوں کی مدد سے ہی دور کیے جا سکتے ہیں۔ ان تمام امور کے لئے نسخہ مصنف یا قدیم ترین نسخہ کو ہمیشہ ترجیح حاصل رہے گی۔

"نسخہ مصنف" کو پہلی ترجیح اس لئے حاصل ہوتی ہے کہ اسے فاضل مصنف نے خود تحریر

کیا ہوتا ہے۔ یہی نسخہ حقیقی، اصلی اور سب سے زیادہ قابل اعتماد ہو گا۔ اسی طرح مخطوطہ کا وہ نسخہ بھی کامل اہمیت کا حامل ہو گا، جس کی فاضل مصنف نے خود تصحیح کی ہو اور اپنی تصحیح کی نشاندہی بھی کی ہو، یا وہ نسخہ مصنف کے سامنے پڑھا گیا ہو اور مصنف نے اس نسخہ کے درست ہونے کی تصدیق کی ہو۔ اس لئے اگر کسی خوش نصیب محقق کو "نسخہ مصنف" یا اس کا مصححہ یا مصدقہ نسخہ میسر آ جائے، تو اسے نہ صرف اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے، بلکہ اسے ہی "اساسی نسخہ" قرار دے کر عمل تحقیق کا جلد آغاز کرنا چاہیے اور اگر مذکورہ بالا نسخہ میسر نہ آئے تو حاصل شدہ نسخوں میں سے قدیم ترین نسخہ کو "معیاری نسخہ" قرار دے کر تحقیقی کام کا آغاز کرنا ہو گا۔ کیونکہ جو نسخہ مصنف کے دور سے قریب تر ہوتا ہے، اصول تحقیق کی رو سے اسے عموماً" صحیح تر تسلیم کیا جاتا ہے۔

بعض اوقات یہ امر بھی مشاہدے میں آتا ہے کہ کسی مخطوطہ کا ایک غیر محقق (un-edited) نسخہ طبع ہو گیا ہے اور چھاپنے والے کو مخطوطہ کے دیگر نسخے دستیاب نہیں ہوئے تھے یا وہ اپنے کو مشقت تحقیق سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ اس صورت میں غیر محقق مطبوعہ نسخہ کو بھی مخطوطہ کے دیگر نسخوں کے ساتھ استعمال میں لایا جائے۔ غیر محقق مطبوعہ نسخہ کی وجہ سے عمل تحقیق ترک نہ کیا جائے۔ بلکہ مخطوطہ کی اپنی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے تحقیقی کام سرانجام دیا جائے۔ کتاب کا مطبوعہ نسخہ صرف عبارات کی تصحیح میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ جبکہ عمل تحقیق میں صحت عبارت کے علاوہ اور بھی بہت سے امور مکمل کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دیگر غیر مطبوعہ نسخوں کی مدد سے مطبوعہ نسخہ میں عیوب و نقائص معلوم ہوں جنہیں فاضل محقق دیگر نسخوں کی مدد سے دور کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ایسی خدمت محقق کی جانب سے قارئین کے لئے ایک بیش بہا اضافہ تصور کی جائے گی۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مخطوطہ کے متعدد نسخوں کی تلاش کیسے ممکن ہے؟ کیونکہ ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ ایک نسخہ تک رسائی ممکن اور اس کا حصول آسان ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی مخطوطہ کا ایک نسخہ قریبی کتب خانہ سے مل جاتا ہے۔ کسی دینی ادارے یا خانقاہ میں محفوظ ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی استاد کے توسط سے بھی مخطوطے کا ایک نسخہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ متعدد نسخوں تک رسائی اور ان کا حصول مشکل ہوتا ہے۔ یہ ایک اہم سوال ہے۔ اس کا جواب تفصیل طلب ہے۔ متعدد نسخوں کے حصول کے لئے یہ ممکنہ ذرائع ہو سکتے ہیں۔

متعدد نسخوں کی تلاش کئی طریقوں سے ممکن ہے۔ جن میں مقامی' ملکی' علاقائی اور عالمی سب ہی وسائل بروئے کار لائے جا سکتے ہیں۔ سب سے پہلے منتخب مخطوطہ کے مصنف کا علاقہ اور زمانہ متعین کیا جائے۔ بعدازاں اس کے اکابر اساتذہ اور نامور تلامذہ کی فہرست مرتب کی جائے۔ مصنف اور اس کے اساتذہ اور تلامذہ کے نجی ذخیروں' ان کے علاقوں کے کتب خانوں' ان کے اپنے علمی اداروں اور خاندانوں کے نجی کتب خانوں یا پیرومرشد کی خانقاہوں میں مطلوبہ مخطوطہ کے دیگر نسخے تلاش کئے جائیں۔ اسی طرح اگر ممکن ہو تو فاضل مصنف یا اس کے شاگردوں کے خاندانوں' عزیز و اقارب' ہم عصر اہل علم اور رفقاء کے ذخیرہ ہائے کتب میں بھی مطلوبہ کتاب کے دیگر نسخے ڈھونڈے جائیں تو ان کی دستیابی کا قوی امکان ہوتا ہے۔

اہل علم نے مسلمان اکابر اور علماء کے احوال حیات' ان کی تصانیف اور علمی کارناموں کو محفوظ کرنے کے لئے انفرادی اور اجتماعی سوانح عمریاں ترتیب دی ہیں۔ اس لئے کسی مخطوطہ کے فاضل مصنف کے احوال معلوم کرنے' مصنفین کی تصانیف سے آگاہی حاصل کرے اور ان کے کتب کے مطبوعہ ہونے' یا ان کے مخطوطات کے متعدد نسخوں کی دستیابی کے بارے میں مصدقہ اور وسیع تر معلومات حاصل کرنے کے لئے سوانح' تذکرے اور تراجم کی کتابوں سے استفادہ کیا جائے۔ اگر زیر تحقیق مخطوطہ کا فن معلوم ہو جائے تو اس فن کی تاریخ پر لکھی گئی کتابیں بھی مددگار ثابت ہوتی ہیں اور ان کتب سے مطلوب مصنف کے حالات زندگی اور ان کی تصانیف اور مخطوطات کے متعدد نسخوں اور ان کی دستیابی کے لئے رہنمائی مل سکتی ہے۔

"احیاء التراث العلمی" کے لئے قائم شدہ اداروں' دیگر علمی اداروں' ماہرین مخطوطات' بڑے کتب خانوں' انفرادی کتب خانوں اور ماہر افراد سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔ یہ سب اہم خدمت انجام دے رہے ہیں اور وہ خدمت یہ ہے کہ انہوں نے مختلف ذخیرہ ہائے کتب کے مخطوطات کی مکمل فہارس تیار کر دی ہیں۔ یہ فہرستیں عام طور پر فن وار ترتیب دی جاتی ہیں اور ہر فن کے تحت کتب کے ناموں کا اندراج الفبائی ترتیب سے ہوتا ہے اور ہر کتاب کے بارے میں تفاصیل درج ہوتی ہیں۔ یہ تفاصیل عام طور پر مصنف کا نام اور زمانہ' مخطوطہ کا سن تصنیف یا نقل' کاتب کا نام' نسخہ کی موجودگی کی جگہ' نسخہ کی حالت' اس کے مکمل یا نامکمل ہونے کی اطلاع' مخطوطہ کا رسم الخط' فی صفحہ سطور اور نسخہ کا سائز وغیرہ ظاہر کرتی ہیں اور مخطوطہ کی مکمل نشاندہی کے لئے اس کی ابتداء اور انتہاء سے عبارات بھی نقل کی جاتی ہیں نیز مخطوطہ کا لائبریری نمبر بھی درج ہوتا ہے۔

اس طرح مخطوطہ کی مکمل شناخت ہو جاتی ہے اور اس کے قدیم یا جدید ہونے کے بارے میں بھی معلومات بخوبی حاصل ہوتی ہیں اور اس تک رسائی بھی ہو جاتی ہے۔

اہل علم مخطوطات کی کیفیت معلوم کرنے اور ان کے متعدد نسخوں کا سراغ لگانے کے لئے ان فہارس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان فہارس سے مطلوبہ معلومات باسانی حاصل کی جا سکتی ہیں جو قابل اعتماد ہوتی ہیں اور بطور مرجع (Reference) بھی استعمال کی جاتی ہیں۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کے کتب خانے میں ایسی عالمی فہارس کا ایک بڑا ذخیرہ محفوظ ہے' جس سے استفادہ ممکن ہے کیونکہ ڈاکٹر محمد حمیداللہ لائبریری میں موجود مخطوطات' عکسیات' مائکروفلم اور فوٹوسٹیٹ نسخوں کی مکمل فہرست دستیاب ہے نیز محققین ان نادر علمی شہ پاروں تک رسائی بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

پاکستان میں پائے جانے والے مخطوطات کی فہرست سازی کا کام بھی اہل علم کی توجہ کا مرکز ہے۔ چنانچہ قومی عجائب گھر کراچی' جامعہ کراچی' جامعہ ہمدرد کراچی' ادارہ برائے مطالعہ سندھیالوجی حیدر آباد' کتب خانہ پیر جھنڈو' سنٹرل لائبریری بہاولپور' جامعہ پنجاب لاہور' دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور' پنجاب پبلک لائبریری لاہور' دارالسلام لائبریری لاہور' ادارہ تحقیقات اسلامی کا کتب خانہ' کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور جیسے بڑے بڑے کتب خانوں اور بعض معروف دینی مدارس کے کتب خانوں کی فہارس مخطوطات شائع ہو چکی ہیں۔ اسی طرح مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کے "کتب خانہ داتا گنج بخش" کے مخطوطات کی فہرستیں کئی جلدوں میں چھپ چکی ہیں۔ جن میں عربی' فارسی' اردو' پنجابی' پشتو اور دیگر علاقائی زبانوں کے مخطوطات شامل ہیں۔

مخطوطات کے تحفظ و بقا اور انہیں تحقیق کے بعد طبع کرنے پر عرب دنیا میں خاص توجہ دی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں مراکش' الجزائر' کویت' شام' عراق' یمن' اردن' مصر' ترکی اور سعودی عرب میں متعدد تنظیمیں اور ادارے سرگرم عمل ہیں۔ ان اداروں کے پاس بھی عالمی فہارس مخطوطات اور اپنے اپنے ممالک میں موجود مخطوطات کی فہرستیں موجود ہوتی ہیں۔ یہ ادارے نہ صرف مخطوطات کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں بلکہ مخطوطات کی نقول کے حصول میں بھی مدد دیتے ہیں۔ اور ایسے افراد اور اداروں سے تعاون کرتے ہیں جو "احیاء التراث" کے میدان میں کام کرتے ہیں۔ مجلہ معهد المخطوطات العربیہ کے نام سے ایک ماہنامہ عربی زبان میں کویت سے شائع ہوتا ہے جو مخطوطات کے مختلف پہلوؤں اور موضوعات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کا

مطالعہ بھی اس ضمن میں مفید ثابت ہو گا' اور سعودی عرب میں قائم "موسسة الملک فیصل الخیری" ریاض بھی مخطوطات کی نقول فراہم کرنے کے لئے محققین کی مدد کرتا ہے۔ یہ اور اس طرح کے دیگر ذرائع بروئے کار لانے سے مطلوبہ مخطوطہ کے متعدد نسخے تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

جب ایک مخطوطہ کے متعدد نسخے میسر ہوں' تو ان میں سے نسخہ مصنف' قدیم ترین نسخہ یا کامل ترین نسخہ کو "اساسی نسخہ" قرار دے کر تحقیق کا کام شروع کیا جائے اور "اساسی نسخہ" سے پہلی بار کتاب کی پوری عبارت نقل کرلی جائے۔ "اساسی نسخہ" میں جو نقائص یا عبارت پڑھنے میں جو مشکلات درپیش ہوں ان کی نشاندہی مناسب طریقے سے کرلی جائے۔ تاکہ بعد میں ان کی تصحیح یا تکمیل دیگر مراجع یا نسخوں کی مدد سے ممکن ہو سکے۔

اساسی نسخہ' کے علاوہ دیگر نسخوں کو استعمال کرنے اور حاشیہ وغیرہ میں ان کا حوالہ تحریر کرنے کے لئے اہل علم کے ہاں متعدد طریقے رائج ہیں۔ چند مروجہ طریقے درج ذیل ہیں۔

الف نسخوں کو زمانی ترتیب کے مطابق ایک' دو' تین' چار' کے نمبر دیئے جاتے ہیں اور حاشیہ میں اختلاف عبارات نقل کرتے وقت اغلاط کی تصحیح یا بیاضوں کی تکمیل کے وقت حاشیہ میں حوالہ دیا جاتا ہے۔ جس کی نشان دہی اس طرح کی جائے نسخہ نمبرا میں ہے یا نسخہ نمبر۲ یہ الفاظ یا عبارت اس طرح تحریر ہے۔

ب۔ متعدد نسخوں کو ان مقامات کے حوالے سے پہچانا جاتا ہے' جہاں وہ اصل شکل میں موجود ہیں۔ جیسے نسخہ لاہور' نسخہ کلکتہ اور نسخہ بٹالہ وغیرہ اور متعلقہ نسخہ کا حوالہ ضبط کرتے وقت شہر کے نام کے مخففات استعمال کئے جاتے ہیں جیسے نسخہ لاہور کے لئے نسخہ لام یا صرف لام' نسخہ کلکتہ کے لئے "ک" اور نسخہ بٹالہ کے لئے "ب" وغیرہ۔

ج۔ بعض محققین نسخوں کو ان کے کاتبوں کے نام سے ممیز ہوتے ہیں اور حوالہ دیتے وقت نسخہ جلال یا نسخہ بغدادی یا نسخہ قلندری وغیرہ تحریر کرتے ہیں اور ان میں فرق و امتیاز ملحوظ رکھتے ہیں۔

یہ سبھی طریقے علمی اور محققین کے ہاں استعمال ہوتے ہیں اس لئے محقق ان میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کر سکتا ہے' یا ان طریقوں میں اضافہ کرتے ہوئے مخطوطے کو ان کے اہل کتب خانہ کی طرف بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔ جیسے نسخہ خدا بخش لائبریری' نسخہ جامعہ پنجاب اور نسخہ پیر جھنڈو وغیرہ۔

اس طویل گفتگو سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہی متن زیادہ صحیح، قابل اعتماد اور حقیقت پر مبنی ہوتا ہے جو متعدد نسخوں کی مدد سے مرتب کیا جائے۔ بصورت دیگر تحقیق کا کام کم تر درجہ کا حامل ہو گا۔ اس میں اغلاط باقی رہنے اور کتاب کے نامکمل رہنے کا امکان غالب رہتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ عمل تحقیق میں مخطوطہ کے متعدد نسخے زیر استعمال رہیں کیونکہ منہج تحقیق کا یہی تقاضا ہے۔

یہ گفتگو اس موضوع پر مکمل ہو سکتی ہے کہ مخطوطہ کے میسر نسخوں میں سے جس نسخے کو "اساسی نسخہ" قرار دیا جائے۔ وہ کن اوصاف کا حامل ہو؟ تاکہ تحقیق کی ابتدا ہی ایسے طریقے سے کی جائے جو کامیابی کا ضامن ہو۔ اور محقق تصحیح متن کی مشکلات کا شکار ہو کر دل برداشتہ نہ ہو اور اپنے کام کو پوری لگن اور دلچسپی سے جاری رکھ سکے۔

"اساسی نسخہ" ہر طرح سے مکمل ہو۔ نہ اول آخر سے ناقص ہو، نہ اس میں بیاضات ہوں۔ اس کی موضوعاتی فہرست موجود ہو۔ اس کی صفحہ بندی مکمل ہو، اس میں ترقیمات لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہو، ناسخ کا نام اور تاریخ تحریر درج ہو، روشنائی واضح ہو جابجا مدہم نہ ہو، کرم خوردہ نہ ہو۔ اس کے اوراق بوسیدہ، کمزور یا کٹے پھٹے نہ ہوں۔ اس تک رسائی اور اس کا حصول بھی بآسانی ممکن ہو۔ خوشخط لکھا ہوا ہو اور عنوانات بھی جلی قلم سے ظاہر کیے گئے ہوں۔ نسخہ مصنف ہو یا مصنف کے قریب ترین عہد میں لکھا گیا ہو۔ ان اوصاف کا حامل "اساسی نسخہ" دستیاب ہو تو تحقیقی کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔ کام کی بروقت تکمیل ممکن ہوتی ہے اور صحیح ترین متن پیش کرنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ کے "اساسی نسخہ" کی عبارات اور معلومات کو دیگر نسخوں کی مدد سے مضبوط کیا گیا ہو۔ کیونکہ منہج تحقیق میں مخطوطہ کے متعدد نسخوں کا استعمال بنیادی ضرورت تصور ہوتا ہے اور واحد نسخے کی بنیاد پر تحقیق شدہ کتاب کو وہ مرتبہ و مقام حاصل نہیں ہوتا ہے جو درجہ متعدد نسخوں کی مدد سے تحقیق شدہ متن کو حاصل ہوتا ہے۔

ان معروضات کی روشنی میں بجاطور پر توقع کی جاتی ہے کہ تحقیق متون کے میدان میں کام کرنے والے، اساتذہ کرام، ماہرین طلبہ اور اہل علم ایسے مخطوطات کی تحقیق کو ترجیح دیں گے جن کے متعدد نسخے میسر ہوں تاکہ معیاری تحقیقی کام کو فروغ ملے اور مخطوطات کامل تصحیح کے ساتھ شائع ہوں۔

مراجع و مصادر

ابتدائی تحریری ترتیب دیتے وقت مندرجہ ذیل مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے نیز امید کی جاتی ہے کہ یہ کتب اس میدان میں مزید کام کرنے والوں کے لئے ممد و معاون ثابت ہوں گی۔

۱۔ الاصول فی البحث العلمی، الدکتور/ محمد ازہر سعید السماک، بغداد، عراق، وزارہ التعلیم العالی و البحث العلمی، ۱۹۸۰/ ۱۴۰۰ھ

۲۔ طریقہ تفکیر و تحقیق، دکتر/ علی احمد آبادی، دانشگاہ، تہران، ۱۳۴۶

۳۔ کتابة البحث العلمی، الدکتور/ عبدالوہاب ابراہیم ابو سلمان، جدہ، دار الشروق، ۱۹۸۰/ ۱۴۰۰ھ

۴۔ کیف تکتب بحثاً او رسالہ، دکتور/ احمد شلبی

۵۔ تحقیق التراث، الدکتور/ عبدالهادی الفضلی، مکتبہ العلم۔ جدہ ۱۹۸۲/ ۱۴۰۲ھ

۶۔ نقد و تصحیح متون، نجیب مائل ہروی، مشہد ۱۳۶۹

۷۔ المخطوطات و الکتب، احمد سعید، دار الکتب المصریہ القاہرہ، ۱۹۲۸/ ۱۳۴۶ھ

۸۔ تدوین متن کے مسائل، قاضی عبدالودود خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ، ۱۹۸۲ء

۹۔ تحقیق متن، تنویر احمد علوی، دہلی ۱۹۸۰

۱۰۔ اصول تحقیق، ڈاکٹر سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۴ء

11- Guide to the Successful, Thesis and dissertation, Manch, J.C. Newyork, Marcel Dekker Inc. 1981

12- Survey of Research in the Arab world, Mono Palmer, Celarado, West View Press 1982.

13- The writer's Agenda, Gouth, H.P, Newyork, Hercourt California Wads Worth Publishing Company 1988.

14- The Contemporary Writer, Winte Word N.R., Newyork, Hercourt Hercourt Jowuanovich Inc, Second Edition

15- The art of writing, Ruggero, V.R., California Alfreed Publishing Company Not mentioned

16- A Dictionary of Research Methods, Ghosh, B.N., Noida, Arnald Heinemonn 1986

17- Research How to Plan, Speak and Write about it, Sorgi, C.H. New Delhi Naroeu Publishing House, 1985.

★★

مخطوطات کا حصول' حفاظت' قدامت' قدر و قیمت اور اہمیت پرکھنے کے طریقے

ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم☆

"علم" ایک ایسا وقیع حوالہ ہے جو کسی بھی قوم کی ہمہ پہلو ترقی اور عروج کا ضامن ہے۔ یہ تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جن قوموں نے اپنے درمیان علم کو رواج دیا' وہی تہذیب و تمدن آشنا ہوئیں اور اقوام عالم کے درمیان سربلند۔ علم نے ہی انہیں ترقی کی راہوں پر گامزن کیا' اسی کے سبب فلاحی معاشرہ کی تشکیل ہوئی اور قوموں نے زندگی گزارنے کے ڈھنگ سیکھے۔ جن قوموں نے علم سے اپنا رابطہ کمزور اور علماء کی ناقدری کی' کامیابیوں نے ان سے منہ موڑ لیا اور ترقی و کامرانی زوال میں بدل گئی۔

علم کی ترویج اور اس کے ذریعے قوموں کی سربلندی میں علماء کا کردار ہمیشہ اہم اور کلیدی حیثیت کا حامل رہا۔ یہ ذمہ داری جتنی گرانقدر تھی اسی نسبت سے علماء نے اس کا حق ادا کیا اور اسے بہر طور نبھایا۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ماحصل علمی حقائق کی صورت میں اپنی قوم کو نہ صرف منتقل کیا' بلکہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی محفوظ کیا۔ راہ علم کی ہزار دقتوں کے باوجود علماء کی ان تھک اور مخلصانہ مساعی کے نتیجہ میں قلم و قرطاس کے ملاپ سے علم و ادب کے ایسے عظیم اور نادر شہ پارے وجود میں آئے' جنہوں نے کل امتوں کو رفعتوں سے ہمکنار کیا' آج بھی نہ صرف ماضی کی عظمتوں کے شاہد' بلکہ روشن حال اور تابناک مستقبل کے پیامبر ہیں۔

ماضی افراد اور اقوام کے لئے تجربہ گاہ کی حیثیت رکھتا ہے' جس سے سیکھ کر وہ اپنے مستقبل کی تعمیر کرتے ہیں۔ وہ قومیں جن کا تعلق اپنے ماضی سے استوار نہ رہے' نہ ان کا حال قابل فخر ہوتا ہے' نہ مستقبل باعث اطمینان۔

☆ شعبہ عربی' گورنمنٹ کالج' فیصل آباد

مخطوطات، وہی میراث علم ہے جو اسلاف نے آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑی۔ یہ آسمان علم کی وہ کہکشائیں ہیں، جو صدیوں کے زمانی فاصلوں کے باوجود نیر و تاباں ہیں اور آنے والی صدیوں میں روشنیوں اور اجالوں کی نقیب۔ ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ آج ہم اس عظیم میراث علمی کے امین ہیں اور اس کے تحفظ اور آئندہ نسلوں تک انہیں منتقل کرنے کے ذمہ دار۔

ترقی اور ایجادات کے دور جدید نے اہل علم کو جہاں بے شمار سہولتوں سے نوازا اور ترقی علم کے بے شمار دروازے وا کیئے، راہ عالم کی دشواریوں کو دور اور سفر کو آسان تر بنایا، وہیں علم کے ساتھ انسانی تعلق کی کڑیوں اور رابطوں کو بہت حد تک کمزور کر دیا۔ آج ایک مولف/مصنف کمپیوٹر کے ذریعے پہلے سے Feeded علمی حوالوں کو محض ایک بٹن دبا کر آن واحد میں حاصل کر لیتا ہے۔ اب اسے بڑی حد تک مآخذ علمی سے رجوع کی ضرورت رہتی ہے، نہ کسی جاہل کمپوزر (Composer) کی کمپیوٹر میں جمع کردہ معلومات کی تصدیق کی زحمت اٹھانا پڑتی ہے، اور نہ ہی علمی حوالوں کی جمع و ترتیب کی مشقت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کا کام اب فقط اتنا رہ جاتا ہے کہ چند کمپیوٹرائزڈ معلومات کو ترتیب دے کر کتابت کے لئے کسی دوسرے جاہل کمپوزر کے حوالے کر دے، پھر کسی پیشہ ور پروف ریڈر سے پروف پڑھوا کر طباعت کے لئے علم کے کوروں کے حوالے کر دے، اور چھپ جانے کے بعد علم کا کاروبار کرنے والوں کے سپرد کر کے رائلٹی کے انتظار اور کسی نئی کتاب کی تیاری میں مصروف ہو جائے۔ اس رویے نے جہاں بلاشبہ فن طباعت کو بلندیوں سے نوازا ہے، وہیں علم کے ساتھ اہل علم کے تعلق کو شدید متاثر کیا ہے۔ ترقی اور سہولت کے ان ذریعوں کو اختیار کر کے ہر سال ہر موضوع پر ہر مصنف کی بہترین زیور طباعت سے آراستہ دلکش تصانیف کی تعداد تو بڑھتی اور لائبریریوں کی الماریوں کی زینت بنتی جا رہی ہے مگر اپنے ماضی کی طرح علمی معیار قائم کرنے کا باعث ہرگز نہیں بن رہی۔

اس صورت حال کا غور طلب پہلو یہ بھی ہے کہ اتنے وسائل، جدید سہولتوں اور کتابوں کے بحرزخار نے امت کو جہل کے اندھیروں سے کس قدر محفوظ رکھا؟ حقیقت یہ ہے کہ اثر تو وہی بات رکھتی ہے، جو دل سے نکلے، اور معلم و مصنف کی زندگی بھر کی ریاضتوں اور محنتوں کا حاصل اس کے اپنے قلم کے ذریعے قرطاس پر منتقل ہو اور وہ علمی تخلیق کے تمام تر مراحل تسوید و تبییض، کتابت و طباعت اور نشر و حفاظت میں نہ صرف براہ راست شریک رہے بلکہ اس کا خون جگر بھی شامل ہو۔

مخطوطات کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کی ترتیب و تشکیل کے تمام مراحل ہی ممتاز اہل علم اور ماہرین فن شریک اور خوب سے خوب اور پاکیزہ سے پاکیزہ تر کی تلاش میں سرگرداں رہیں۔ بالعموم مصنف اپنی تصنیف کی کتابت خود اپنے ہاتھوں کرتا۔ اس کے لئے پختہ، عمدہ اور دیرپا سیاہی، بہترین اور مضبوط کاغذ کے استعمال، ایسے جاذب نظر، اور دلکش بنانے کی طرف بھرپور توجہ دینے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ معیار کی خاطر نظرثانی، ترمیم و اصلاح کرتا رہتا۔ اگر کسی کاتب کو املاء کروانے یا نقل کروانے کی ضرورت ہوتی تو اس کے لئے محض پیشہ ور کاتب نہیں بلکہ کسی عالم و بارع کی خدمات حاصل کی جاتیں۔ ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بہت سے کتابیں وضو اور نوافل کی ادائیگی کے التزام سے منظرعام پر آئیں۔ اس عرق ریزی، خلوص اور علم دوستی کا نتیجہ یہ نکلا کہ صدیوں تک گردوغبار میں اٹی بوسیدہ اور کرم خوردہ ایک ایک کتاب دور جدید کی بھاری بھرکم، بڑے بڑے ناموں اور اعلیٰ درجے کی طبع شدہ ہزاروں کتابوں سے نہ صرف بدرجہ بہتر، بلکہ ان کا مرجع و مصدر ہیں۔ یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ دور حاضر کی ہمہ پہلو ترقی اور انکشافات علمی کی پرشکوہ عمارت کے پس و پیش منظر میں یہی قدیم ورثہ، مخطوطات، اساسی حیثیت کا حامل ہے۔ ماضی کے یہ نقوش اس قدر گہرے، پختہ اور نمایاں ہیں کہ اگر انہیں نکال دیا جائے تو دورحاضر کی تاریخ، تہذیب، ثقافت، تمدن، اخلاق اور علم کی شاندار عمارتیں کھنڈر نظر آنے لگیں۔ عہدماضی کی یہ شاندار باقیات الصالحات ہی ہماری ترقی کی شاہ راہ ہیں۔ مخطوطات کی شکل میں یہ علمی ذخائر ہی ہمارے حال کو ماضی سے مربوط کئے ہوئے ہیں۔ معروف محقق عبدالسلام ہارون نے لکھا

هذا التراث الضخم الذى آل الينا من اسلافنا صانعى الثقافة الاسلامية العربية جدير بان نقف امامه وقفة الاكبار ولاجلال ثم نسمو بزؤسنا فى اعتزاز وشعور صادق بالفخر والغبطة والكبرياء

(تحقيق النصوص ونشرها المقدمه ص:۵)

مخطوط نویسی کا آغاز

یوں تو مخطوط نویسی کا آغاز اس وقت سے ہوا جب انسان لکھنے پڑھنے سے آشنا ہوا، مگر اسلام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ علمی ترقی و تدوین کا آغاز قرآن مجید کی جمع و تدوین اور تصحیف کے ساتھ ہوا۔ اسی کے زیرسایہ عہد بہ عہد علوم اسلامی اور ادب کا وسیع ذخیرہ مدون ہوا۔ عاملین حکومت ہوں یا فاتحین، مبلغین اسلام ہوں یا علماء و فضلاء سب نے مل کر روشنی کا ایسا چراغ جلایا کہ علم کی

کرنیں ہر طرف پھیل گئیں۔ بہت قلیل عرصہ میں تفسیر' حدیث' فقہ' کلام و منطق' نحو و صرف' تاریخ' شعرو ادب اور دیگر علوم کا بہت بڑا ذخیرہ تحریری طور پر وجود میں آیا۔ مکہ' مدینہ' کوفہ' بصرہ اور بغداد علمی مراکز بنے۔ مسلمان جہاں جہاں پہنچے مساجد اور ان کے ساتھ مدارس و مکتبات قائم کئے اور ہر محراب و منبر میں تحقیق و تدوین و تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو گردش ایام اور نامساعد حالات کے باوجود عہد طباعت تک جاری رہا۔

عہد قدیم میں مخطوطات کا تحفظ

عہد اسلامی کے آغاز میں ہی مخطوطات کا بہت بڑا ذخیرہ وجود میں آیا۔ جن کے تحفظ کے لئے خصوصی توجہ دی گئی اور غیر معمولی اہتمام کیا گیا' ان میں:

۱۔ تادیر کرم خوردگی اور بوسیدگی سے محفوظ رہنے والے بہتر' مضبوط اور عمدہ کاغذ کا استعمال۔

۲۔ اعلیٰ' پختہ اور موسمی اثرات سے پاک رہنے والی سیاہی کی تیاری اور استعمال

۳۔ قلمی نسخہ کی انتہائی مضبوط چمڑے اور بسا اوقات سانپوں اور اژدھوں کی کھال سے جلدوں کی تیاری۔

۴۔ مخطوطات کو جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کے لئے کتب خانوں کا قیام۔

حفاظت ہی کے نقطہ نظر سے مصنفین اپنی تصنیفات کا اصل نسخہ حکمرانوں کے کتب خانوں میں جمع کروا دیتے۔ ایسے نسخے نسبتاً" زیادہ محفوظ اور دست برد سے محفوظ رہتے۔

۵۔ مخطوطات کے لئے خاص قسم کی لکڑی سے ایسی الماریاں بنائی گئیں جو دیمک سے محفوظ رکھتیں۔

۶۔ موجود مخطوطات کی متعدد نقول تیار کروا کر مختلف علاقوں میں بھیجی جاتیں۔ ان اقدامات کے نتیجے میں اس عہد کے لوگوں نے بھی ان تصانیف اور علمی خزینوں سے استفادہ کیا اور صدیوں تک محفوظ رکھ کر آنے والی نسلوں کو بھی یہ ورثہ منتقل ہوا۔

مخطوطات کے ذخائر کی تباہی

امت اسلامیہ جب سیاسی ابتری اور اندرونی عدم استحکام کا شکار ہوئی تو علمی ترقی کو بھی زوال آیا' اور علم کے مراکز بے آباد' علماء بے بس اور کتب خانے بیرونی حملہ آوروں کا نشانہ بنے۔ مخطوطات کے نادر روزگار سرمایہ کو اس طرح برباد کیا گیا۔

۱۔ عباسی عہد میں تاتاریوں کے بغداد پر حملہ کے دوران بیت الحکمتہ کا سارا علمی ذخیرہ دریائے دجلہ میں بہادیناکہ اس کی سیاہی سے کئی روز تک دجلہ کا پانی سیاہ رہا۔

۲۔ اندلس میں طوائف الملوکی سے فائدہ اٹھا کر عیسائیوں نے طلیش میں آکر کتابوں کے انبار لگا کر دیا سلائی دکھادی۔

۳۔ صلیبی لشکر نے شام میں مکتبہ بنی عمار میں موجود ہزاروں مخطوطوں کو تباہ کر ڈالا۔

۴۔ ۱۱۶۹ھ میں مصر کے قحط کے دوران لوگوں نے محل پر دھاوا بول کر ہزاروں کتابیں پھاڑ ڈالیں اور ان کی چرمی جلدوں سے جوتے بنا لیئے۔

۵۔ شیعہ سنی اختلافات کے باعث صلاح الدین نے اپنے مشیروں کے مشورے پر فاطمیوں کے مکتبات جلا کر راکھ کر ڈالے۔

حیران کن امر یہ ہے کہ اتنے عظیم نقصانات کے باوجود ترقی علم کا کارواں رکا نہیں بلکہ علماء نے بھرپور محنت کر کے یہ سلسلہ بحال رکھا۔

مخطوطات کا یورپ منتقل ہونا

اہل یورپ نے جہاں جہاں تسلط و اختیار حاصل کیا' وہاں کے علمی ذخائر یورپ منتقل کر لیئے۔ آج ہمارے قیمتی علمی شہ پارے اکثر و بیشتر یورپ میں موجود ہیں' جن کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زائد ہے' بقول اقبال

مگر وہ علم کے موتی' کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

بلاشبہ اہل یورپ نے ان علمی ماخذ کو محفوظ کیا بلکہ ان کی ایڈیٹنگ اور طبع و نشر کر کے ان کا احیاء بھی کیا' یہ ممکن ہے ان کی علمی دوستی کا نتیجہ ہو' مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے پس پردہ یہ مقاصد ہوں:

۱۔ مسلمانوں کا رابطہ اپنے ماضی سے منقطع ہو جائے' وہ اپنے آباؤاجداد کی میراث سے دور رہیں اور ان کے حصول کے لئے انہیں اہل یورپ کا دست نگر ہونا پڑے۔

۲۔ منتخب مخطوطوں کو edit کر کے مسلمانوں پر اپنی علمی برتری کا اظہار۔

۳۔ مسلمانوں کو اپنے ہی علمی ورثہ سے اس طرح دور رکھنا کہ نہ وہ اپنے علماء کی تحقیق اور اکتشافات علمی سے آگاہ ہو سکیں اور نہ اہل یورپ کے انہیں اپنے علماء کی طرف منسوب کرنے

کے دعووں کا پول کھل سکے۔

اہل یورپ نے ہمارے قیمتی ذخائر علمی سے ہمیں محروم کر دیا' اور ہمارے پاس نسبتاً دوسرے درجے کا ذخیرہ باقی رہ گیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ہاں مخطوطات پر ہونے والا کام اس معیار کا نہیں جو یورپ میں ہوا۔

پاکستان میں مخطوطات

یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ وطن عزیز میں مخطوطات کے حوالے سے نہ تو اہل علم کا رویہ حوصلہ افزاء ہے' اور نہ اہل تحقیق کی دلچسپی۔ یہ بھی درست ہے کہ محدود پیمانے پر احیاء مخطوطات کا کام تو ہو رہا ہے' مگر مجموعی صورت حال زیادہ باعث اطمینان نہیں۔ اہل دانش کو ان کے عوامل کا گہری نظر سے جائزہ لینے کے بعد مستقبل کی منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ بظاہر اس ناقدر شناسی اور عدل دلچسپی کی یہ وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اعلیٰ درجہ کے مخطوطات بیرون پاکستان ہونے کے سبب محققین کی رسائی سے باہر ہوتے ہیں' نہ ان کی تفصیلات سے وہ آگاہ' نہ اہمیت و کیفیت سے باخبر۔ بیرونی مراکز مخطوطات کی تفصیلی فہارس بھی بالعموم نہیں حاصل ہو پاتیں اور اگر ایک مخطوطہ کے بارے میں وہ دلچسپی رکھتا ہو' معلومات بھی حاصل کرلے تو اس کے حصول کے لئے وسائل موجود نہیں ہوتے۔ لہٰذا نسبتاً کم درجہ کے مخطوطہ پر کام ہوتا ہے' جو اس سطح کا نہیں ہوتا کہ تحقیق و علم کی دنیا میں کوئی بڑا مقام حاصل کر سکے۔

۲۔ مخطوطات پر کام کے حوالے سے ہمارے علمی حلقوں میں دو آراء موجود ہیں۔ ایک رائے کے مطابق اس ورثہ علمی کا احیاء وقت کا تقاضا ہے تو دوسری رائے یہ ہے کہ جدید مسائل کے حوالے سے زندہ موضوعات پر تحقیق کی جائے۔ یہ دونوں آراء وقیع اور درست ہیں۔ مگر موخرالذکر رائے کو زیادہ اہمیت حاصل ہونے اور عملی طور پر اختیار کرنے کے نتیجے میں مخطوطات پر کام کرنے کی رفتار میں خاصی کمی واقع ہونے کے ساتھ مخطوطہ پر کام کرنے والے محققین کی حوصلہ شکنی بھی ہوئی ہے' بلکہ بسا اوقات مخطوطات پر کام کرنے والوں کے کام کو دوسرا درجہ دیا گیا۔

یہ امر بھی حقیقت ہے کہ مخطوطات پر کام کی مخالفت کرنے والے حضرات کی تمام تر تحقیقی جدوجہد اور نتائج علمی کا انحصار انہی مخطوطات پر ہوتا ہے جنہیں مصادر علمی کی حیثیت حاصل ہے

اور جو ایڈٹ اور طبع ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ان حوالوں کے بغیر نہ ان کی تحقیق معتبر ہوتی ہے نہ مستند۔

دوسری طرف جدید موضوعات پر کام کرنے کو ترجیح دینے کے نتیجے میں بھی کوئی بڑی علمی کاوش بھی ہمارے سامنے نہیں آ سکی' جبکہ اب بھی موجود بعض مخطوطات علمی اعتبار سے نہ صرف اہمیت کے حامل ہیں' بلکہ بہت معیاری بھی' لہٰذا ضروری ہے کہ دونوں پہلوؤں پر تحقیقی کام کو اہمیت دی جائے۔

۳۔ پاکستان میں مخطوطات پر کام میں عدم دلچسپی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تحقیق شدہ مخطوطات کی طبع و نشر کا کوئی اہتمام نہیں۔ بالعموم یہ کام اب ڈگری کے حصول کے لئے کیا جاتا ہے' نہ تو کوئی ادارہ اس کا اہتمام کرتا ہے نہ کوئی پبلشر اس کی ذمہ داری اٹھاتا ہے۔ لہٰذا بہت گراں قدر محنت سے edit ہونے والے مخطوطہ اپنے اصل نسخوں کی طرح محض لائبریری کی زینت بن جاتے ہیں۔

تحقیق مخطوطہ کی مشکلات

مخطوطہ پر کام کرنے والے کو جن دقتوں کا سامنا ہوتا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ مخطوطات کی فہارس کی عدم دستیابی

۲۔ اگر فہارس حاصل ہو جائیں تو مخطوطہ کا حصول عام حالات میں ممکن نہیں ہوتا۔ جن اداروں میں یہ موجود ہوتا ہے' وہاں کے منتظمین کا رویہ خاصا صبر آزما اور حوصلہ شکن ہوتا ہے۔ اگر مخطوطہ دیکھنے کو مل جائے تو اس قدر بوسیدہ و نازک حالت کا شکار کہ فوٹو سٹیٹ ممکن نہیں ہوتی۔

۳۔ مخطوطہ رکھنے والے اداروں کے پاس اس قدر وسائل نہیں ہوتے کہ وہ ان کی مائیکرو فلم تیار کر سکیں۔

۴۔ اگر محقق اپنے اخراجات پر مائیکرو فلم بنوانا چاہے تو ضروری آلات میسر نہیں۔ اور جہاں موجود ہیں' وہ ناقابل استعمال یا طویل دفتری مراحل کی رکاوٹیں لیئے ہوئے۔

۵۔ اگر محقق یہ سارے مراحل اپنے جذبہ صادق کے سہارے طے کر لے تو مائیکرو فلمز کے پرنٹ حاصل کرنے یا مطالعہ کرنے کی سہولتیں غیر موجود یا غیر مستعمل۔

۶۔ مخطوطہ پر کام کرنے کے لئے مناسب راہنمائی بھی محقق مخطوطہ کو میسر نہیں ہوتی۔ بالعموم

یونیورسٹی کی سطح پر کہیں کہیں ایم اے' یا پی ایچ ڈی کے لئے کام ہوتا ہے' ایسے طلباء کو تو کسی حد تک بنیادی راہنمائی میسر آ جاتی ہے' مگر اس کے علاوہ کام کرنے والا اس سے محروم رہتا ہے۔

۷۔ مخطوطہ پر تحقیق کے مسلمہ اصول و ضوابط کا فقدان۔ اس کا نتیجہ ہے کہ موجود کام کے معیار میں یکسانیت پیدا نہیں ہو سکی۔

تحفظ مخطوطہ کی دقتیں

۱۔ مخطوطات کی بوسیدگی' ان کی حفاظت کا غیر معمولی انتظام نہیں ہے۔

۲۔ نجی مالکان مخطوطات (پرانے علماء کے ورثاء) ان کی اہمیت و قدر و قیمت سے آشنا نہیں' نہ ان کے تحفظ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ نادر ذخائر صندوقوں یا الماریوں میں بند پڑے ہیں۔

۳۔ جو ادارے انہیں خریدنا یا پہلے سے موجود مخطوطات کو مائیکروفلم کی صورت میں محفوظ رکھنا چاہتے ہوں ان کے پاس مطلوبہ وسائل موجود نہیں۔

۴۔ ملک بھر میں مخطوطات مختلف جگہوں پر بکھرے پڑے' غیر منظم اور غیر محفوظ ہیں۔ انہیں یک جا منظم و مربوط کرنے' ان سے متعلق معلومات جمع کرنے کی کوئی منظم کوشش نہیں۔

۵۔ حکومتی اداروں کے نزدیک مخطوطات کی نہ تو اہمیت ہے' نہ ان کے تحفظ و احیاء میں دلچسپی' نہ یہ ان کی ترجیحات میں شامل ہے۔

ان اسباب کے پیش نظر نہ تو مخطوطات کا احیاء ہو رہا ہے' نہ حفاظت' نہ استفادہ' بلکہ ان کے ضیاع کے امکانات بہت روشن ہیں۔ یہ ہمارے اسلاف کا ایسا ورثہ ہیں کہ جس سے غفلت نہیں برتی جا سکتی' نہ انہیں نظرانداز کیا جانا ممکن ہے۔ یہ اس ورثے کے تحفظ و احیاء کا فرض اہل علم نے ہی ادا کیا' اب بھی انہیں پر یہ قرض ہے کہ اس ذمہ داری کو انجام دینے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر ٹھوس اور سنجیدہ کوششیں کی جائیں۔

تحقیق التراث العربی کے مصنف نے لکھا:

"علینا ان ننهض بعبء نشر ذلک التراث وتجلیته لیکون ذلک وفاء لعلمائنا ووفاء لانفسنا وابنائنا"

"کہ اب ہم پر لازم ہو گیا ہے کہ ہم اس ورثہ کے نشر و احیاء اور سربلند کرنے کا فرض اور ذمہ داری ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں' تاکہ ہم اپنے علماء' اپنی ذات اور آئندہ نسلوں کے ساتھ وفاداری کا حق ادا کر سکیں۔"

یہ مخطوطات کلمہ طیبہ کی مثال ہیں جن کی جڑیں مضبوط اور گہری اور شاخیں آسمان کی رفعتوں کو چھوتی ہیں۔ یہ وہ شجر ہے' جس سے پیوستہ رہ کر اور رشتہ استوار رکھ کر ہی خزاں رسیدہ علمی ماحول میں بہار علمی کی امید رکھی جا سکتی ہے۔

مخطوطات کا حصول

معروف کتب خانوں/لائبریریوں کے مخطوط شناس ذمہ داران اپنے طور پر موجود وسائل سے مخطوطات کی حصول کی کوششوں کے روایتی طریقے اختیار کئے ہوئے ہیں۔ تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کے حصول کی منظم و مربوط کوششیں سائنٹیفک بنیادوں پر کی جائیں' ان میں:

☆ غیر معروف اور نجی کتب خانوں سے رابطہ اور کسی مرکزی ادارہ کے لئے مخطوطات حاصل کیئے جائیں۔

☆ مالکان مخطوطات' قدیم علماء کے ورثاء سے رابطہ اور مخطوطات کی اہمیت اور قومی ذمہ داری کا احساس دلا کر مرکز مخطوطات کے لئے عطیۃ" یا قیمتہ" دینے پر آمادہ کرنا۔

☆ پرانی کتب کے تاجروں سے مسلسل رابطہ

☆ دیہات کے قدیم علماء' اساتذہ اور شعراء اور ان کے خاندانوں سے رابطہ

☆ دیہات کی مساجد سے ملحقہ مدارس اور کتب خانوں میں تلاش

☆ خانقاہوں' سجادہ نشینوں' نمایاں مریدین' خلفاء سے رابطہ

☆ ریڈیو' ٹی وی' اخبارات کے ذریعہ مخطوطات کے بارے میں مذاکرہ' مقالہ' کالم وغیرہ کے ذریعے عوامی شعور کی بیداری' اہل علم کی توجہ اس کی جانب مبذول کروا کر مخطوطات کے حصول و تحفظ میں تعاون کا جذبہ پیدا کرنا۔

☆ قدیم اور اہم مدارس اور علمی مراکز کے مہتممین سے رابطہ اور حصول مخطوطات میں تعاون' اور راہنمائی کی درخواست کی جائے۔

☆ اشتہارات کے ذریعے مخطوطات کے فروخت کی دعوت دی جائے۔

مخطوط کی قدر و قیمت' قدامت اور اہمیت پرکھنے کے طریقے

اہمیت

۱۔ مولف/مصنف کی شخصیت اور علمی مقام و مرتبہ' خاندان' خدمات

۲۔ مخطوطہ کا موضوع

۳۔ تصنیف کا عہد

۴۔ عصر حاضر میں اس تصنیف سے استفادہ کے کیا فوائد و نتائج ہوں گے۔

قدر و قیمت

☆ وہ نسخہ سب سے زیادہ قیمتی اور قدر و منزلت کا حامل ہو گا جو مولف/مصنف نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہو' اور اس پر حواشی و تعلیقات کا اضافہ بھی کیا ہو۔ اور اس پر اس کے دستخط و مہر موجود ہوں۔

☆ دوسرے درجہ میں وہ نسخہ قابل قدر ہے جسے مولف/مصنف نے خود اپنے کسی شاگرد/مرید/یا کاتب کو لکھوایا ہو۔ یا لکھنے کی اجازت دی ہو یا خود سے سنکر لکھنے کی اجازت دی ہو اور اس نے اس میں نظرثانی کر کے اصلاح و ترمیم بھی کی ہو۔

☆ تیسرے درجہ میں وہ نسخے ہیں جو مولف کے عہد میں اس کے اصل نسخہ سے نقل کیے گئے ہوں۔

☆ چوتھے درجہ کا مخطوطہ وہ ہے جو مولف کے عہد میں تو نقل کیا گیا ہو مگر اس پر اس کے دستخط نہ ہوں' لیکن کسی معروف و مستند عالم کے دستخط اور مہر ثبت ہوں۔

☆ پانچویں درجہ کا مخطوطہ وہ ہے جو مصنف/مولف کے بعد نقل ہوا ہو۔ اور اس میں درجہ بندی اس طرح ہو گی:

۱۔ کسی معروف عالم نے لکھا ہو۔

۲۔ کسی معروف عالم کے پاس موجود ہو۔

۳۔ کسی معروف عالم کے سامنے پڑھا گیا ہو' اور پڑھنے والا خود ہم مرتبہ عالم ہو۔

۴۔ کئی علماء کے پاس اس کی کاپیاں موجود ہوں۔

(ان امور کی شہادت مہر یا دستخط سے حاصل ہو گی)

☆ ان کے بعد درجہ بہ درجہ مولف/مصنف کے عہد سے قریب اور اس کے مخطوطہ سے نقل کیا گیا نسخہ ہو گا۔

☆ کسی شاہی یا معروف کتب خانے میں موجود نسخہ مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ امتیازی حیثیت کا حامل قرار پائے گا۔

کئی موجود نسخوں میں قابل ترجیح

- نسخہ کامل۔ ناقص سے بہتر ہے۔

○ قدیم۔ مابعد کے نسخہ سے بہتر ہے۔

○ واضح اور خوبصورت خط میں تحریر نسخہ۔ غیر واضح اور بدخط نسخہ سے بہتر ہے۔

○ دیگر نسخوں سے تقابل کر کے اصلاح و ترمیم کر کے درست کیا گیا نسخہ غیر نظر ثانی و اصلاح شدہ نسخہ سے بہتر ہے۔

○ جس نسخے کے آغاز/اختتام پر کاتب کا یہ نوٹ موجود ہو کہ نسخہ کا آغاز و اختتام کب اور کہاں ہوا؟ وہ نسخہ قابل ترجیح ہو گا۔

○ عام طور پر نسخوں کے آخر میں یہ بھی درج ہوتا ہے کہ یہ نقل مصنف کے نسخہ کے مطابق ہے' اس نے تصحیح و نظر ثانی کی ہے یا نہیں؟ اور ناقل و مملئی کتاب اپنا ذکر بھی کر دے' نقل کرنے کی وجہ اور تاریخ تکمیل بھی درج ہو تو نسخہ کی قدروقیمت متعین کرے میں معاون ہوتا ہے۔

☆ وہ مخطوطہ جس کا صرف ایک ہی نسخہ موجود ہو۔ اہم تر' قیمتی اور نایاب کا درجہ رکھتا ہے۔ کسی مخطوطہ کو پرکھنے کے یہ طریقے مستعمل ہیں۔ یکساں طریق تحقیق متعین کرتے ہوئے انہیں مزید بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

مخطوط کی قدامت کا تعین

یہ بالعموم مخطوط پر درج سن کتابت یا سن تصنیف سے کیا جاتا ہے۔ کتب خانے یا مخطوط کے مالک کی مہر بھی اس کے تعین میں معاون ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ کاغذ' سیاہی' مخطوط کا خط' کاتب وغیرہ کے ذریعے بھی اس کی قدامت کا تعین ہو سکتا ہے۔

مخطوطات کا تحفظ

مخطوطات کے تحفظ کے دو پہلو ہیں:

ا۔ نسخے کی حفاظت

ا۔ نسخہ کی حفاظت کے لئے انہیں پرانے صندوقوں' ٹوٹی پھوٹی الماریوں' بوریوں اور نااہل مالکوں کے قبضے سے نکال کر کیمیکلز کے ذریعے محفوظ بنا کر مخصوص الماریوں میں جمع کر لیا جائے۔

۲۔ موجود مخطوطات کے مائیکرو فلمز بنائی جائیں، اور اصل نسخہ کو استعمال نہ کیا جائے۔ تمام تر تحقیقی کام کے لئے انہی فلموں یا پرنٹس کو استعمال میں لایا جائے۔ البتہ محقق کو ایک دو بار نسخہ دیکھنے کی اجازت دی جائے۔

۳۔ بہت زیادہ بوسیدہ اوراق والے مخطوطات پر بٹر پیپر لگا کر مضبوط کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ مخطوطات کے رنگین صفحات یا اگر وسائل فراہم ہوں اور مخطوطہ اس کے اصل رنگوں اور کیفیات سمیت نقل مقصود ہو تو ٹرانسپرینسی بنائی جا سکتی ہیں۔

۵۔ مخطوطات کے تحفظ کے لئے مائیکروفش کارڈ جس میں بیک وقت کئی صفحات محفوظ ہو سکتے ہیں اور ان کے Prints حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

۶۔ کمپیوٹر کے ذریعے مخطوطات کو محفوظ کرنے کے امکانات بھی ہیں۔ جدید وسائل سے آگاہی اور بیرون ممالک میں حفاظت کے جدید طریقوں کی معلومات حاصل کر کے اختیار کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ مخطوط کا احیاء

مخطوط کا احیاء بھی دراصل اس کے تحفظ کی صورت ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل امور پر غور کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ کسی ایسے فرد کو مخطوطہ پر کام کی اجازت نہ دی جائے، جو اس کی اہلیت نہ رکھتا ہو، اس کی تحقیق کی مبادیات سے آگاہ نہ ہو، اس کام سے دلچسپی نہ رکھتا ہو بلکہ محض کسی مفلو کی تکمیل کے لئے اس پر کام کرنے کا خواہش مند ہو۔ ایسا محقق بھی اس کا اہل نہیں جو اس کی تحقیق کے راہ پر خار اور صبر آزما بلکہ کٹھن مراحل کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہ رکھتا ہو۔ ایسے شخص کے ذریعہ مخطوطہ کے احیاء کی بجائے نیم حکیم خطرہ جان، کے مصداق نقصان کا احتمال قوی ہے۔

۲۔ ایسا مخطوط جو Edit ہو جائے، اس کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ تاکہ اپنے اصل کی طرح تحقیق شدہ مخطوط بھی محض الماریوں/لائبریریوں میں پڑا گھٹ گھٹ کر نہ مرجائے، اور آنے والی نسلیں اب انہیں مخطوطہ کا درجہ دے کر Editing کی ضرورت نہ محسوس کریں۔

۳۔ امت کو مخطوطات کی اہمیت سے آگاہ کر کے اس کے تحفظ و نشر کی مساعی میں

شرکت پر آمادہ اور اصحاب خیر کو مخطوطات کی خرید و حفاظت کے لئے وسائل فراہم کرنے کی طرف متوجہ کیا جائے۔

۴۔ مخطوطات کے تحفظ اور نشرو احیاء کا کام حکومتی سرپرستی کے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا کوشش کی جائے کہ حکومتی اداروں کا تعاون حاصل کیا جائے' ان مخطوطات کو حکومت کے ذریعے قومی و ملی دستاویزات کی حیثیت دلوائی جائے اور ان کے تحفظ کے لئے آرکیوز کی طرح مالی اور فنی معاونت حاصل کی جائے۔

۵۔ بڑے تجارتی اداروں کے اہل علم سے رابطہ کر کے اس ورثہ کے تحفظ کے لئے مالی وسائل حاصل کیے جائیں۔

احیاء مخطوط میں جامعات کا تعاون

احیاء مخطوط کے لئے جامعات کا کردار بہت اہم اور کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ یہاں آنے والے طلباء و طالبات تحقیق میں دلچسپی بھی رکھتے ہیں اور اپنے تعلیمی عرصہ کے دوران بآسانی کام بھی کر سکتے ہیں۔ جامعات کو اس ضمن میں محققین اور ماہرین مخطوطہ کی نرسری' تربیت گاہ کا کردار ادا کرنا چاہیے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پر غور ہو سکتا ہے:

۱۔ ایم اے کی سطح پر مخطوط سے متعلق Optional پرچہ شروع کیا جائے۔ جو طالب علم اس کام سے خصوصی دلچسپی رکھتا ہو گا وہ اسے اختیار کر لے گا۔ اس کے ساتھ مقالہ تحقیق اختیار کرتے وقت ایم اے کی سطح کا مخطوطہ ایڈیٹنگ کے لئے دیا جا سکتا ہے۔

۲۔ جامعات میں ایم فل کا ایک مکمل دو سالہ کورس مخطوطات سے متعلق جاری کیا جائے۔ یہ بھی اختیاری ہو۔ جو طالب علم اس موضوع میں دلچسپی رکھتا ہو اور ایم اے کی سطح پر حوصلہ افزاء کارکردگی کا حامل ہو' اسی کو اس کی اجازت دی جائے۔

اس کورس کے سال اول میں مخطوط کی اہمیت' تاریخ' متعلقہ زبان کے رسم الخط' منہج اور اصول تحقیق' فہارس فنیہ کی تیاری اور دیگر اساسی موضوعات کی تعلیم دی جائے جبکہ دوسرے سال کسی مخطوط کی ایڈیٹنگ کی عملی تربیت دی جائے اور مخطوط ایڈٹ کروایا جائے۔

۳۔ پی۔ایچ۔ڈی کی سطح پر کام کرنے والے طلباء یا تو ایم فل (مخطوطات) کر چکے ہوں یا لازمی طور پر کسی تربیتی کورس میں شرکت کی ہو۔

۴۔ مخطوطات کے موضوع پر یونیورسٹیز میں ورکشاپ، سیمینار، مذاکروں کا اہتمام و انعقاد کیا جائے۔

۵۔ جامعات اپنے ہاں تحقیق مکمل ہونے والے مخطوطات کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری قبول کریں۔

۶۔ جامعات اپنے تحقیق شدہ مخطوطات کی فہرست بھی تیار کریں۔

تحفظ و احیاء مخطوطات کی منظم جدوجہد

پاکستان میں مخطوطات کے احیاء و نشر کے سلسلہ میں جو مساعی جاری ہیں، وہ عمومی اور انفرادی سطح کی ہیں جن میں نہ باہمی رابطہ ہے نہ مشترک جدوجہد کا عنصر، اس کے نتیجے میں یہ مساعی زیادہ مفید اور بار آور نہیں ہو رہیں۔ جبکہ دیگر ممالک بالخصوص بلادعرب میں منظم اور مربوط کوششیں کی جا رہی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں برصغیر کے مقابلے میں احیاء التراث کا کام زیادہ اور معیاری ہوا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں منظم اور مربوط جدوجہد کا آغاز کیا جائے۔ اس کے لئے یہ تجاویز قابل عمل ہو سکتی ہیں۔

۱۔ کویت، سعودی عرب، مصر اور دیگر بلاد عربیہ کے طرز کا مرکزی ادارہ قائم کیا جائے جس کا نام معہد احیاء التراث الباکستانی/منتظمہ احیاء التراث الباکستانی ہو سکتا ہے۔

۲۔ اس منظمہ یا معہد کے زیرانتظام مخطوطات کی ایک مرکزی لائبریری خزانۃ المخطوطات القومی (نیشنل لائبریری آف مینوسکرپٹس) قائم کی جائے۔ جہاں ملک بھر کے مخطوطات (جامعات اور بڑے یا منظم کتب خانوں کے علاوہ) جمع کیے جائیں۔

۳۔ اس مرکز میں مخطوطات کے تحفظ، مائیکرو فلمنگ، مائیکرو فشنگ، ٹرانسپرینسی فوٹو پرنٹس بنانے اور مخطوطات کو محفوظ کرنے کا اہتمام ہو۔

۴۔ مرکز مخطوطات/منظمہ کے زیرانتظام ایک مجلّہ (سہ ماہی) کا اجراء عمل میں لا جائے جس میں ترجیحاً" پاکستان میں نودریافت مخطوطات، تحقیق کے لئے منتخب، تحقیق مکمل ہونے اور تحقیق کے بعد شائع ہونے والے مخطوطات کی فہرستیں اور معلومات فراہم کی جائیں۔

۵۔ مرکز میں ملک بھر کے مخطوطات کی فہارس جمع کی جائیں۔

۶۔ مرکز میں بیرون ملک تمام مراکز مخطوطات کی فہارس اور تفاصیل اکٹھی کی جائیں۔

۷۔ مرکز میں موضوعات اور اداروں کے حوالے سے مخطوطات کی مکمل تفاصیل کمپیوٹر پر محفوظ اور جمع کی جائیں تاکہ محقق کو ایک ہی مرکز میں تمام تفاصیل میسر آجائیں۔

۸۔ مرکز/منظمۃ پاکستانی اور دنیا بھر کے مخطوطات کے مراکز سے رابطہ رکھے اور احیاء و نشر التراث کے سلسلہ میں کم از کم پاکستان' سارک ممالک' ایکو ممالک (ایران' افغانستان' ترکی' ہندوستان اور سوویت ریاستوں) کے درمیان اجتماعی کوششیں' (کوآرڈی نیشن) کی جاسکیں۔

۹۔ اس مرکز کے ذریعے پاکستانی ذخائر مخطوطات میں موجود غیر ضروری اور غیر اہم مخطوطات کو ان سے دلچسپی رکھنے والے ممالک /اداروں کو دے کر تبادلہ میں اپنی دلچسپی یا ضرورت کے مخطوطات کا حصول (جیسے سنسکرت' ہندی' گورمکھی کے مخطوطات کی نہ ہمیں ضرورت ہے' نہ ان پر کام ممکن ہے' ایسے مخطوطات ہندوستان کے لئے دلچسپی اور اہمیت کے حامل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے وہاں کچھ ایسے مخطوطات ہوں جو ہمارے لئے زیادہ اہم ہوں۔)

۱۰۔ مرکز میں ماہرین مخطوطات/ محققین کا ایسا گروپ/ پینل تشکیل دیا جائے جو ہمہ وقت مخطوطات کا جائزہ لیتے رہیں اور فنی بنیادوں پر ان کی چھان بین کر کے ان کی تحقیق و اشاعت کے ضمن میں رائے قائم کریں اور ایسے مخطوطات کی جن کی اشاعت و تحقیق ضروری ہو محققین کی راہنمائی کریں۔

اس مرکز اور منظمہ کے ذریعے احیاء مخطوط کے درج ذیل کام لیئے جاسکتے ہیں:

۱۔ ملک بھر میں ذخائر مخطوطات کا پتہ لگانا' ان کا حصول اور تحفظ

۲۔ محققین کی فنی راہنمائی اور تربیت

تربیت کے لئے ورکشاپ اور ریفریشر کورسز کا انعقاد

۳۔ تحقیق مخطوط کے لئے جدید ترین سہولتوں (فلم پروجیکٹر' فلم پرنٹر' فلم ریڈر وغیرہ) کی فراہمی

۴۔ محققین کے لئے ضروری بنیادی مصادر مراجع کی کتب کی فراہمی (تحقیق کے لئے

ریفرنس بکس کی لائبریری کا قیام)

۵۔ محقق کو بیرون ملک سے مخطوطات کے نسخوں کے حصول میں تعاون اور راہنمائی۔

۶۔ تحقیق کے یکساں اصول و ضوابط (Manual of Style) کی تشکیل (اس کے لئے دیگراداروں کے وضع و اختیار کردہ مناہج کا مطالعہ اور استفادہ کیا جا سکتا ہے)

۷۔ تحقیق شدہ مخطوطات کا حصول (مقالہ جات کی کاپی)

۸۔ تحقیق شدہ مخطوطات کی اشاعت۔

۹۔ ملک کے ماہرین مخطوط کی ڈائریکٹری کی ترتیب

۱۰۔ ملک میں تحقیق شدہ مخطوطات کی جامع فہرست کی تیاری

۱۱۔ مخطوطات پر کام کے خواہش مند نوجوان محققین کے گروپ کی تشکیل، تربیت اور مستقبل میں کام اور راہنمائی کے لئے تیاری۔

۱۲۔ مخطوطات پر کام کرنے والوں کے تجربات سے استفادہ

یہ امر انتہائی خوش آئند ہے کہ احیاء التراث کے حوالے سے مربوط جدوجہد کا آغاز اس قومی ورکشاپ کے انعقاد سے ہو رہا ہے غالباً" یہ ملکی تاریخ کی پہلی ورکشاپ ہے جو منعقد کی جا رہی ہے۔ اس قومی و ملی ذمہ داری کی ادائیگی کا اعزاز افتخار جامعہ اسلامیہ العالمیہ کو حاصل ہوا، جو بلاشبہ اس اعزاز کا مستحق تھی اور اس کے لائق اور اہل۔

امید ہے کہ اسی موقعہ پر مندرجہ بالا تجاویز اور پیش ہونے والی دیگر تجاویز کی روشنی میں منظم اور مربوط لائحہ عمل طے کیا جائے گا اور ایسا مرکزی ادارہ وجود میں آئے گا، جو مخطوطات کے احیاء و نشر کے فوری اور انتہائی اہم تقاضے سے عہدہ برآ ہو۔

★★

تحقیق مخطوطات کا ایک جامع منہج اور طریق کار

نعیم اشرف نور احمد☆

میرے اس مقالہ کے موضوع کا تعلق تحقیق مخطوطات کے ایک جامع منہج اور طریق کار سے ہے، اور یہ مقالہ تحقیق مخطوطات کے مختلف تدریجی مراحل کے اعتبار سے مندرجہ ذیل مباحث پر مشتمل ہے:

۱۔ تحقیق مخطوطات کا مفہوم

۲۔ تحقیق کے لئے کسی کتاب کے قلمی نسخہ کا انتخاب

۳۔ متعدد قلمی نسخوں کی تلاش اور ان کا حصول

۴۔ قلمی نسخوں کو جانچنے کے طریقے

۵۔ قلمی نسخوں کی درجہ بندی

۶۔ تقابل نسخ اور اس کے طریقے

۷۔ متن کتاب کے اوپر کام کی تفصیل

۸۔ حواشی

۹۔ مقدمہ کیسے لکھا جائے

۱۰۔ فہارس کی تیاری

تحقیق مخطوطات کا مفہوم

مخطوط کے معنی ہیں لکھا ہوا، مخطوطات سے مراد یہ ہے کہ انسان کا وہ علمی سرمایہ جو کسی تحریر کی شکل میں محفوظ ہو، خواہ اس کا تعلق کسی بھی زبان سے ہو، اور اس کی تحقیق سے مراد یہ ہے کہ اس ذخیرہ کو عصری تقاضوں کے مطابق صاف ستھرا کر کے افادہ عام کے لئے پیش کر دیا جائے، اس طرح کہ اس میں مندرجہ ذیل امور کی رعایت رکھی گئی ہو:

☆ . دار القرآن، کراچی

۱۔ نصوص کتاب کی تصحیح' اس طرح کہ اس میں تصحیف و تحریف' سقوط' زیادتی' تکرار' تقدیم و تاخیر' املائی اغلاط' یا نحوی اغلاط کی نشاندہی اور اصلاح کی جائے' اس میں کتاب کے مختلف نسخوں کے تقابل اور کتاب کے اصل ماخذ سے بھی مدد لی جاتی ہے۔

۲۔ اس میں مذکور منقول عبارتوں کی توثیق' تخریج حوالہ جات۔

۳۔ حواشی میں ضروری مقامات' اشخاص' یا متن میں ابہام سے متعلق مزید توضیح و تشریح۔

۴۔ اس کے شروع میں ایک مقدمہ لکھا جائے جس میں کتاب اور صاحب کتاب کا مکمل تعارف' محقق کے کئے ہوئے کام کی تفصیل اور منہج کو بیان کیا جائے۔

۵۔ کتاب کے آخر میں فہارس مفیدہ کا اضافہ کیا جائے جس میں کتاب میں مذکور آیات و احادیث' اشخاص' مقامات' موضوعات اور اصطلاحات وغیرہ کو ابجدی ترتیب سے ذکر کیا جائے۔

تحقیق کے لغوی معنی ہیں حق کو ثابت کرنا' اس اعتبار سے محقق کی ذمہ داری ہے کہ وہ برابر اس کوشش میں لگا رہے کہ آیا واقعی مصنف نے وہی لکھا تھا جیسا کہ مخطوطہ میں ہے یا یہ کہ اس میں کوئی تبدیلی واقع ہو چکی ہے' یہاں تک کہ پوری نص کتاب منقح و مصحح ہو کر سامنے آجائے۔

تحقیق مخطوطات جیسے اہم کام کے لئے ضروری ہے کہ محقق ضروری علمی صلاحیتوں کا مالک ہو اگر محقق ان صلاحیتوں سے آراستہ نہ ہو گا تو اس کا تحقیقی کام ہرگز قابل توجہ نہیں قرار پا سکتا' اور ضروری صلاحیتوں کا تعین مخطوطہ کتاب کی زبان' موضوع' اور کیفیت و نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے۔

قلمی نسخہ کا انتخاب

اس سلسلہ میں بنیادی طور پر سب سے اہم بات یہ ہے کہ محقق اپنی تحقیق کے لئے ایسی کتاب کا انتخاب کرے جس کے موضوع سے اس کو مناسبت ہو ورنہ یقینی طور پر وہ تحقیق کا حق ادا نہ کرپائے گا۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھا جائے:

۱۔ اہم کو کم اہم یا غیر اہم پر ترجیح دے۔

۲۔ اصول کو فروع پر ترجیح دے۔

۳۔ اپنی توانائیاں ایسی کتاب کی تحقیق پر صرف کرے جو اس سے قبل کبھی نہ شائع

ہوئی ہو بہ نسبت اس کتاب کے جو پہلے شائع ہو چکی ہو۔

البتہ جو کتب غیر محقق شائع ہوئی ہوں یا کسی ایسے مخطوطہ کی مدد سے شائع ہوئی ہوں جو صحت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کا نہ ہو اور اس کی اشاعت کے بعد کچھ مزید نسخے دریافت ہو چکے ہوں جو صحت کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہوں تو ان کی مزید تحقیق کی جا سکتی ہے۔

متعدد قلمی نسخوں کی تلاش اور ان کا حصول

تحقیق مخطوطات کے سلسلے میں یہ مسلمہ اصول ہے کہ منتخب کردہ کتاب کے جتنے بھی اہم اور ممکن الحصول نسخے ہوں ان کی اصل یا مائیکرو فلم یا فوٹو اسٹیٹ کاپی حاصل کرنے کے لئے حتیٰ المقدور کوشش کرنا ضروری ہے' ان سب سے استفادہ کرنا چاہیے' اس کے بغیر تحقیق کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ جب تک معلوم شدہ نسخے جن کا ملنا ممکن ہو فراہم نہ ہو جائیں محقق کو کام شروع نہیں کرنا چاہیے۔

مندرجہ ذیل کتب مخطوطات کے بارے میں اہم معلومات فراہم کر سکتی ہیں:

كشف الظنون عن اسامى الكتب والفنون لحاجى خليفة هدية العارفين للبغدادى

خزائن الكتب العربية فى الخافقين لفيكونت فليپ دى طرازى

تاريخ الادب العربى لبروكلمان

تاريخ آدب اللغة العربية لجرجى زيدان

الفهرست لابن النديم

كتاب فواد سركيس

نوادر المخطوطات لعبد السلام ہارون

نخب الذخائر لابن الاكفانى

معجم ما استعجم للبكرى

معجم المطبوعات العربية

قلمی نسخوں کو جانچنے کے طریقے

اگر ایک سے زیادہ قلمی نسخے حاصل ہو جائیں تو سب سے پہلے یہ طے کرنا چاہیے کہ تحقیق

کے دوران کس نسخہ کو اصل قرار دیا جائے اور کس کو ثانوی حیثیت دی جائے' اس مقصد کے لئے تمام نسخوں کا گہری نظر سے اول تا آخر مکمل جائزہ انتہائی ضروری ہے بالخصوص:

۱۔ مخطوطہ کے کاغذ کو دیکھئے کہ وہ کس قسم کا ہے' اس طرح اس کو مخطوطہ کی عمر کا صحیح اندازہ لگانے میں مدد ملے گی اور وہ ان تاریخوں سے دھوکہ نہیں کھائے گا جو اکثر مخطوطات کے شروع اور آخر میں لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

مخطوطہ کا ظاہری طور پر خستہ پن یا دیمک زدہ ہونا اس کے واقعی قدیم ہونے کی یقینی نشانی نہیں ہوتی' بلکہ بعض اوقات یہ علامات مخطوطہ پر صرف پچاس سال گزرنے پر ہی نمودار ہو جاتی ہیں۔

۲۔ مخطوطہ میں استعمال کی گئی روشنائی سے بھی اس کے زمانہ کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ اسی طرح مخطوطہ کے انداز تحریر کا جائزہ' اس لئے کہ ہر زمانہ کا الگ ہی انداز تحریر ہوتا آیا ہے' ماہرین اپنے تجربہ سے اس کا پتہ چلا لیتے ہیں کہ یہ کس دور کا انداز تحریر ہے۔

۴۔ مخطوطہ کے شروع میں کتاب کے نام کا جائزہ' اسی طرح ان تحریروں کا جائزہ جو کتاب کے شروع میں اس کے مختلف مالکوں نے اپنی ملکیت کے اظہار کے لئے لکھی ہوئی ہوتی ہیں' یا اپنے نام کی مہریں لگائی ہوئی ہوتی ہیں' یا بعض علماء کی طرف سے کتاب پر اجازات تحریر ہوتی ہیں' یا بعض مصححین یا قارئین کے ملاحظات ہوتے ہیں' ان سب کے جائزہ ان سے مفید معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔

۵۔ ابواب و فصول کا جائزہ لینا چاہیے جس سے یہ معلوم ہو گا کہ آیا یہ نسخہ مکمل ہے یا ناقص۔ اسی طرح متقدمین کی عادت تھی کہ وہ ہر صفحہ کے آخر میں اگلے صفحہ کا پہلا کلمہ لکھ دیتے تھے' تو محقق کو چاہیے کہ تمام صفحات کا تتبع کر کے نسخہ کے مکمل ہونے کا اطمینان کر لے۔

۶۔ مخطوطہ کے آخری صفحہ کا جائزہ لینا چاہیے بسا اوقات آخر میں کتاب کا یا کاتب کا نام اور نسخہ کے نقل کی تاریخ مل جاتی ہے۔

قلمی نسخوں کی درجہ بندی

قلمی نسخوں میں سب سے اہم وہ قلمی نسخے ہو سکتے ہیں جو خود مولف کے اپنے ہاتھ کے تحریر کردہ ہوں اور جن کے بارے میں کچھ ایسے شواہد پائے جاتے ہوں کہ یہ واقعی صاحب تصنیف کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ ہے' ایسے قلمی نسخہ کو نسخة الام کہا جاتا ہے۔

دوسرے درجہ پر ایسے قلمی نسخے آسکتے ہیں جو مصنف کے تحریر کردہ نسخہ سے نقل کئے گئے ہوں اور ان کا مصنف کے اصل نسخہ سے مقابلہ بھی کر لیا گیا ہو۔

یا وہ مصنف کی نظر سے گذر چکے ہوں اس کا فیصلہ نہایت احتیاط کے ساتھ کیا جانا چاہیے کہ واقعتہً" کوئی نسخہ مصنف کی نظر سے گزرا ہے یا نہیں' اس سلسلہ میں بطور خاص وہ نسخے رکھے جاسکتے ہیں جو مصنف کے ایماء پر بڑے اہتمام سے تیار کئے گئے ہوں یا جن کی تیاری میں مصنف کے کسی خاص شاگرد نے حصہ لیا ہو۔

تیسرے دررجہ میں وہ نسخہ ہو گا جو کسی ایسے نسخہ سے منقول ہو جس کی توثیق مصنف نے کی ہو۔

چوتھے مرتبہ میں وہ نسخہ ہو گا جس کو کسی محقق عالم نے تحریر کیا ہو۔

پانچویں مرتبہ میں وہ نسخے ہوں گے جن کا نسبی سلسلہ مجہول ہو اور جن میں مذکورہ بالا چار صفات نہ پائی جائیں۔ البتہ ان میں بھی ان نسخوں کو ترجیح حاصل ہو گی جن میں علامات مراجعت یا تصحیح پائی جائیں' جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نسخہ کا کسی دوسرے نسخہ سے تقابل کیا گیا ہے' یا یہ کسی عالم کے زیر استعمال رہا ہے' مثلاً قدیم نسخوں میں بکثرت یہ ملتا ہے کہ جملہ یا مضمون کے آخر میں ایک گول دائرہ بنایا جاتا تھا' پھر اگر کسی نے اس کی مراجعت و تصحیح بھی کی ہوتی تھی تو جتنا پڑھتا جاتا اتنے حصہ میں گول دائرہ میں ایک نقطہ لگاتا جاتا جس سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ نسخہ تصحیح شدہ ہے۔

کسی نسخہ کا تاریخ کے اعتبار سے اقدم ہونا بھی ایک وجہ ترجیح بن سکتا ہے بشرطیکہ کوئی نسخہ اس کا معارض نہ ہو صحت متن' کاتب کی سلامتی قلم' عدم سقوط کلمات' کے اعتبار سے یا اس اعتبار سے کہ یہ نسخہ کسی دور کے جید علماء کو پڑھ کر سنایا گیا ہو اور انہوں نے اپنے سماع کی تصدیق کی ہو' یا اس کے اوپر معروف علماء کی اجازات ثبت ہوں۔

بہرحال استفادہ تمام نسخوں سے ضروری ہو گا۔

یہاں یہ واضح رہے کہ کسی مخطوطہ کی صاف ستھری تصویر یا فوٹو اسٹیٹ کاپی اس مخطوطہ کے قائم مقام سمجھی جائے گی بشرطیکہ تصویر میں کوئی خامی یا نقص نہ رہ گیا ہو۔

تقابل نسخ اور اس کے طریقے

اس مرحلہ میں مندرجہ ذیل چند امور بہت ضروری ہیں:

۱۔ ضروری ہے کہ محقق اپنے آپ کو حاصل شدہ مخطوطات سے مانوس کرے اور ان مخطوطات کو پڑھنے کی خوب مشق کرے، خصوصاً ان مخطوطات کو جن میں نقطوں کا استعمال پوری طرح نہ کیا گیا ہو یا نقطوں کا استعمال تو ہو لیکن معروف طریقہ پر نہ ہو' یا وہ خط کوفی میں یا خط اندلسی یا خط مغربی میں لکھے گئے ہوں۔ اسی طرح ہر کاتب کا کتابت میں اپنا انفرادی مزاج ہوتا ہے جو بار بار پڑھنے سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

۲۔ ان رموز و اشارات کو سمجھنا بے حد ضروری ہوتا ہے جو بعض مخطوطات میں عبارت کی صحت' خطا' ضعف' بیاض' احتمالات' اضافہ' تقدیم و تاخیر وغیرہ کے بیان کے لئے لکھے جاتے ہیں جن کی تفصیل اس فن کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۳۔ ضروری ہے کہ بعض کلمات و عبارات کے ان رموز و اختصارات کو سمجھا جائے جو مخطوطات میں عموماً" اور کتب حدیث میں خصوصاً" بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل اس فن کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۴۔ ضروری ہے کہ مصنف کتاب کے اسلوب سے' اس کے اختصاصات و مزاج و عادات سے مناسبت پیدا کرے اس لئے کہ ہر مصنف کا کسی تالیف میں خاص نظریہ ہوتا ہے یا خاص واقعات ہوتے ہیں یا خاص اشخاص ہوتے ہیں جن کا اس کی تصانیف میں بار بار ذکر آتا رہتا ہے۔ بلکہ زیادہ بہتر ہو گا کہ اسی مصنف کی دوسری تصنیفات کو بھی زیر مطالعہ رکھے اس طرح اس کو عبارات میں ایک خاص ربط محسوس ہو گا جس سے اس کو متن کی تصحیح میں بڑی مدد ملے گی۔

۵۔ ضروری ہے کہ محقق کتاب کے موضوع سے مناسبت پیدا کرے تاکہ وہ کتاب کی عبارات کو صحیح طور پر سمجھ سکے' خطا اور صحت کے درمیان تمیز علی وجہ البصیرۃ کر سکے' اگر وہ کتاب کے موضوع کو نہیں سمجھے گا تو بہت ممکن ہے کہ وہ صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دے

جب کسی ایک نسخہ کو اصل یا ام قرار دے دیا جائے تو پھر مرحلہ آتا ہے نسخوں کے تقابل کا' چونکہ تمام مخطوطات یکساں نہیں ہوتے وہ سب مختلف ہاتھوں کے مختلف ادوار میں مختلف صلاحیتوں کے مالک اشخاص کے تحریر کردہ ہوتے ہیں' چنانچہ اس میں مختلف اقسام کی تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں' اور کسی قلمی نسخہ میں جو تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں ان کی اپنی سببی نوعیت کے لحاظ سے مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

۱۔ ترمیم: نامعلوم اسباب کے تحت ہونے والی تبدیلیاں جن میں سہو نظر اور لغزش قلم کو بھی

داخل سمجھنا چاہیے۔

۲۔ تعبیر: جس میں مبہم لفظ کی وضاحت کے لئے کسی عبارت کو بڑھایا گیا ہو۔

۳۔ تنسیخ: جس میں جان بوجھ کر کسی متن یا اجزائے متن کو منسوخ کیا گیا ہو۔

۴۔ تصحیح: صاحب کتاب نے خود اپنی خواہش اور مقصد کے مطابق عبارت میں کوئی تبدیلی کی ہو۔

۵۔ تصحیف یا تحریف: صاحب کتاب کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے متن یا اجزائے متن میں کوئی تبدیلی کی ہو۔

اس کا فیصلہ کرنے کے لئے کہ متن میں کہاں کس نوعیت کی غلطی موجود ہے ضروری ہو گا کہ تمام نسخوں کی عبارات کا آپس میں مقارنہ کیا جائے اور اس کے دو طریقہ ہو سکتے ہیں:

۱۔ محقق نے جس نسخہ کو اصل قرار دیا ہے اس کو سامنے رکھ کر دوسرے نسخے سے عبارات کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے سطر بسطر ملاتا چلا جائے' اور جہاں کہیں اختلاف پایا جائے اس کو حواشی میں بیان کر دیا جائے گا۔ جب ایک نسخہ سے فارغ ہو تو دوسرا نسخہ لے لے اور اسی طرح تمام نسخوں کا اصل سے تقابل کرتا چلا جائے۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ محقق اپنے ساتھ مزید کچھ ذی علم' اصحاب کو شریک کرے مثلاً اگر اس کے پاس اصل قرار دئے گئے نسخہ کے علاوہ دو مزید نسخہ ہیں تو اپنے ساتھ مزید دو حضرات کو شریک کرے اور محقق نسخة الاصل پڑھ کر ان کو سنائے' اور جس کے نسخہ میں بھی اختلاف' سقوط یا اضافہ آئے وہ محقق کو مطلع کرے کہ میرے نسخہ میں عبارت اس طرح ہے۔

یہ دوسرا طریقہ عمل کے اعتبار سے زیادہ آسان ہے۔

بہتر ہو گا کہ ہر نسخہ کو کام کی ابتداء میں ہی ایک مختصر علامتی نام دے دیا جائے' یہ علامت مقرر کرتے وقت' جگہ جہاں سے یہ نسخہ حاصل ہوا ہے' یا مالک نسخہ' یا کتب خانہ کا نام پیش نظر رکھنا چاہیے۔

اس طرح اختلاف نسخ کا بیان سہل اور مختصر ہو جائے گا۔

متن کتاب سے متعلق تفصیلات

یہ تحقیق مخطوطات کا سب سے اہم مرحلہ ہوتا ہے اس مرحلہ میں محقق اس قلمی نسخہ کی عبارات کو جس کو اس نے اپنی تحقیق کے لئے اصل قرر دیا تھا بقیہ تمام نسخوں کے تقابل کی روشنی

میں اپنے ہاتھ سے صاف ستھرے انداز میں املاء کے موجودہ قواعد و آداب کے مطابق نقل کرتا ہے' اور یہ اہم کام محقق کو خود انجام دینا ضروری ہے اس لئے کہ وہی زیادہ بہتر طور پر متن کتاب کی مشکلات اور ان کے حل تلاش کر سکتا ہے۔

تحقیق سے مراد یہ ہے کہ محقق کتاب کے مصنف کی عبارات کو حتی الامکان من و عن اسی طرح پیش کر دے جس طرح کہ مصنف نے تحریر کی تھیں کیت کے لحاظ سے بھی اور کیفیت کے اعتبار سے بھی۔

یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ تحقیق کا مطلب نہ تو تحسین عبارات ہے نہ تصحیح اسلوب ہے' نہ تصحیح نظریات' یعنی نہ تو یہ مطلوب ہے کہ مصنف کی عبارات کو بدل کر زیادہ بہتر الفاظ کا انتخاب کیا جائے اور نہ ہی یہ مقصود ہے کہ مصنف کے اسلوب کو بدل کر کوئی اور زیادہ بہتر اسلوب اختیار کیا جائے' یا اگر مصنف نے کوئی بات خلاف واقع بیان کی ہے اس کو تبدیل کر کے واقعہ کے مطابق کر دیا جائے۔

یہ کتاب اور اس کی عبارات تو مصنف کی امانت ہیں ان میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں کیا جاسکتا' ہاں البتہ اگر کسی غلطی کی نشاندہی کرنی ہو یا اپنا موقف ذکر کرنا ہو تو اس کے لئے حواشی اور تعلیقات سے کام لیجئے متن کتاب میں کوئی تبدیلی نہ کریں۔

آیات قرآن کریم کا حکم اس سے مختلف ہے اگر ان کی نقل میں مصنف نے تساہل سے کام لیا ہے اور آیات کو پوری دقت کے ساتھ نہیں لکھا ہے تو اس سے تسامح نہیں کیا جائے گا بلکہ نص قرآنی کو ٹھیک مصحف کے مطابق نقل کیا جائے گا۔

جہاں تک احادیث نبویہ کا تعلق ہے تو اس میں بھی ضروری ہے کہ احادیث کی تخریج کر کے صحت متن کا تیقن کیا جائے اور اگر کچھ تفاوت محسوس ہو تو احایث میں تعدد روایات کے پیش نظر متن میں تو کوئی تبدیلی نہ کی جائے بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ مصنف نے اسی طرح لکھا تھا' البتہ حاشیہ میں صحیح روایت اور الفاظ حدیث بیان کر دینے چاہئیں۔

اسی طرح ضرب الامثال اور اشعار کا حکم ہے کہ اصل مراجع سے رجوع کر کے تحقیق کی جائے' البتہ مصنف کی ذکر کردہ روایت کا بھی احترام کیا جائے اور متن میں اس کو برقرار رکھا جائے' خاص کر اس صورت میں جبکہ مصنف اپنی ذکر کردہ روایت سے کوئی حکم مستنبط کر رہے ہوں۔

جہاں تک تقابل نسخ کے ذریعہ حاصل شدہ اختلاف عبارات کا تعلق ہے، اس میں دو قول ہیں: بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اگر اصل کی عبارت غلط بھی ہو تو اس کو اپنے حال پر رکھیں اور صحیح روایت کو حاشیہ میں بیان کیا جائے، الا یہ کہ بالکل بدیہی غلطی ہو جس کا غلط ہونا اظہر من الشمس ہو، تو اس کی صلب کتاب میں اصلاح کی جاسکتی ہے، اور اسی قول کو شیخ عبدالسلام ہارون نے اپنی کتاب "تحقیق النصوص" میں ترجیح دی ہے۔

جبکہ بعض حضرات کے نزدیک محقق جس روایت کو زیادہ صحیح خیال کرتا ہے اس کو صلب کتاب میں رکھے خواہ وہ نسخۃ الاصل کے مخالف ہو، اور بقیہ روایات کو حواشی میں بیان کرے، اس قول کو استاد محمد نغش اپنی کتاب "کیف تکتب بحثا او تحقق نصا" میں ترجیح دی ہے، اور افادہ کے اعتبار سے یہ قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

اختلافات نسخ میں عموماً وہی اختلافات درج کرنے چاہئیں جو معنی دار ہوں مہمل و بے معنی الفاظ کو داخل کرنا سعی لاحاصل ہے اس لئے کہ اختلافات کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ متن کی تحقیق کے سلسلہ میں غور و فکر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے چونکہ مہمل لفظوں سے اس سلسلہ میں کوئی مدد نہیں ملتی لہٰذا ان کا عدم ذکر ہی اولیٰ ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مخطوطہ کی عبارت سمجھ میں نہیں آتی ہے اور نہ دوسرے نسخوں سے مسئلہ حل ہوتا ہے تو ایسی شکل میں مندرجہ ذیل طریقوں سے مدد لی جاسکتی ہے۔

۱۔ مولف کی دیگر تصنیفات خواہ مطبوع ہوں یا مخطوطہ، ان سے مدد مل سکتی ہے۔

۲۔ وہ کتب جن کا براہ راست اس تحقیق پذیر کتاب سے تعلق ہو مثلاً اس کتاب کی شروح یا مختصرات یا تہذیبات ان سے بھی مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

۳۔ اسی طرح بعد کی وہ تصنیفات جن میں اس تحقیق پذیر مخطوطہ سے استفادہ کیا گیا ہو اور اسی کتاب کے حوالہ ملتے ہوں، مثلاً ہمارے ہاں ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی میں آج کل فقہ حنفی کی عظیم الشان ذخیرہ "المحیط البرھانی" پر کام جاری ہے اور یہ کام ۲۵ جلدوں میں مکمل ہونے کی امید ہے۔ کم و بیش ۱۵ جلدوں پر کام مکمل ہو چکا ہے۔ ہمارے پاس اس کتاب کے پانچ مختلف قلمی نسخے ہونے کے باوجود بے شمار مقامات حل طلب رہے۔ اس ضمن میں مطبوعہ فتاویٰ تاتارخانیہ سے مدد ملی کہ اس میں محیط کے حوالے بکثرت ملتے ہیں۔

۴۔ اسی طرح مصنف کے اصل مراجع و ماخذ سے بہت مدد مل جاتی ہے، کہ جس عبارت میں

شک ہو یا خلل پایا جاتا ہو ان عبارتوں کو اصل ماخذ میں نکل کر صحیح کر لیا جائے۔

۵۔ اسی موضوع پر معاصر مصنفین کی تصنیفات۔

۶۔ اسی طرح ہر موضوع کی وہ کتابیں جو اس موضوع میں ریفرنس کا درجہ رکھتی ہوں۔

جب محقق قلمی نسخہ کو نقل کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ علامات ترقیم کا استعمال کرے' ان علامات کے استعمال سے عبارات کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور قاری فہم عبارت میں غلطی سے بچ جاتا ہے۔

اہم علامات ترقیم اور ان کا استعمال درج ذیل ہے:

، اس علامت کے استعمال کا بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ جس طرح بولنے والا ایک سانس میں نہیں بولتا چلا جاتا' بلکہ مناسب وقفوں میں سانس لے لے کر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتا ہے' اسی طرح تحریر میں بھی قاری کو موقع فراہم کیا جائے کہ وہ مناسب وقفوں سے ٹھہر ٹھہر کر اپنا مطالعہ جاری رکھ سکے' ویسے قاعدہ اور رواج یہ ہے کہ اس علامت کا استعمال زیادہ تر دو مربوط جملوں کے' یا مفردات معطوفہ کے درمیان ہوتا ہے' یا قسم' یا منادی کے بعد ہوتا ہے۔

: اس علامت کا استعمال کسی اجمال کے بعد تفصیل کے بیان سے قبل کیا جاتا ہے' مثلاً قول کے بعد مقولہ سے پہلے' اقسام کے بیان کے لئے' یا مبہمات کے بیان کے لئے۔

اس علامت کا استعمال سبب کے بعد مسبب سے پہلے ہوتا ہے۔

؟ علامت استفہام جملہ استفہامیہ کے آخر میں استعمال ہوتی ہے۔

! تعجب یا تاثر کے اظہار کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

- یہ علامت جملہ معترضہ کے شروع اور آخر میں استعمال کی جاتی ہے۔

" " یہ علامتیں اقتباس کے شروع اور آخر میں استعمال کی جاتی ہیں۔

[ ] ان کے درمیان عموماً" نمبر لکھے جاتے ہیں یا تفسیری کلمات یا تفسیری جملے تحریر کیے جاتے ہیں۔

_ اگر شمار کے لئے نمبر یا حروف ذیلی عنوان میں آ جائیں تو ان کے بعد یہ علامت استعمال ہوتی ہیں۔

... یہ علامت ہے اس بات کی کہ یہاں سے کچھ عبارت محذوف ہے۔

[ ]   ان کے درمیان لکھنے والا کسی دوسرے کی عبارت میں اضافہ کرتا ہے۔

اسی طرح محقق کے لئے ضروری ہے کہ جب وہ مخطوطہ کو نقل کرے تو موضوع کے ہر اہم جزء کو جملوں میں تقسیم کرتا چلا جائے۔ اس چیز کا اہتمام متقدمین کے ہاں نہیں پایا جاتا۔ اسی وجہ سے مخطوطات کے صفحات پورے کے پورے عبارت سے بھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر کلام کے اجزاء کو مناسب انداز میں پیراگرافوں میں تقسیم کر دیا جائے تو قاری کو پڑھنے اور سمجھنے میں بڑی سہولت ہوتی ہے اور اس کی طبیعت اکتاتی نہیں ہے۔ ہر پیراگراف نئی سطر سے کچھ فاصلہ دے کر شروع کرنا چاہیے۔

اسی طرح محقق کو چاہیے کہ آیات' احادیث اور اقوال معتبرہ کی حاشیہ میں تخریج کرتا جائے' اس طرح اس کے کام کے معیار اور وقعت میں اضافہ ہو گا۔

آیات کی تخریج میں سورۃ کا نام اور آیت نمبر کافی ہے۔

اور احادیث کی تخریج میں راوی کا نام اور امہات کتب حدیث جو براہ راست حدیث ذکر کرتی ہیں ان کا نام' حدیث نمبر اگر موجود ہے تو ذکر کرے ورنہ باب اور کتاب کا عنوان ذکر کر دے' اور معتبر حوالوں سے حدیث کے مرتبہ اور درجہ کا تعین کرے۔

اقوال معتبرہ اگر مطبوعہ کتاب کے ہوں تو کتاب کا نام' مصنف کا نام' جلد نمبر اور صفحہ نمبر ذکر کرے' اس تخریج کے کئی فوائد ہیں ان میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ مصنف یا محقق کے استعمال کئے ہوئے مواد کے مستند ہونے کا پتہ چلتا ہے' دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص اسی موضوع پر یا موضوع کے کسی خاص پہلو سے متعلق زیادہ تفصیل سے جاننا چاہتا ہے تو آسانی سے وہاں تک اس کی رسائی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح محقق کو چاہیے کہ وہ مشکل الفاظ پر اعراب و حرکات ڈالے' لیکن اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے پہلے مراجع سے صحیح تلفظ کا تیقن کرے پھر حرکات کا استعمال کرے۔

حواشی و تعلیقات

حواشی اور علیقات محقق کے کام کا اہم حصہ ہوتے ہیں یہ حواشی بجائے آخر کتاب میں ذکر کرنے کے متعلقہ صفحہ کے نچلے حصہ میں ذکر کرنے چاہئیں اس طرح مراجعت میں سہولت رہتی ہے' اور متن و حاشیہ کے درمیان ایک لکیر کھینچ کر فاصلہ رکھنا چاہیے۔ بہتر ہو گا کہ حاشیہ کے

حروف چھوٹے ہوں متن کے حروف سے تاکہ بآسانی دونوں میں تمیز کی جا سکے۔

ان حواشی میں محقق جہاں نسخوں کا اختلاف بیان کرتا ہے' آیات اور احادیث کی تخریج اور مصنف کے مراجع کے حوالے ذکر کرتا ہے' اشعار کے لئے شاعر کا نام اور دیوان کا حوالہ بیان کرتا ہے وہاں محقق کو یہ بھی چاہیے کہ جہاں کہیں مصنف کی عبارت میں غموض اور تعقید محسوس ہو حاشیہ میں اس کی بھی وضاحت کرے' اور کتب قدیمہ میں یہ غموض و تعقید بکثرت پائی جاتی ہے' لیکن اس میں اعتدال ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ حواشی میں موضوع سے متعلق معارف قریبہ و بعیدہ کے سمندر اس طرح بہا دیئے جائیں کہ حواشی اصل کتاب سے زیادہ بھاری ہو جائیں' اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اسی طرح حواشی میں کرنے کا ایک مفید کام یہ ہوتا ہے کہ محقق کتاب کے مباحث کو آپس میں مربوط کرے' مثلاً اس طرح کہ مصنف بعض اوقات پیچھے گزرنے والی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے' تو محقق کو چاہیے کہ اس جگہ کا تعین کرے۔ اسی طرح بعض مصنف بعد میں آنے والی کسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے تو اس کی وضاحت کرنی چاہیے کہ یہ بات فلاں صفحہ پر فلاں بحث میں آنے والی ہے۔

اسی طرح مشکل الفاظ یا آدمیوں کے مشکل نام' جگہوں کے مشکل نام آ جائیں تو ان کی مناسب تشریح اور وضاحت حاشیہ میں کرنی چاہیے۔

اسی طرح اگر کسی خاص موضوع سے متعلق رموز واشارات و اصطلاحات کا ذکر آ جائے تو ان کی وضاحت بھی مستحسن ہو گی۔

مقدمہ

جب محقق مخطوطہ کی تحقیق کے عمل سے فارغ ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مقدمہ تحریر کرے جس میں مندرجہ ذیل امور بیان کئے جائیں۔

۱۔ مقدمہ کے آغاز میں مصنف سے متعلق معلومات' اس کے زمانے کا تعین اور علمی مرتبہ بیان کرنا ضروری ہو گا۔

۲۔ ثانیاً" کتاب کا تعارف' موضوع کی وضاحت' اس موضوع سے متعلق دیگر تصانیف کا ذکر اور زیر نظر کتاب کے موضوع پر لکھی گئی تحریروں سے تقابل کرنا ہوتا ہے۔

۳۔ اس کے بعد کتاب کے ان مخطوطات کی تفصیل بیان کرنا چاہیے جن پر اعتماد کر کے اس

نے تحقیق کی ہے، ہر نسخہ کا الگ الگ تعارف کرایا جائے۔ اس کی کمیت و کیفیت و نوعیت بیان کی جائے، اس کے شروع اور آخر میں پائی جانے والی اجازات و تصدیقات و تملیکات کی مہوں کا، پڑھنے والوں کے ملاحظات کو بیان کیا جانا چاہیے، نسخوں کی تاریخیں بیان کرنا چاہئیں، نیز واضح کیا جائے کہ اس نے اس تحقیقی کام میں کس نسخہ کو اصل بنایا ہے اور کیوں بنایا ہے۔

۴۔ اپنے منہج تحقیق کی وضاحت کے بعد، رموز اصطلاحات کی وضاحت بھی ضروری ہوتی ہے۔ نیز مصادر و مراجع کا مختصر تعارف کرایا جائے۔

طباعت کے وقت قلمی نسخہ کے ابتدائی اور آخری صفحات کی فوٹو کاپی شامل کر لینی چاہیے۔

فہرست سازی

تحقیق کا آخری مرحلہ فہرست سازی کا ہے، بلاشبہ اس دور میں فہرست سازی کے عمل کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اور یہ ہے بھی نہایت مفید، اس سے عام قاری کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور تحقیق کرنے والوں کو بھی، قاری ایک نظر میں پوری کتاب کی ورق گردانی کیے بغیر یہ جان لیتا ہے کہ اس کتاب میں اس کے کام کی چیز ہے یا نہیں، اور اس طرح بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔

لہٰذا نہ صرف آیات و احادیث و اعلام، و مقامات و اشعار، و کتب کی ابجدی فہرستیں بنانی چاہئیں بلکہ کتاب میں جتنے موضوعات ہوں سب کی ابجدی فہرست بنانی چاہیے۔

فہرست سازی کا یہ عمل بہتر ہو گا کہ کتابت یا کمپوزنگ کے بعد انجام دیا جائے تاکہ کتاب کے صفحات پر صحیح نمبر درج کیے جا سکیں۔

اس مشکل سے بچنے کے لئے بعض محققین یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ پوری کتاب کے تمام پیراگرافوں پر مسلسل نمبر ڈال دیتے ہیں اور فہارس میں حوالہ پیراگراف کا دیتے ہیں، اس صورت میں فہرست سازی کا کام کتابت یا کمپوزنگ سے قبل بھی انجام دیا جا سکتا ہے۔

اس صورت میں مزید فائدہ یہ حاصل ہو گا کہ بعد میں اگر نئی کتابت کی بناء پر کتاب کے صفحات کی ترتیب اور نمبر بدل بھی جائیں تو فہارس متاثر نہیں ہوں گی۔

یہ وہ چند گزارشات ہیں جن سے تحقیق مخطوطات میں مدد لی جا سکتی ہے۔ تحقیق کے دوران ان کا جتنا خیال رکھا جائے گا کام کی اتنی ہی زیادہ وقعت ہو گی اور وہ زیادہ قابل اعتناء ہو گا۔

مراجع و مصادر

۱۔ تحقیق النصوص و نشرھا عبدالسلام ہارون

۲۔ ورقات فی البحث والکتابة عبدالحمید عبداللہ الہدامنہ

۳۔ کیف تکتب بحثا او تحقق نصا دکتور محمد نغش

۴۔ اردو میں اصول تحقیق، مرتبہ ایم سلطانہ بخش

★★

تحقیق مخطوطات ـــــ یکساں منہج
(چند تجاویز)

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر☆

مخطوطہ کے متعلق بعض معلومات

ایک ہی کتاب کے مختلف مخطوطات کے مختلف نسخوں میں مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔۔ جیسے ایک قلمی نسخہ کا دوسرے سے ورق کی قسم اور حجم میں مختلف ہونا' لکھنے کی تاریخ میں اختلاف ہونا اور ناسخ کے نام میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات ایک نسخہ کامل ہوتا ہے جبکہ اسی کتاب کا دوسرا نسخہ ناقص ہو سکتا ہے۔ نسخہ میں کوئی عیب بھی ہو سکتا ہے جیسے کیڑا لگنا یا رطوبت وغیرہ پہنچنا' بعض اوقات کسی ایک نسخہ میں کئی ملاحظات ہوتے ہیں جن سے اس نسخہ کی اہمیت باقی نسخوں سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً اس میں بعض تعلیقات' اجازات' سماعات یا تراجم ہوں۔ میرے پاس شمائل ترمذی کی شرح (عبدالرؤف المناوی) کے دو نسخے ہیں۔ ایک حافظ ثناء اللہ الزاحدی کے مکتبہ الزاحدیہ صادق آباد سے اور دوسرا رباط (مراکش) سے حاصل کیا ہے۔ ان میں ایک اصل ہے جبکہ دوسرے میں متن کی چیزوں کو عام طور پر نشان لگا کر حاشیے پر لکھا ہے۔ دونوں نسخوں کے تقابل سے ہی اصل متن واضح ہوتا ہے(۱)۔

اس طرح تسمیۃ المشائخ لابن مندہ (جس کی تحقیق و تدوین میں نے کی ہے) کے دو نسخوں میں سے ایک اصل ہے جبکہ دوسرا بعد کا ہے اور اصل پر سماعات بھی ہیں(۲)۔

اسی طرح الطائی کی الاربعین کے چھ نسخے ہیں' جن میں بعض بہت قدیم ہیں اور بعض بعد میں لکھے گئے ہیں۔ دیکھنے سے فرق خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔(۳) مخطوطات کی تشخیص کے لئے بعض دقتیں پیش آتی ہیں۔ وہ کیا ہیں؟ ان کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے؟ اور کس طرح یکساں منہج تحقیق اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں چند ضروری تجاویز پیش کی جا رہی ہیں۔

☆انچارج سیرت چیئر' اسلامیہ یونیورسٹی' بہاولپور

عنوان کی مشکل

صحت عنوان آسان کام نہیں ہے اس کے بعض اسباب یہ ہیں۔

ا۔ پہلا ورق نہ ہونا۔ مخطوط کا پہلا ورق یا ابتدائی کئی اوراق نہ ہوں یا آخری ورق نہ ہو۔ عام طور پر ان پر مولف اور مخطوط کا نام' ناسخ کا نام' تاریخ نسخہ یا بعض اضافے ہوتے ہیں جو کہ بہت مفید ہوتے ہیں۔ اس صورت میں مندرجہ ذیل اقدامات کرنے چاہئیں۔

۲۔ مخطوط کو دقت سے پڑھنا' ان چیزوں پر غور کرنا جن میں مولف کے متعلق معلومات و اشارات ہوں' اس کی اور کتاب یا کتابوں کا ذکر ہو۔

۳۔ فن معلوم کرے۔ مخطوط کس موضوع پر ہے۔ تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ یا فنون کی جس قسم سے بھی متعلق ہو معلوم کرے۔

۴۔ مخطوطات کی فہارس دیکھیے جن میں ابواب اور فصلوں کا ذکر ہو۔

۵۔ خط' ورق اور سیاہی کو دیکھ کر معلوم کرے کہ مخطوط کس زمانے کا ہے۔

۶۔ اس مخطوط کو دوسرے مخطوطات سے ملائے جو اس فن سے متعلق ہوں تاکہ مولف اور کتاب کا پتہ چل جائے۔

ب۔ عنوان یا کوئی حصہ مٹا ہوا ہو تو مخطوط میں مولف کا نام تلاش کریں۔ اگر نام مل جائے تو پھر تراجم کی کتب میں مولف کی مولفات میں اس کتاب کے فن سے کتاب کا نام معلوم ہو سکتا ہے۔

ج۔ بعض اوقات ابتداء میں لکھا ہوا عنوان غلط ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات جان بوجھ کر غلط کیا گیا ہوتا ہے یا بعض ملکیت والے غلط لکھ سکتے ہیں۔ بعض جاہل قاری بھی غلط لکھ سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے بہت غور کی ضرورت ہے۔ دیگر نسخوں سے ملا کر دیکھنا چاہیے۔

د۔ بعض اوقات ایک نسخہ میں کئی نام ہوتے ہیں۔ ایک غلاف پر ایک مقدمہ میں ایک آخر میں۔ اس صورت میں مقدمہ والا نام اہم ہوتا ہے۔

ح۔ بعض اوقات مخطوط کا کوئی عنوان نہیں ہوتا۔ اس صورت میں محقق خود عنوان رکھ سکتا ہے۔ جیسے میں نے ایک مخطوط کی تحقیق میں کیا ہے۔ الرسالہ فی سنۃ العمامہ

للحافظ ابن حجر میں کیا ہے۔ (اسے مجلّہ تحقیق نے ۱۹۹۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے شائع کیا)۔ اس میں مضمون کو دیکھ کر عنوان دیا ہے(۴)۔

معرفت مصنف کی مشکل

بعض اوقات مخطوط میں مصنف کا نام نہیں ملتا۔ قدیم زمانہ میں بعض مصنفین از راہ عاجزی و انکساری اپنا نام نہیں رکھتے تھے' اس صورت میں عنوان کو دیکھ کر اس کے فن کے مطابق مصنف معلوم کرنا ہوتا ہے۔ یہ بھی مخطوطات کی فہرستوں کو دیکھ کر اور تراجم کی کتاب کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے۔ بعض اوقات مصنفین کتب کے نام میں اشتراک ہوتا ہے' اس لحاظ سے بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ مصنف کا ترجمہ جاننا ہو اس کے اسلوب کتاب کا علم ہو' اس کا زمانہ علم ہو' بعض اوقات مصنف کا غیر معروف نام لکھا ہوتا ہے' اس نام یا کنیت کا اور بھی مصنف ہو سکتا ہے' اس کے لئے بھی مصادر کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔

حاشیہ کا متن سے ملے ہونا

بعض ناسخ' حاشیہ اور متن میں فرق نہیں کرتے بلکہ دونوں کو ایک ہی جگہ نقل کر دیتے ہیں۔ کبھی مخطوط کا پہلا ورق ضائع ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں کسی اور مخطوط کا پہلا ورق اس کے ساتھ لگ جاتا ہے جس سے پتہ ہی نہیں چلتا۔ اس طرح بعض علماء کسی نسخے پر حاشیہ لکھتے ہیں جس کو بعد میں متن سمجھ لیا جاتا ہے۔ بعض اوقات بعض علماء نے کسی نسخہ کو پڑھا ہوتا ہے' وہ اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ ان تمام معاملات میں نہایت احتیاط اور دقت نظر کی ضرورت ہے۔

تحقیق کے لئے مخطوط کا انتخاب

۱۔ کسی مخطوط کی اہمیت کی بناء پر اسے تحقیق کے لئے منتخب کیا جانا چاہیے۔ کوشش کی جائے کہ وہ کتاب اس فن میں اصل ہو۔ کیونکہ ایسی کتاب کی وقعت ہوتی ہے۔ اس فن سے تعلق رکھنے والے اس کو چاہت سے لیتے ہیں۔

۲۔ مصنف' معروف ثقہ اور معتبر ہو اور کتاب اس کی طرف منسوب ہو۔ حدیث کے معاملہ میں ثقہ آدمی ہو اس پر لوگوں کو یقین ہو۔

۳۔ مخطوط کے دو یا دو سے زیادہ نسخے ہوں، ان کی وجہ سے مقابلہ آسان ہو جاتا ہے۔ ایک میں غلطی ہو تو دوسرے میں درست ہو جاتی ہے۔ نقص کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ ایک میں کوئی کمی یا زیادتی ہو تو دوسرے سے اس کو دور کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ حالات اور وقت کے مطابق تحقیق کے لئے مخطوط کا حجم بھی دیکھنا پڑتا ہے۔

نسخوں کو جمع کرنا

قدیم مخطوطات کی تحقیق کے لئے ضروری ہے کہ دنیا کے مختلف مکتبات میں جو نسخے موجود ہوں معلوم کئے جائیں اس کے لئے مختلف کتب دیکھیں۔ بروکلمان کی تاریخ الادب العربی، فواد سیزگین کی تاریخ التراث العربی اور نوادر المخطوطات العربی فی الکتبات ترکیاء مفید ہے۔

ترتیب النسخ

مختلف نسخوں کی ترتیب درج ذیل ہے۔

۱۔ سب سے بہتر نسخہ جس پر اعتماد کیا جائے وہ مؤلف کا اپنا لکھا ہوا نسخہ ہے اسے نسخة الام کہتے ہیں(۵)۔

اگر مولف کا اصل نسخہ مل جائے تو پھر یہ معلوم کریں کہ یہ نسخہ وہی ہے جو مولف نے آخری مرتبہ لکھا ہے۔(۶)

۲۔ مصنف کے نسخہ کے بعد وہ نسخہ ہے جو مصنف نے پڑھا ہو یا اس کے سامنے پڑھا گیا ہو اور اس پر اس نے لکھا ہو کہ اس کے سامنے پڑھا گیا۔

۳۔ وہ نسخہ ہے جو مولف کے نسخہ سے نقل کیا گیا۔

۴۔ وہ نسخہ ہے جو اس نسخہ سے لکھا گیا ہو جس کی مصنف نے توثیق کی ہو۔

۵۔ وہ نسخہ جو مولف کے زمانہ کے بعد کسی عالم آدمی نے لکھا ہو، اس پر سماعات ہو۔

۶۔ دیگر نسخے

اگر قدیم نسخے میں تحریف اور تصحیف ہو تو متاخر نسخے کو اس پر ترجیح دی جائے گی۔ اگر کتاب کے اور نسخے موجود ہوں تو اس سے تحقیق کرنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن بعض اوقات صرف ایک ہی نسخہ ہوتا ہے، اس صورت میں قدیم کتابوں سے تقابل کر کے تحقیق کی جائے۔

چیسٹر لائبریری ڈبلن (برطانیہ) میں کئی مخطوطات کی صرف ایک ہی کاپی ہے۔ فہرست میں اس مخطوط کے ساتھ یہ الفاظ ہوتے ہیں۔

No other copy has been recorded(۷)

منہج تحقیق

تحقیق کتاب کا مقصد مخطوط کو اس کی اصل شکل میں پیش کرنا ہے، جس طرح مصنف نے اس کو لکھا ہو۔ بعض اوقات لوگ تحقیق کرتے ہوئے بہت مبالغہ سے کام لیتے ہیں، جس سے قاری اصل نص کی بجائے محقق کے کام میں ہی گم ہو جاتا ہے۔ تحقیق کتاب کے سلسلہ میں محقق کے لئے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں۔

پہلا کام۔ مقابلۃ النسخ

مخطوط کے کئی نسخے ہوں تو اصل نسخہ جو قدیم ہو اس سے تقابل کیا جائے۔ اس کو نسخہ ام کہتے ہیں۔ اس نسخہ کے ساتھ باقی نسخوں کا جو اختلاف ہو اسے حاشیہ میں درج کیا جائے۔

ہر ایک نسخہ کی ایک علامت مقرر کی جائے تاکہ اختصار رہے وہ اس مکتبہ کے نام سے ہو سکتی ہے جس سے وہ نسخہ لیا گیا ہو۔ اس بات کا ذکر رموزالکتاب میں کر دیا جائے۔ ہر لفظ کے اختلاف کا ذکر کیا جائے۔ اختلاف روایات میں متن میں صحیح کو رکھا جائے اور محرف یا مصحف لفظ کا حاشیہ میں اشارہ کر دیا جائے۔ اگر نسخہ ام یعنی مولف کا لکھا ہوا ہو تو محقق کسی چیز کو غلط سمجھے تو متن میں ٹھیک نہ کرے۔ اگرچہ یقین ہو۔ بلکہ اس کو حاشیہ میں ذکر کرے تاکہ مولف کی نص علمی لحاظ سے ثابت رہے۔

اگر محقق کو باوجود کوشش کے صرف ایک ہی نسخہ ملے تو وہ لکھنے میں ان نصوص سے تقابل کرے جن سے مولف نے لیا ہو۔ بعض کتب بعد میں لکھی جانے والی کتب کے لئے اصل کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان سے تقابل کر لیں۔ بعض کتب میں ایک ہی فن میں ہونے کی وجہ سے بعض روایات ملتی جلتی ہوتی ہیں۔ جیسے حدیث اور تراجم کے کتب مثلاً صحیح بخاری، مسلم اور طبقات ابن سعد وغیرہ۔ میں نے اپنی تحقیق میں کوشش کی لیکن مجھے اسماء رجال المصابیح کا ایک ہی نسخہ ملا، (میں نے تمام فہارس کو دیکھا، علماء سے ملا، خطوط لکھے) اور اس کی تحقیق کر دی(۸)

اگر قدیم نسخہ میں زیادہ غلطیاں ہوں تو کسی حدیث نسخے کو بھی اصل (نسخہ ام) بنایا جا سکتا

ہے لیکن یہ حدیث نسخہ کسی قدیم نسخے سے لیا گیا ہو اور کسی عالم یا ادیب کا لکھا ہوا ہو۔

دوسرا کام۔ ضبط نص کی تکمیل اور خدمت

نسخوں کا تقابل کرنے کے بعد کتاب کو اچھی طرح پڑھا جانا چاہیے۔ مشکل الفاظ، محرف اور مصحف پر غور کرنا ہو گا۔ ان کو لغت، تراجم اور اعلام کی کتابوں میں دیکھا جانا چاہیے۔ اعراب لگائے جائیں۔ ضروری حواشی لکھے جائیں۔ ترجمہ کی کتاب نہ ہو تو صرف علم کی وضاحت کرے، مثال کے طور پر اگر سند میں سفیان آئے تو محقق صرف یہ بتائے کہ یہ سفیان بن عیینہ ہے یا سفیان الثوری ہے۔ معرف لوگوں کا تعارف لکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ درج ذیل کام تحقیق کی تکمیل کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔

۱۔ عنوانات۔ عنوانات، ابواب اور فصول کو بڑے حروف میں لکھا جائے۔

۲۔ تقسیم نص اور اس کو نمبر لگانا۔

ا۔ اگر متن میں اصل میں تقسیم نہ ہو تو ضرورت کے مطابق محقق ایسا کر سکتا ہے، عنوان دے کر ان کو بریکٹ میں رکھے(۹)۔

ب۔ کتب حدیث میں احادیث پر نمبر لگائے جا سکتے ہیں۔

ج۔ نص کی سطور کو پانچ پانچ کے لحاظ سے نمبر دیئے جا سکتے ہیں۔

۴۔ تخریج آیات

قرآن کی آیت کی صورت میں سورۃ کا نام، اس کا نمبر اور آیت کا نمبر لکھا جائے۔ آیت نامکمل ہو تو اس کو حاشیہ میں مکمل کیا جانا چاہیے۔

تخریک احادیث

حدیث کی صورت میں حدیث کی کتاب کا نام اگر ایک سے زیادہ جلد میں ہوں تو جلد کا نمبر اور پھر صفحہ لکھا جائے۔ کتاب اور باب کا ذکر بھی کیا جائے۔ مصادر و مراجع میں کتاب کی پوری تفصیل لکھنی ہو گی۔ اگر ایک سے زیادہ نسخے ایک کتاب کے دیکھے ہوں تو اسی حاشیہ میں وضاحت ہونی چاہیے کہ کون سا نسخہ ہے، اس کے لئے کون سی رمز اختیار کی ہے۔ اگر صحیحین سے نچلے درجے کی حدیث کی کتاب سے حدیث لی ہو تو اس حدیث پر حکم کی وضاحت کی جانی چاہیے۔

۵۔ کسی شخصیت کا نام ہو تو مختصر اس کا تعارف لکھے۔ راوی حدیث کی صورت میں اس کے متعلق محدثین کی رائے لکھے۔

۶۔ اگر شعر آئے تو شاعر کا نام تلاش کر کے لکھے۔ اس کے دیوان کا حوالہ دے یا کسی پرانی کتاب سے اس کی تخریج کرے۔ مثلاً تاریخ طبری، طبقات ابن سعد، یا عقد الفرید وغیرہ۔

۷۔ کوئی اصطلاح آگئی ہو تو اس کی وضاحت کرے جس سے قاری کی سمجھ میں بات آ جائے۔

۸۔ غریب الفاظ اور کلمات کی وضاحت کرے کلام عرب سے استشہاد کیا جانا چاہیے۔

۹۔ اگر کسی کتاب سے اقتباس لیا گیا ہو تو اصل کتاب کو دیکھ کر اس کا حوالہ دے اور یہ دیکھا جائے کہ اقتباس صحیح لیا ہے یا اس نے اس میں کوئی کمی یا زیادتی کی ہے۔

۱۰۔ بعض محقق نسخوں کا اختلاف اور حاشیہ اپنی طرف سے اس صفحہ کے نیچے لکھتے ہیں، بعض اوقات حاشیہ الگ لکھتے ہیں(۱۰)۔

۱۱۔ جدید علامات۔ محقق کو جدید علامات استعمال کرنی ضروری ہیں۔ اس میں فل اسٹاپ، قامہ، بڑی بریکٹ، چھوٹی بریکٹ، سوالیہ نشان، تعجب کی علامت، سیدھے خطوط، دو قوسے وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

۱۔ قرآن مجید کی آیات اور احادیث کے لئے *____* یا "____"

۲۔ مخطوط میں خالی جگہ کے لئے ....

۳۔ کسی کتاب سے اقتباس یا کسی کتاب کے نام کے لئے " "

۴۔ اگر اصلی نسخہ کے علاوہ کسی اور نسخہ سے اضافہ ہو تو دو عمودی خط بالمقابل //------//

۵۔ اپنی طرف سے محقق اگر کسی چیز کا اضافہ کرے تو اس طرح ----- یا کسی کتاب سے لے کر لکھے۔

۶۔ مخطوط میں کسی چیز کا مکرر ہونا (x)

۷۔ جملہ معترضہ کے لئے دو چھوٹے خط –____–

۸۔ سوالیہ نشان ؟

۹۔ انتھی پر فل سٹاپ .

۱۰۔ جملے کے درمیان فاصلہ ،

۱۱۔ فاصلہ منقوطہ

۱۲۔ کسی چیز کی وضاحت کے لئے دو نقطے :

۱۳۔ مخطوط میں صفحہ لکھنے کے لئے اگر ورق کامل ہو تو ۱۴ اور پھر ۱۴ ب اور صفحہ ہو تو ص ع وغیرہ

۱۴۔ تعجب !(۱۱)

۱۲۔ رموز الکتاب و اختصارات

زمانہ قدیم سے بعض اختصارات جاری ہیں، ان کو سلف کے مطابق ہی رکھا جائے۔
مثال کے طور پر

لفظ	رموز
صلی اللہ علیہ وسلم	ؐ ۔ صلعم
رضی اللہ عنہ	ؓ رضہ
علیہ السلام	ؑ
رحمہ اللہ	ؒ
انتھی ۔ انھی	اھ
ال آخرہ	الخ
حدثنا	ثنا
اخبرنا	نا
اخبرنا	انا
الجامع الصحیح البخاری	خ
الجامع مسلم	م
ترمذی	ت
النسائی	ن
ابن ماجہ	ق او جہ
ابوداؤد	د
نسخہ	ن

۱۳۔ الفہارس

یہ الفہرس اور الفہرست کی جمع ہے۔ یہ فارسی کا معرب کلمہ ہے۔ اس کے معنی ثبت۔ القائمہ اورجدیدۃ المضامین وغیرہ ہے(۱۳) جدید قواعد نشر میں ان کی بڑی اہمیت ہے۔ محقق سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ قاری کی سہولت کے لئے فہارس تیار کرے۔ بعض لوگ اس میں بھی مبالغہ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی ۲۰/۲۵ فہارس تیار کرتے ہیں کہ وہ اصل متن سے زیادہ ہو جاتی ہیں۔

عام طور پر یہ فہارس ہیں۔

۱۔ محتویات الکتاب

۲۔ فہرس الایات

۳۔ فہرس الحادیث قولیہ فعلیہ

۴۔ فہرست الاثار

۵۔ فہرس الاعلام

۶۔ فہرس القبائل والفرق والاقوام

۷۔ فہرست الامکنہ

۸۔ فہرس الکتب المذکورہ فی المتن

۹۔ فہرست الاشعار

۱۰۔ فہرس المصادر والمراجع

ان کے علاوہ مضمون کے لحاظ سے کتب کی فہارس تیار کی جاتی ہیں۔

تیسرا کام۔ مقدمۃ المحقق

جس وقت محقق نص کتاب کی تحقیق کرے تو کتاب کا مقدمہ لکھے۔ اس کو بعد میں اس لئے لکھا جاتا ہے کہ کتاب کی صفحات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ تحقیق سے متعلق کئی چیزوں کی وضاحت ہوتی ہے۔ وصف المخطوط ہوتا ہے۔ یہ کام تحقیق کے بعد ہی ممکن ہوتا ہے۔

عام طور پر مقدمہ میں درج ذیل چیزیں شامل ہوتی ہیں۔

۱۔ مصنف کے احوال، نام و نسب، تعلیم، اساتذہ، تلامذہ، مولفات، وفات۔

کتاب سے قبل اس موضوع پر کام کی تفصیل

۳۔ اہمیت کتاب' اس کتاب میں مولف کا منہج۔ اس کے مصادر' اس کتاب کی خوبیاں خامیاں۔

۴۔ توثیق نسبۃ الکتاب' غلاف سے' مقدمہ سے آخر سے۔ مولف کے ترجمے سے کتاب کی فہارس سے۔

۵۔ وصف المخطوط۔ اس کے اوراق کی تفصیل۔ نوع خط' سیاہی کی اقسام صفحہ کی لمبائی چوڑائی۔ سطور کی تعداد' سطر کے کلمات کی تعداد' ناسخ کا نام' تحقیق سے استعمال ہونے والے تمام مخطوطات کی تفصیل لکھے۔

۶۔ اس کتاب میں موجود تمام اجازات اور سماعات پر تبصرہ کرے۔ ان سے مخطوط کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔

بعض لوگ تحقیق کے مقدمہ کو اصل کتاب سے بڑھا دیتے ہیں۔ اس طرح کا مبالغہ مناسب نہیں ہے۔

مراجع و حواشی

۱۔ عبدالرؤف المناوی' شرح شمائل الترمذی (المکتبہ الزاحدیہ' صادق آباد)

عبدالرؤف المناوی' شرح شمائل الترمذی (الرباط' مراکش)

۲۔ ابن مندہ' تسمیۃ المشائخ (تحقیق ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر)

۳۔ الطائی' ابوالفتوح محمد بن الطائی' الاربعین فی ارشاد السائرین الی مناظر المستقین' ابن مخطوط کے چھ نسخے مکتبہ الراشدیہ سندھ' چیسٹر بٹی لائبریری' برطانیہ' لیدن یونیورسٹی' برلن' دمشق' اور القاہرہ سے حاصل کئے ہیں۔

۴۔ مجلہ تحقیق' پنجاب یونیورسٹی' ۱۹۹۱ء لاہور

۵۔ مجدی وھبہ اور کامل المھندس المعجم المصطلاحات العربیہ فی اللغتہ والادب (مکتبہ لبنان' بیروت' ۱۹۷۹ء) ص ۱۸۹

۶۔ ہو سکتا ہے مولف نے پہلے کچھ چیزیں مختصر لکھی ہوں لیکن بعد میں اس میں کوئی اضافہ کر دیا ہو۔

۷۔ مثال کے طور پر آپ دیکھیں' ابن کثیر' الطبقات الشافیہ

۸۔ ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر' اسماء الرجال المصابح (مقالہ برائے پی ایچ ڈی گلاسکو یونیورسٹی' گلاسکو' ۱۹۸۸)

۹۔ جیسے میں نے سلک الدرلا کمل الرسل اطہر مولفہ محمد صدیق لاہوری' ف ۱۱۹۳ھ کی تحقیق میں کیا ہے (الایضاح' مدکز شیخ زید الاسلامی پشاور یونیورسٹی پشاور ۱۹۹۵ء) ص ۱ تا ۴۵

۱۰۔ ملاحظہ ہو' تحقیق سلک الدر اور سمیتہ المشائخ (مذکور بالا) حواشی ۹ اور ۱۶

۱۱۔ جدید علامات کے لئے ملاحظہ ہو' احمد زکی پاشا' الترقیم و علامتہ فی اللغہ العربیہ (مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ۔ حلب ۱۹۸۷)

۱۲۔ الزبیدی' تاج العروس (بیروت) ج ۴' ص ۲۱۱

**

THE MUSLIM WORLD TODAY

معاصر اسلامی دنیا کے بارے میں ایک جامع اور باتصویر کتاب

تالیف - ایس - امجد علی

صفحات : ۶۲۸ (11 x 8)　　رعایتی قیمت : ۲۰۰ روپے صرف

اس کتاب میں ہر مسلم ملک کی سرزمین اور باشندوں کا تفصیلی تعارف، تاریخی و ثقافتی پس منظر اور اقتصادی و معاشرتی ترقی کے بارے میں مکمل اور مستند اعداد و شمار دیئے گئے ہیں، ہر مسلم ملک کی سامراجی غلبہ سے نجات اور آزادی کی جدوجہد اور سیاسی و اقتصادی احیاء کی کہانی دلچسپ الفاظ میں بیان کی گئی ہے، کتاب میں اڑتالیس سے زائد مسلم ممالک کے بارے میں تمام ضروری معلومات فراہم کرنے کے علاوہ معاصر دنیا میں اسلام کی پیش رفت، اسلامی نشاۃ ثانیہ اور یورپ اور امریکہ میں رہنے والے مسلمانوں کے بارے میں تمام تفصیلات شامل ہیں۔

ایک ہزار سے زائد رنگین تصاویر، ہر ملک کے قومی نشان اور نقشوں نے کتاب کو نہایت وقیع بنا دیا ہے۔

8 x 11 انچ کے ۶۲۸ صفحات پر محیط اور آرٹ پیپر پر بہترین طباعت سے مزین اور ان گنت خوبیوں کا مرقع، قیمت صرف دو سو روپے، ہر لائبریری اور ہر طالب علم کی ضرورت۔

ڈپٹی ڈائریکٹر مطبوعات، ادارہ تحقیقات اسلامی، عالمی اسلامی یونیورسٹی
پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵، اسلام آباد - 44000 (پاکستان)

ملک میں تحقیق مخطوطات کے کام کا جائزہ

محمد ادریس زبیر☆

مخطوطات کی حفاظت اور تحقیق ہمارا قومی' ملی اور دینی فریضہ ہے۔

تحقیق مخطوطات کا یہ مقصود نہیں کہ نص (متن) کو لکھ دیا جائے اور اس کے مشکل مقامات کی وضاحت اسی طرح کر دی جائے کہ کتاب میں مؤلف کے کام سے تجاوز محسوس ہو یا اس کے علمی کام میں اپنی بھی ایک گونہ شرکت کو یقینی بنا دیا جائے۔ بلکہ تحقیق کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ نص (متن) کو علمی اور تحقیقی اصول و قواعد کے مطابق پیش کیا جائے جس میں توضیح نص اور نص (متن) کا ضبط صحیح نظر آتا ہو۔

پاکستان میں تحقیق مخطوطات:

ملک میں تحقیق مخطوطات کا ذوق تو نادر ہی ملتا ہے مگر جو ادارے اس کام کی سرپرستی کر سکتے تھے انہوں نے بھی اس کام کو بہت معمولی حیثیت دی۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے اپنے طلبہ اور ریسرچ سکالرز میں پاک و ہند کے علماء کی کاوشوں کو موضوع بحث بنانے کا رجحان عام کیا جن میں مخطوطات کی تحقیق بھی شامل تھی۔ مگر وہاں بھی تحقیق مخطوطات کی قابل ذکر تعداد سامنے نہیں آئی۔

اس طرح اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے بھی یہ توقع تھی کہ اپنے طلبہ میں اس ذوق کو اجاگر کرنے کے لئے تحقیق مخطوطات کی ہمت افزائی کرے گی۔ مگر یہاں بھی مسلسل یہ سوچا اور سمجھا گیا کہ ہمارے طلبہ ابھی تحقیق مخطوطات کا صحیح فہم نہیں رکھتے حالانکہ تحقیق کے بارے میں کورس تک پڑھائے جاتے ہیں مزید یہ کہ اس کام کے لئے ایک وسیع لائبریری کے نہ ہونے کا عذر بھی کیا جاتا ہے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر (حدیث و علوم الحدیث) کلیہ اصول الدین' انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد

ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد نے بھی اپنے قیام سے لے کر اب تک چند مخطوطات کی تحقیق پر اکتفا کیا اور یہ بھی محققین کی ذاتی دلچسپی کے سبب ممکن ہوا۔

اب تک ملکی سطح پر تحقیق مخطوطات کے سلسلے میں ہونے والی کوششوں کو ہم چار اقسام میں منقسم کر سکتے ہیں:

۱۔ وہ مخطوطات جن کی تحقیق ملک میں ہوئی مگر ان کی طباعت باہر ہوئی جیسے "مسند الطیالسی" تحقیق ارشاد الحق اثری، الصاغانی کی "الشوارد فی اللغۃ" تحقیق: د۔ احمد خان

۲۔ وہ مخطوطات جن کی تحقیق باہر ہوئی۔ مگر طباعت ہمارے ملک میں ہوئی مثلاً "معجم السفر" تحقیق ڈاکٹر ایس ایم زمان

۳۔ کچھ ایسے بھی مخطوطات ہیں جن کی تحقیق و طباعت ملک میں ہی ہوئی۔ جیسے "العلل المتناھیہ" تحقیق: ارشاد الحق اثری

۴۔ اسی طرح نایاب کتب کی تصویری اشاعت جیسے "المدخل فی اصول الحدیث" مبصر: مولانا عبدالرشید نعمانی۔ کراچی ۱۹۹۱۔

○ ان میں کچھ مخطوطات کی تحقیق اور خوبصورت طباعت مع اعلیٰ کاغذ و جلد، اور پھر ان کی معمولی قیمت یہ سب کچھ علم کی خدمت کی نشاندہی کرتی ہے نہ کہ تجارت کی۔

○ ان تحقیقات میں محققین کی عربی زبان پر دسترس کے ساتھ دیگر علوم سے گہری وابستگی اور معرفت صاف نظر آتی ہے۔

○ ان کتابوں کی تحقیق، ترتیب، ترقیم و ہوامش، اختصار، جامعیت اور مخطوطے کے مختلف نسخوں کے درمیان فرق کی نوعیت وغیرہ کو جس طرح اور جس جدید انداز سے پیش کیا گیا ہے و یقیناً تحقیق کے منہج اور اس کے ضابطوں کے عین مطابق ہے جو کسی بھی عرب یا مغرب کے عال کے تحقیقی کام سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

○ محققین نے ان کتب کی تحقیق میں ایک مخطوطے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ایک سے زائ مخطوطات کو حاصل کر کے اپنے محدود وسائل بھی استعمال کئے۔ پھر ان میں سے صحیح ترین نسخے انتخاب کر کے اسے نص (متن) کی حیثیت دی۔ اور دوسرے مخطوطات سے مقابلہ کر کے حاشی میں بالاختصار ان کا بھی ذکر کیا۔

○ کتابت کی غلطیاں بھی شاذو نادر دیکھنے میں آئیں۔ پروف ریڈنگ کے کام کو کمال احتیاط۔

سرانجام دیا گیا۔

اس بہتر اور قابل قدر علمی کام کے منصہ شہود پر آنے کی وجہ محققین کی ذاتی دلچسپی کے علاوہ ان اداروں کی سرپرستی ہے جنہوں نے محققین کی محنت' قابلیت اور ان کے ذوق سلیم سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

تحقیق مخطوطات میں حتی المقدور کوشش کے باوجود کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہے۔ اور بقول امام شافعی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ہر قسم کی غلطی اور بھول سے محفوظ رکھا ہے کسی دوسری کو نہیں۔ اس لئے میں ان محققین کے علمی فضل و مقام کا اعتراف کرتے ہوئے انتہائی عاجزی کے ساتھ چند امور کی جانب توجہ مبذول کرانے کی جسارت کروں گا۔

تحقیق نص کے بارے میں آراء:

اس ضمن میں پہلی اہم بات نص (متن) کا صحیح طور پر اخراج کرنے کی ہے۔ اس کو صحیح طور پر کس طرح نکالا جائے۔ محققین کی اس سلسلے میں دو آراء ہیں۔ اور ہر رائے کے بے شمار موئیدین ہیں۔

○ پہلی رائے کے مطابق اخراج النص صحت کا التزام کرتے ہوئے اور مزید فوائد کی طرف اشارہ کئے بغیر کر دی جائے تو اس کا قاری یا محقق کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ نص کی توضیح' حاشیے' اختلاف نسخ کے بارے میں معلومات کی فراہمی' نص (متن) میں لئے گئے اقتباسات' مراجع اور پھر بغیر اکتاہٹ کے ان تمام چیزوں کی توضیح کے لئے مصادر کا کھوج وغیرہ یہ سب امور بہت اہم ہیں۔ مگر اس رائے پر محققین کی ایک قلیل تعداد نے عمل کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ کام مراجع اور مصادر کی عدم موجودگی اور وسائل کی تنگی کے باعث تھکا دینے والا عمل ہے۔

○ دوسری رائے یہ ہے کہ اخراج نص میں حاشیے اور تعلیقات وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی مصادر اور تصحیف و تحریف اور ناسخ کی نص (متن) میں غلطی کی نشاندہی کی ضرورت ہے۔ صرف نص (متن) کا اخراج ہی کافی ہے۔ اس رائے کے موئیدین نے بہت سے مخطوطات تحقیق کے بعد طبع کروا دیئے ہیں اور دنیا میں اپنی ان کاوشوں کو پھیلا بھی دیا ہے۔ اس کا نقصان یہ ہوا ہے کہ محققین کو جب بھی ان کتب کی طرف رجوع کرنا پڑا تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس قسم کی غیر صحیح کتاب سے بہتر ہے کہ اصل مخطوطے سے ہی رجوع کر لیا جائے۔

○ ایک تیسری رائے بھی سامنے آئی ہے کہ اخراج النص جس شکل میں موجود ہے بغیر کسی

تغیر اور تصحیح کے آنی چاہیے تاکہ اصل مخطوط مارکیٹ میں ہو اور اہل علم اس سے براہ راست فائدہ اٹھا سکیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ مخطوطات میں بہت سے الفاظ اور تعبیرات میں ناسخ یا مؤلف کی طرف سے کچھ ایسے طرز اور انداز اپنائے جاتے ہیں جو مولف یا ناسخ کے زمانے کی طرز لغت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ انداز ہمیں اس سے بھی باخبر کرتا ہے کہ اس زمانے میں تہذیب کیا تھی اور لغوی ترقی کے مدارج کیا کیا تھے۔ لیکن تحقیق مخطوط کی صورت میں یہ سب چیزیں او جھل ہو سکتی ہیں اس رائے کے موید اکثر اہل مغرب ہیں یا وہ جو ان سے متاثر ہیں غالباً" انہوں نے یہ سمجھا کہ جس طرح یورپین زبانیں بتدریج اپنی موجودہ حالت میں آگے بڑھی ہیں بعینہ اسی طرح عربی زبان بھی تدریجی ارتقاء سے اس مقام تک پہنچی ہے۔

ہماری رائے میں تحقیق نص محض لکھنے کا نام نہیں کہ جو چاہے یہ کام کر دے۔ بلکہ مصنف کے کام کو ایک جدید طرز پر پیش کرنے کا نام ہے جیسے مصنف نے خود اپنے دور میں اس کام کو جدید انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح یہ بات بھی عقلی طور پر نامناسب ہو گی کہ ایک ایسے مخطوطے میں ہم ایک نحوی یا صرفی غلطی کو تسلیم کرلیں جسے عربی زبان کے عالم نے لکھا ہو۔ ممکن ہے یہ مزعومہ غلطی بھی مصنف کے زمانے کی زبان یا ناسخ کے زمانے کی زبان کی نشاندہی کرتی ہو۔

تحقیق نص سے مراد یہ بھی نہیں کہ محقق کو صرف عربی آنی چاہیے بلکہ اسے مختلف علو[م] کا ماہر ہونا چاہیے اس لئے کہ تحقیق متن کے لئے موضوع کتاب پر دسترس بھی از بس ضرور[ی] ہوتی ہے۔

غلطی اور سقطات کی نشاندہی:

پہلی دو آراء میں نص کو صحیح نکالنے پر تقریباً اتفاق رائے پایا جاتا ہے کیونکہ مصنف یا نا[سخ] کی غلطی سے متنبہ کرنا محقق کا کام ہے۔ نیز جہاں سقطات (Omissions) ہیں اس مشکل کو [...] حل کرنا محقق کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔

معجم السفر میں رقم: 131, 315,308 اور 566 میں جو احادیث روایت کی گئی ہیں ان [...] سقطات ہیں۔ ان Omissions کو مکمل شکل میں پیش کرنا ممکن تھا۔ اگر محقق کو السلفی کی کتا[ب] الاربعین میسر آ جاتی جس کے متعدد نسخے یورپ اور عرب دنیا کی لائبریریوں میں موجود ہیں کتاب الاربعین کی احادیث نمبر 8, 11, 13 اور 35 ان سقطات کی نشاندہی کرتیں۔ دیکھئے آخر

"کتاب الاربعین" للسلفی کی فوٹو کاپی نمبر ۱، علامت ✓ ان احادیث کی نشاندہی کرتی ہیں جو "معجم السفر" میں نامکمل ہیں۔

یہی حال "المدخل فی اصول الحدیث" کا ہے۔ جس میں بے شمار مقامات پر دو تین سطروں کے سقطات ہیں۔ حتی کہ کتاب کے پہلے صفحہ پر امام حاکم کا نام الحافظ البیع لکھا گیا ہے جب کہ ابن البیع کے نام سے محدثین کے ہاں معروف ہیں۔ ناشر نے پرانی کتاب کو تصویری شکل میں شائع تو کر دیا مگر دوسرے نسخے یا کتاب کی طباعت یا اس کی خبر و اطلاع کے حصول کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ پروفیسر جیمز رابسن نے ۱۹۵۳ میں اسی کتاب "المدخل فی علم الحدیث" کو تحقیق کر کے ترجمہ سمیت شائع کیا تھا۔ شیخ راغب الطباخ کی شائع شدہ کتاب جو تحقیق کے وقت پروفیسر رابسن کے پاس تھی کے علاوہ دیگر مخطوطات کو بھی محقق نے سامنے رکھا۔ اس طرح کتاب کی بڑی محنت کے ساتھ نوک پلک درست کر کے اسے شائع کیا۔ رابسن کی تحقیق سے اندازہ ہوتا ہے کہ طباخ کے مطبوعہ نسخے میں بے شمار سقطات اور اغلاط ہیں۔ دیکھئے فوٹو کاپی نمبر ۲، ایک مستشرق نے اس مخطوطے کو بڑی محنت اور جانفشانی سے خود لکھا۔ اور مخطوطے کے مختلف نسخوں کے درمیان مقابلہ کر کے نص (متن) کا انتہائی صحیح اور انسب انداز سے اخراج کیا۔ جبکہ پاکستان میں تصویر کو طبع کر دیا گیا۔ اور نص کے صحیح اخراج کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ مزید یہ کہ دونوں کتابوں کے پہلے صفحہ کو مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو تصویری نسخہ میں بے شمار اغلاط و سقطات بھی ہیں۔

"العلل المتناهية" کی نص میں بھی سقطات موجود تھے۔ مگر وہاں محنت شاقہ سے دوسرے نسخوں اور قابل اعتماد مصادر کے ذریعے سے ان سقطات کو دور کیا گیا۔

یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی مخطوطے پر کام کرنے سے قبل مصنف مخطوط کی تمام کتب کو حاصل کیا جائے خواہ وہ مطبوعہ ہوں یا غیر مطبوعہ، اس کے علاوہ سارے علمی کام کو جو مصنف کے بارے میں منظر عام پر آچکا ہو، ضرور حاصل کیا جائے اس طرح کتاب کے سقطات وغیرہ کی اصلاح میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ جیسا کہ محمود محمد زیتون کی کتاب "السلفی اشہر علماء الزمان" اور اسی طرح حسن عبدالحمید صالح کی کتاب "الحافظ ابو طاہر السلفی" دراصل مؤلف مرحوم نے کتاب "معجم السفر" کو جولائی ۱۹۷۲ء میں کیمبرج یونیورسٹی میں تحقیق کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور بعد میں اپنے اس رسالہ کے ایک حصے کا عربی ترجمہ بعنوان "الحافظ ابو طاہر السلفی"

شائع بھی کیا بہرحال مطبوعہ کام کی موجودگی تحقیق کے عمل کو مزید بہتر بنانے میں مدد دے سکتی ہے۔

مصنف کی غلطی کی اصلاح:

اسی طرح مصنف یا ناسخ کی غلطی یا سہو کی اصلاح بھی تحقیق مخطوط میں ایک اہم کام ہے بلاشبہ مصنف کی غلطی کی اصلاح ایک دشوار کام ہے شاید اسی وجہ سے اس قدیمی اختلافی مسئلہ پر محدثین کرام بھی ایک جامع رائے قائم نہ کر سکے مگر کچھ بنیادی قواعد کی نشاندہی انہوں نے ضرور کی ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں: "اکثر مشائخ کا نقل روایت میں یہی منہج رہا ہے کہ جس طرح اسے سنا ہے یا وہ روایت پہنچی ہے اسے بغیر کسی تبدیلی کے من و عن کتاب میں درج کر دیا جائے۔"

دوسری طرف اہل علم کی ایک معقول تعداد سماع و قرأت میں کی گئی اغلاط کی نشاندہی ضرور کرتی ہے۔ خواہ وہ کتاب کے حاشیہ میں ہی کیوں نہ کرنی پڑی۔ لیکن اصل کتاب جس حالت میں ہے اسے ویسے ہی باقی رکھتے ہیں۔

مگر کچھ لوگ اس غلطی کی اصلاح کی جرات بھی کر لیتے ہیں۔ مبادا کوئی نالائق اس اصلاح کی جرات کر بیٹھے اور جو بے علم ہے وہ اس علمی کتاب کی غلطی پر مسلط ہو جائے۔ الالماع: 186-185

مندرجہ بالا اصولوں کے مطابق "المدخل فی اصول الحدیث" کے مبصر نے صفحہ ۱۰ کی نص میں غلطی کو حاشیے میں بزعم خویش لکھا مگر غلطی سے وہ خود محفوظ نہ رہ سکے۔ مثلاً تدریب میں عبارت یوں درج ہے "......سمعت احمد بن حنبل صح من الحدیث سبعمائۃ الف و کسر" جب کہ یہ عبارت "المدخل میں ...... سبعمائۃ الف حدیث" لکھی ہے۔ پھر حاشیہ میں اس غلطی کی اصلاح تو نہیں کی گئی مگر وہاں جو عبارت درج کی گئی وہ تدریب کے متن سے بالکل غیر متعلق ہے۔ وہاں تو حافظ ابوزرعۃ کے بارے میں امام بیہقی کے ملاحظات ہیں' نہ کہ امام احمد کے قول کے بارے میں۔ دیکھیے صفحہ ۵۰ تدریب الراوی۔

اسی طرح المدخل کے اسی صفحہ ۱۰ پر متن کی عبارت ...... یملی سبعین الف حدیث حفظا لکھا ہے مگر اس پر جو حاشیہ آرائی کی گئی وہاں سقط کے ساتھ نحوی غلطی کا بھی ارتکاب کر

گیا حاشیہ میں عبارت یوں لکھی ہے:

"...... یملی سبعین حدیثا حفظا" جبکہ اسے یوں ہونا چاہیے "یملی سبعین الف حدیث حفظا" دیکھئے "المدخل" کی فوٹو کاپی نمبر ۳۔ حاشیے میں دی گئی عبارت اور تدریب الراوی کے صفحہ ۵۰، ۵۱ کی عبارت، دونوں کا بغور مطالعہ اس فرق کو واضح کر دے گا۔

○ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ نص محقق کی شرح اہم نہیں بلکہ توضیح النص اور اس کا ضبط یہ دونوں تحقیق مخطوط کے اساسی مقاصد ہیں۔

"المدخل فی اصول الحدیث" میں تصویری نص کو من و عن کیا گیا ہے۔ مگر توضیح النص اور اس کا ضبط کرنے کی بجائے نص محقق کی شرح پر زور دیا گیا جو اردو میں لکھی گئی۔ مزید یہ کہ یہ شرح مصنف کی فکر سے بھی ہم آہنگ نہیں جو بجائے خود تحقیق کے اساسی مقاصد کے خلاف ایک امر ہے۔

تخریج حدیث:

اسی طرح مخطوط میں وارد شدہ احادیث بھی توضیح النص کے زمرہ میں آتی ہیں۔ جن کی تخریج بھی تحقیق مخطوطات میں شامل ہے۔ اس عمل سے مصنف کی حدیثی صلاحیتوں یعنی رجال حدیث اور حدیث کے اختیار کرنے کے مراتب و طبقات کا علم ہوتا ہے اس طرح مصنف کا حدیث میں ایک مرتبہ و مقام متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔

مشکلات القراۃ:

ایک اور اہم مشکل جو تحقیق مخطوطات میں شامل ہے وہ مخطوط میں بعض کلمات کے غیر واضح ہونے کی وجہ سے ان کی صحیح القراءۃ ہے۔ یہ بھی بے شمار اور متنوع ہوتی ہیں۔ اسی سبب سے ان کا کوئی عام قاعدہ نہیں۔ لیکن خاص حالات میں ان کا خاص مطالعہ ضروری ہے تاکہ محقق ایک معین لفظ تک پہنچ جائے۔ اس صورت میں محقق کو چاہیے کہ وہ خود ہی اس مشکل سے نکلنے کا راستہ تلاش کرے۔

مزید یہ کہ ایک مشکل لفظ کے استعمال سے متعدد احتمالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کے حل کے لئے صحیح تعبیر اختیار کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی خاص منہج اور قاعدہ تو نہیں مگر کچھ مبادیات ضرور ہیں۔ اس لئے کہ ہر خاص مشکل خاص طریقے سے ہی حل ہوتی ہے اور اسی مناسبت سے اصول و قواعد متعین کئے جاتے ہیں۔

پہلی بات جو محقق کے لئے قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس مشکل کے حل کے لئے کچھ اور وجوہ و اسباب پر غور کرے۔ یعنی وہ یہ دیکھے کیا یہ ناسخ کی کارستانی ہے یا مصنف سے سہو ہوا ہے یا مولف نے جہاں سے اقتباس لیا ہے وہ اصل مرجع نہیں ہے۔ اسی تحقیق کو غص سے حقیقی صورت واضح ہو جائے گی۔ محدثین نے اس قسم کی کوششوں کا اعتبار کا نام دیا ہے۔

مثلاً ایک حدیث حماد بن سلمہ روایت کرتے ہیں جو انہوں نے عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔ یہ حدیث ایوب کے علاوہ ان کے معاصرین میں سے کسی کے پاس نہیں۔ اب جرح کرنے سے قبل ہمارے لئے مناسب ہو گا کہ ہم دیکھیں کہ ایوب سے حماد کے علاوہ بھی کوئی اور روایت کرتا ہے۔ اگر کوئی راوی ملجاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ حماد کے علاوہ اور لوگوں نے بھی ایوب سے روایت کی ہے۔ اسی طرح ابن سیرین سے ایوب کے علاوہ کوئی اور بھی روایت کرتا ہے یا نہیں۔ اگر کرتا ہے تو حدیث کی اصل (Source) مل جاتی ہے اسی طرح حضرت ابوہریرۃ سے ابن سیرین کے علاوہ دوسرے بھی روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوہریرۃؓ کے علاوہ اور صحابہ بھی روایت کرتے ہیں یا نہیں۔ بعینہ اسی طرح نص کی مشکلات' اس کی علل اور پھر ان کے مصادر معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

بلاشبہ کتابت کی بہت سی مشکلات بعض حروف کے باہم متشابہ ہونے سے یا لکھائی میں ایک دوسرے کے قریب ہونے سے ہوتی ہیں۔ جو بسا اوقات ناسخ پر بھی مخفی رہ جاتی ہیں۔ نتیجتاً وہ قرات میں غلطی کر کے کتابت کر بیٹھتا ہے۔ اس لئے اس مشکل سے نمٹنے کے لئے یہ مناسب نہیں ہو گا کہ اس کی اصلاح اپنی طرف سے کر دی جائے۔ بلکہ مناسب ہو گا کہ مخطوط میں لفظ کے ہیکل کو ذہن نشین کرے۔ اس کی ظاہری شکل کو بالکل تبدیل نہ کرے اور جو اس غیر مفہوم لفظ کی حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرے اگر خدانخواستہ اپنی طرف سے لفظ کی تصحیح قلم سے کر دی گئی تو پھر اس مشکل کو بمشکل ہی حل کیا جا سکے گا۔

مثلاً "معجم السفر" کا لفظ "معجم الشعراء" کے متشابہ ہے۔ ابوطاہر السلفی کی کتاب کا نام "معجم السفر" قرار پا چکا ہے۔ چیسٹر بیٹی لائبریری میں اس کتاب کا مخطوطہ موجود ہے اس کے پہلے صفحہ پر ناسخ کی غلطی سے "معجم الشعراء" لکھا ہوا ہے اور پھر آربری نے بھی یہی نام

تائید کے طور پر براکلمان سے لے کر اپنی فہرست میں لکھ دیا ہے اور اسے ایک الگ کتاب قرار دیا ہے اگر اس مشکل لفظ کو ناسخ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار پڑھتا اور کتاب کے مواد کو بھی جانچتا تو شاید اس مشکل کا حل جلد بازی کے بغیر پالیتا۔ "معجم السفر" مطبوعہ پاکستان نے اس مشکل کو حل کیا اور بتایا کہ شکل میں باہم متشابہ ہونے سے ناسخ التباس کا شکار ہو گیا ہے۔ اور یہ لفظ "معجم الشعراء" نہیں بلکہ "معجم السفر" ہے بلکہ اس نام کی کوئی کتاب السلفی نے تصنیف ہی نہیں کی۔

تصحیف و تحریف:

○ تصحیف: حرف کے نقطے یا اس کی حرکات میں تبدیلی کہ خط کی صورت باقی رہے تو اسے تصحیف کہتے ہیں۔ جیسے نمت نمت او رلعلہ لعلۃ، العقل، العدل، عباس، عیاش، حمزۃ، جمرہ، ثوری، توزی

○ تحریف: سے مراد

○ اصل مقصود سے ہٹ جانا

○ کلام میں اضافہ یا نقص

○ بعض کلمات کی تبدیلی

نصوص کی تحقیق میں تصحیف و تحریف سے بچنا ایک بڑا اہم اور پر خطر مرحلہ ہے۔ نص کو جس طرح مؤلف نے لکھا اور پیش کیا، محقق کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے ہر قسم کے عیب سے پاک کر کے پیش کرے۔ یہ کام اس لحاظ سے بھی بہت اہم ہے کہ یہ نص زیور طباعت سے آراستہ ہو گی اور طالب علم کے ہاں ایک وقیع یا غیر وقیع چیز قرار پائے گی۔ ہو سکتا ہے تحقیق کے بعض پہلوؤں میں اس سے اغماض برتا جانا صحیح سمجھا جاتا ہو۔ مثلاً نقل کی توثیق میں، مراجع یا اقتباسات کی تخریج میں یا فہارس سازی میں غلطی کو غیر اہم سمجھا جانا، مگر بہرحال کسی لفظ کا ترک کر دینا یا اس کو اصل جگہ سے زائل کر دینا بھی اہل تحقیق کے ہاں یا علم کی دنیا میں قابل عذر چیز نہیں ہے۔ اس کا سبب ان کے ہاں غفلت، جہالت یا جان بوجھ کر تصحیف اور تحریف کا ارتکاب کرنا ہے کہ یا تو محقق نے یہاں خاص مہارت دکھائی ہے یا مصنف کا مذاق اڑایا ہے یا اس کی تشنیع مقصود ہے۔ یہ خطرہ اس وقت مزید سامنے آتا ہے جب کسی مصحف لفظ پر اپنا عقیدہ بنا لیا جائے یا کوئی اور لفظ سمجھ کر اس پر عمل کر لیا جائے۔

امام سیوطیؒ نے تدریب میں لکھا ہے کہ عیسائیوں نے ایک لفظ میں نقطے کی بدولت دھوکہ کھایا اور اس کی شکل کی تصحیف کی وجہ سے کفر کا ارتکاب کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انجیل میں فرمایا تھا۔ "یا عیسی انت نبیی، ولدتک من البتول" (ترجمہ) "اے عیسیٰ! تو میرا نبی ہے میں نے تجھے بتول سے پیدا کیا ہے۔" انہوں نے تصحیف کی اور اسے یوں پڑھا "انت بنیی۔ ولدتک من البتول" (ترجمہ) "تو میرا بیٹا ہے بتول سے میں نے ہی"

مصحف لفظ پر عمل در آمد کس قدر خطرناک ہو سکتا ہے اس کی مثال حضرت عثمانؓ کی طرف منسوب وہ خط ہے جس میں انہوں نے حامل رقعہ کے لئے یہ لکھا "اذا جاء کم هذا فاقبلوه" جب یہ تمہارے پاس پہنچے تو اسے قبول کر لو۔ تو ناسخ نے یا قاری نے اس کو مصحف لکھا یا پڑھا اور "فاقبلوه" کی بجائے "فاقتلوه" یعنی "اسے قتل کر ڈالو" پڑھ لیا۔ اور پھر بعد میں جو حادثات پیش آئے وہ غالباً اسی تصحیف کا نتیجہ تھے۔

"معجم السفر" ہو یا "العلل المتناهية" دونوں نسخوں کا مقارنہ، مختلف مراجع کی طرف رجوع، حرف کی ہیکل کا صحیح اندازہ وغیرہ کی وجہ سے تحقیق نص میں بحمداللہ کسی تصحیف یا تحریف کا وقوع حتی المقدور نظر نہیں آیا۔ یوں لگتا ہے کہ محققین نے بھرپور ذمہ داری نبھا کر اس اہم اور پرخطر مرحلے کو بڑی کامیابی کے ساتھ طے کیا ہے۔

محقق کی خصوصیات:

محقق میں درج ذیل خصائص کا ہونا اس لئے ضروری ہے تاکہ اس کا عمل اور محنت کارآمد اور مفید ہو بصورت دیگر یہ آسان کام نہیں ہے۔ ان خصائص میں سے کچھ تو علم کا تقاضا کرتی ہیں اور کچھ اخلاقی، لیکن اخلاقی خصوصیت ہر لحاظ سے اعلیٰ درجہ رکھتی ہے کیونکہ علمی کام کا جوہر ہی اخلاقی عمل ہے۔

- امانت و صبر۔ بغیر کمی بیشی کئے صحیح نص لکھے۔ یہ عمل، کام، وقت اور محنت کی قربانی مانگتا ہے اور مسلسل صبر کا تقاضا بھی کرتا ہے۔
- علمی قابلیت۔ اس سے مراد وہ علم ہے جو مخطوطے سے متعلق ہے تاکہ اس پر ایک دسترس حاصل ہو، اور اس کام کے لئے علمی و ذہنی طور پر باخبر ہو۔ اور جو کچھ اس کتاب میں ہو اسے اچھی طرح سمجھ بھی سکے۔

محقق اور مصنف

محقق کے لئے یہ ضروری ہے کہ :

○ اس کی فکر مصنف کی فکر سے ہم آہنگ ہو۔ اس کا علم بھی مصنف کے علم کے قریب ہو۔ یا کم از کم مصنف کے افکار کے بارے میں محقق پوری طرح باخبر ہو۔

○ مصنف کے کلام کا منہج اچھی طرح بدقت جانے کہ وہ کیسے نقل کرتے ہیں یا کس طرح اختصار سے کام لیتے ہیں اور کون سی بات کس کتاب سے یا مؤلف سے پسند و ناپسند کرتے ہیں اور کن کن باتوں میں وہ متفرد ہیں اور کن باتوں میں وہ نقال ہیں۔

محقق اور کتاب کے مصادر :

محقق نے جس کام کو ہاتھ لگایا ہے۔ اس کتاب کے موضوع کے بارے میں مزید مصادر کا علم ہو۔ پھر بعد میں مصادر کتب کو دیکھے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ ان مصادر کی اور موضوع کی معرفت کے بعد یہ علم ہو جائے گا کہ مصنف کی اس کتاب کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اور مصنف نے بھی محقق کو کتنا فائدہ پہنچایا۔ اس ضمن میں یہ باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

ا۔ قمش ثم فتش "پہلے جھاڑو دیجئے' پھر تلاش کیجئے" والا اصول سامنے ہو۔ کیونکہ محض جمع و ترتیب مقصود نہیں بلکہ تحقیق مقصود ہے۔

○ محقق اقتباسات کو اس کے اصل مصدر سے نکالنے کے لئے کوشش یہ کرے کہ اوثق نسخہ کو استعمال میں لائے کیونکہ ہر نسخہ مقابل صحیح نہیں ہوتا۔

○ محقق نسخوں میں تفاوت سے ضرور آگاہ کرے۔ اسناد اور اختلاف طرق کی وجہ سے نسخوں میں بڑا فرق واقع ہو جاتا ہے۔

یہ سب خصوصیات "معجم السفر" اور "العلل المتناهية کے محققین میں بدرجہ اتم موجود ہیں اور بلاشبہ ان کی یہ انتھک کاوشیں پاکستان جیسے غیر عرب ملک میں اسلامی ورثہ کی حفاظت اور ان سے گہری وابستگی کی روشن دلیل ہے۔

ایک اور بات بھی عرض کرتا چلوں کہ قاری اور سامع ہمیشہ آواز میں خاص زیر و بم اور کتاب میں رموز و اوقاف کے شدید محتاج ہوتے ہیں۔ جس کا فائدہ یہ ہے کہ سماع کے وقت یا کسی چیز کو پڑھتے وقت بات کو باسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ ہر زبان میں لکھنے اور پڑھنے کے قاعدے اور ضابطے مقرر ہیں مگر عربی زبان کا معاملہ تو قابل رحم ہے۔ اس سلسلے میں جو قاعدے اور ضابطے متفق علیہ ہیں اگر ان پر عمل کر لیا جائے تو پھر بھی قاری یا سامع کی کچھ ضروریات پوری ہوتی

ہے۔ مثال کے طور پر:

نقطہ	.	Full Stop
فاصلہ	،	Comma
الشولة المنقوطة	;	Semi Colon
علامتہ الاستفہام	□	Sign of interrogation
علامتہ الانفعال	!	Sign of exclamation
النقطتان	:	Colon
الشرطہ	-	Dash وغیرہ

"معجم السفر" میں اس کا اہتمام شاذ ہی کیا گیا ہے جبکہ "العلل المتناهية" میں ان ضابطوں پر عمل انسب مقامات پر دیکھا گیا ہے۔

آخر میں ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ اس اہم موضوع پر اظہار خیال کے لئے مجھے موقع دیا اور اس کا اہل سمجھا مزید یہ کہ پاکستان بھر کے علماء کی تحقیق کاوشوں سے مستفید ہونے کی فرصت فراہم کی امید ہے کہ ادارہ کی یہ کوشش مستقبل میں اسلامی ورثہ کی حفاظت اور تحقیق کے لئے مزید مخلصانہ کاوشوں کو بروئے کار لائے گی۔

تحقیق مخطوطات

(مشکلات اور ان کے حل کے لئے تجاویز)

ڈاکٹر قبلہ ایاز☆

ح　　فروغ علم میں مخطوطات کی اہمیت اور کردار سے انکار ممکن نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس اس وقت موجود علمی ورثہ ابتدائی طور پر مخطوطات ہی کی صورت میں محفوظ تھا انہی مخطوطات کی تسوید اور طباعت کے نتیجے میں مختلف علمی میدانوں میں نئے گوشوں اور جہتوں کا تعین ہوا۔ اور علوم و فنون کی ترویج و اشاعت ہوئی۔ یہ سلسلہ ایک مسلسل عمل ہے اور دنیا کے مختلف ممالک میں سرکاری و غیر سرکاری سطح پر مخطوطات کی تسوید و تحقیق ہو رہی ہے۔ یہودی بحر مردار کے الواح کی تسوید و توضیح (decipher) کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں لبنان اور شام کے دروز قبائل نے مخطوطات ہی کے ذریعے اپنے فکری ورثے کو محفوظ رکھا ہے۔ بلوچستان کے ذکری مذہب کے پیروکار بھی مخطوطات ہی کے ذریعے اپنے عقائد کی حفاظت کر رہے ہیں۔

مغربی یونیورسٹیوں میں، بالخصوص ماضی قریب میں، نایاب مخطوطات پر کام کی بڑی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی جس کے نتیجے میں ایک قابل قدر علمی ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے۔

فروغ علم کے لئے سعی و جدوجہد کے حوالے سے مسلمان کا ماضی بہت تابناک ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف سب کرتے ہیں۔ یورپ میں ۱۴ویں اور ۱۶ویں صدیوں کے درمیان میں احیائے علوم (Renaissance) کی تحریک کا منبع مسلمان ہی تھے لیکن موجودہ دور کی صورت حال زیادہ حوصلہ افزا نہیں۔ مسلمان جہاں دوسرے میدانوں میں قوموں کی عالمی برادری میں سبقت سے محروم ہیں وہاں علمی میدان میں بھی ان کی کارکردگی شاندار نہیں۔ پاکستان کی حالت تو اس حوالے سے انتہائی مایوس کن ہے۔ یہ شاید دنیا کے ان چند ممالک میں شامل ہے جہاں فروغ علم کا مقصد نہ تو سرکاری سطح پر ترجیحات میں شامل ہے اور نہ ہی عوامی سطح پر کوئی قابل اعتناء علمی تحریک

☆　پروفیسر، شعبہ علوم سیرت، پشاور یونیورسٹی

موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں علم، تعلیم و تعلم، تخلیق، تحقیق اور حقیقی درس و تدریس کا کلچر ابھی تشکیل کے ابتدائی مراحل سے بھی نہیں گزر پایا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں پر نہ تو عالمی سطح کے معیاری کتب خانوں کا کوئی وجود ہے اور نہ ہی ہمارے تعلیمی ادارے صحیح معنوں میں علم و تحقیق کے مراکز قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ سنجیدہ تحقیقی علمی کاوشیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جو واجبی سی تحقیقی و علمی سرگرمیاں جاری ہیں ان کے ایک معتدبہ حصے کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا محرک علمی جستجو یا تحقیقی شغف سے زیادہ ڈاکٹریٹ کی بنیاد پر اضافی مشاہرہ اور اگلے گریڈ میں ترقی کا حصول ہے۔

علم و تحقیق کے بارے میں قومی سطح پر لاپرواہی کے اس رویے کی وجہ سے نہ تو ہمارے ہاں مخطوطات کی قدروقیمت کا کماحقہ ادراک ہے اور نہ ہی ان کے تحفظ اور ان کی تسوید اور تحقیق و طباعت کا کوئی اطمینان بخش انتظام۔ اس سلسلے میں ہمیں یورپ (بالخصوص برطانیہ) اور ترکی کے تجربات اور طریقہ کار سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں مخطوطات کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے اور ان کا ایک معقول حصہ اسلامی مخطوطات پر مشتمل ہے۔ لندن میں انڈیا آفس لائبریری، آئرلینڈ کی چیسٹر بیٹی لائبریری اور ترکی کی توپ کاپی میوزیم کے پاس ایک قابل قدر اسلامی علمی ورثہ محفوظ ہے۔

پاکستان میں مخطوطات کے تحفظ اور ان پر علمی کام کے حوالے سے مشکلات کی وجہ سے اہل علم اور محققین کی ذمہ داریاں کم ہونے کی بجائے زیادہ ہو گئی ہیں اور اس امر کی اہمیت پہلے سے کہیں بڑھ گئی ہے کہ اس صورت حال کا حل نکالنے کے لئے سنجیدہ طریقے سے جدوجہد شروع کر دی جائے۔ ماضی قریب میں ہمسایہ برادر ملک افغانستان میں سیاسی عدم استحکام اور وسطی ایشیا میں آزاد اسلامی مملکتوں کے قیام نے اس مسئلے کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت کو اور بھی بڑھا دیا ہے کیونکہ اس نئی صورت حال کی وجہ سے ان ممالک سے ہزاروں مخطوطات پاکستان کے کتب فروشوں اور اہل علم و دانش کے پاس پہنچ گئے ہیں۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کی اس ورکشاپ کو اس ہدف کے حصول کی خاطر بارش کا پہلا قطرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں اس مقصد کے حصول کے لئے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ حکومت پاکستان انٹکویٹی ایکٹ (Antiquity Act) کے طرز پر مخطوطات ایکٹ (Manuscripts Act) نافذ کرے۔

۲۔ اس مجوزہ ایکٹ کے تحت نیشنل لائبریری اسلام آباد یا ادارہ تحقیقات اسلامی کے ساتھ مخطوطات کا ایک شعبہ قائم کیا جائے۔

۳۔ پاکستان میں رہائش پذیر ہر شخص پر یہ لازم قرار دیا جائے کہ جس کسی کے پاس بھی کوئی مخطوطہ موجود ہو اس کی ایک عکسی کاپی اس شعبہ کو قیمتاً" یا ہدیتہ" دے دے۔

۴۔ اس شعبہ میں معقول مشاہروں پر علماء اور محققین کو مامور کیا جائے۔

۵۔ اس شعبہ کے زیر اہتمام کویت کے معہد المخطوطات العربیہ کے ماہنامہ اخبار التراث العربی کے طرز پر ایک رسالہ (ماہنامہ / سہ ماہی) جاری کیا جائے جس میں ان مخطوطات کے مندرجات اور دیگر پہلوؤں کے بارے میں معلومات جمع ہوں۔ اس جریدے میں مخطوطات سے متعلق عمومی مضامین بھی شائع کئے جاسکتے ہیں۔ اس کے تبادلے کے طور پر دنیا کی دوسری جامعات کے رسائل اور مخطوطات کے تحفظ کے ذمہ دار اداروں کے جرائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اس تبادلے کی بدولت مخطوطات کے بارے میں عمومی آگاہی حاصل ہوگی۔

۶۔ اس شعبہ کے تحت حاصل شدہ مخطوطات کی فہرست (catalogue) شائع کی جائے جس کی ششماہی یا سالانہ طور پر تجدید کی جاتی رہے اور نئے حاصل کردہ مخطوطات کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کو ایک مسلسل عمل بنایا جائے۔ اس فہرست کا دنیا کے دوسرے کتب خانوں کی فہارس کے ساتھ تبادلے کو معمول بنایا جائے۔

ذیل میں مخطوطات کی تسوید و تعلیق اور ان پر تحقیق کرنے کے لئے کچھ اصول پیش خدمت ہیں جو کہ ان کا ایک بہت ہی ابتدائی اور بنیادی خاکہ ہے۔

۱۔ کسی مخطوط پر کام کی ابتداء کرنے سے پہلے کوشش کی جائے کہ اس مخطوط کے زیادہ سے زیادہ نسخے حاصل کئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے مختلف عالمی کتب خانوں کے فہارس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

۲۔ ان نسخوں میں جو سب سے زیادہ صاف اور واضح ہو' اس کو تحقیقی کاوش کے لئے منتخب کیا جائے۔

۳۔ مخطوط کے مصنف کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے ایک تعارفی باب مخصوص کیا جائے جس میں مصنف کی زندگی اور اس کے علمی مقام کے بارے میں تفصیلات فراہم کی جائیں۔ مصنف کے بارے میں مخطوط کے اندر داخلی شہادت میسر آسکتی ہے۔ اگر ایسی صورت نہ ہو تو حاجی خلیفہ (کاتب چلپی) کی کشف الظنون' خیر الدین الزرکلی کی الاعلام اور محمد صدیق حسن خان کی ابجد العلوم اور معاجم اور اس قسم کی دوسری کتابوں سے مدد لی جاسکتی ہے۔ مصنفین کے حالات زندگی اور دیگر تفصیلات کے بارے میں سمعانی کی کتاب الانساب' یاقوت الحموی کی معجم الادباء اور ابن خلکان کی وفیات الاعیان اور اس نہج پر دیگر مراجع و مصادر سے کام لیا جاسکتا ہے۔

۴۔ مخطوط کے متن کی تعلیق و تحقیق بے شک ایک صبر آزما اور مشکل کام ہے۔ ماہرین مخطوطات نے متن کے اندر قابل توضیح مقامات کی نشاندہی کے لئے مختلف علامات کا تعین کیا ہے۔ لیکن یہ طریقہ زیادہ مفید دکھائی نہیں دیتا۔ تجویز یہ ہے کہ متن کے اندر وضاحت طلب مقامات کی ترتیب کے ساتھ حاشیے میں توضیح کی جائے اور جہاں متن کی عبارت کو حل کرنا مشکل ہو یا اس کے اندر ابہام ہو' اس کا ذکر بھی حاشیے میں کیا جائے۔ جہاں عبارت نامکمل ہو یا جملوں کے درمیان انقطاع ہو تو عبارت کی تکمیل کے لئے یا انقطاع کو مناسب مواد سے پر کر کے مطلب خیز بنانے کے لئے دوسرے مراجع سے مدد لینی چاہیے اور اس کا ذکر بھی حاشیے میں کیا جانا چاہیے۔ متن کے اندر اگر رجال و اماکن مذکور ہیں تو ان کے بارے میں مناسب معلومات حاشیے میں فراہم کی جانی چاہئیں۔ رجال کے بارے میں تو کچھ مصادر و مراجع کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہے۔ اماکن کے لئے ابن خرداذبہ کی کتاب المسالک والممالک' الاصطخری کی المسالک والممالک' ابن حوقل کی صورۃ الارض' اور یاقوت الحموی کی معجم البلدان کے علاوہ اسی موضوع پر بے شمار دیگر کتابوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ رجال و اماکن کے لئے ثانوی مرجع کے طور پر ای جے برل کا شائع کردہ مشہور و معروف انگریزی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (تازہ ایڈیشن) یا اس کے متبادل کے طور پر پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام شائع شدہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ سے مدد لی جا سکتی ہے۔ یہ موسوعات اگرچہ ثانوی ماخذ ہیں' لیکن اساسی منابع کی طرف رہنمائی کے لئے بے حد مفید ثابت ہوتی ہیں۔

اماکن کے لئے لی سٹرینج (LeStrange) کی کتاب The Lands of the Estern Caliphate جس کا اردو ترجمہ مقتدرہ قومی زبان نے "جغرافیہ خلافت مشرقی" کے نام سے شائع کیا ہے' معلومات کا انتہائی فائدہ مند ذریعہ ہے۔

۵۔ مخطوط میں مذکور آیات قرآنی' احادیث نبویہ اور اشعار کی تخریج حاشیے میں کی جانی چاہیے۔ متن کے اندر ان پر اعراب بھی لگائے جائیں تو بہتر ہو گا۔

۶۔ اگر عربی' فارسی یا کسی دوسری زبان کے مخطوط کا اردو زبان میں ترجمہ کرنا مطلوب ہے تو حواشی اردو ہی میں ہونے چاہیے۔ اردو ترجمہ یا تو مقابل صفحے پر پیش کیا جائے یا الگ حصے کے طور پر

۷۔ اصل مخطوط کے کچھ اوراق کا عکس تحقیق شدہ کاوش کے ساتھ منسلک کرنا چاہیے۔

آخر میں تجویز پیش کی جاتی ہے کہ ماہرین مخطوطات کی ایک مجلس تشکیل کر دی جائے تاکہ وہ مخطوطات کی تسوید اور تعلیق و تحقیق کے اصولوں کے لئے ایک یکساں منہج وضع کرے۔

باب سوم

پاکستان میں مخطوطات کے ذخائر

پاکستان میں ذخائر مخطوطات۔ ایک جائزہ

پروفیسر عبدالجبار شاکر☆

تہذیب عالم کی تاریخ اور اس کے ارتقاء کے نقوش یوں تو آثار قدیمہ کی شکل میں موجود ہیں۔ جن کی ایک شہادت دنیا بھر کے عجائب گھروں کی مختلف گیلریوں میں دکھائی دیتی ہے مگر انسانی تہذیب کا سب سے مستند اور جامع ریکارڈ ہمیں مخطوطات کے علاوہ کہیں اور بھرپور شکل میں نہیں ملتا۔ اس تہذیب کے تمدن اور ثقافتی آثار بعثت اسلامی سے قبل یونانی، مصری، چینی اور ہندی خطوں میں مختلف اور متنوع شکلوں میں ملتے ہیں مگر یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ اس عالمی تہذیب کو اپنے آثار کے تحفظ کے لئے سب سے معتبر اور بااعتماد ذریعہ اور وسیلہ مخطوطات کی صورت میں میسر آیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ دنیا کی تمام مہذب اقوام مجبور ہیں کہ ان مخطوطات کو جمع کریں اور اس حوالے سے اپنی تحقیق و تدوین کو سائینٹفک اسلوب کے ساتھ اہل علم کے سامنے پیش کریں۔ یہ بات واضح ہے کہ ان مخطوطات کے حوالے سے جن علوم و فنون کو محفوظ کیا گیا ہے اس کے بغیر تہذیب عالم ایک زبردست خلا کا شکار ہو سکتی ہے نیز اس سے تہذیبی ارتقاء میں ایک انقطاع پیدا ہوتا ہے جس سے بچنے کے لئے تمام غیر مسلم اقوام اپنے کو مجبور پاتی ہیں کہ وہ ان مخطوطات کے ذخائر کو جمع کریں اور اس حوالے سے تحقیق کے اعلیٰ ترین اسلوب کے ساتھ علوم و افکار انسانی کو مدون کریں۔ نتیجةً آج یوپ اور امریکہ کے بیسیوں ادارے ان مخطوطات کے حصول کے لئے سرگرداں ہیں۔ اگرچہ ان اقوام نے اپنے استعماری اور استبدادی دور میں ان علمی خزائن کو لوٹنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یورپ اور امریکہ کے سینکڑوں اداروں میں ہزاروں مخطوطات ان کی اس غارتگری اور لوٹ کھسوٹ کی گواہی دیتے ہیں، جس کے بارے میں علامہ اقبال نے شکوہ کیا تھا۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

☆ ڈائریکٹر، ڈائریکٹریٹ آف پبلک لائبریریز پنجاب، لاہور

تاریخ تہذیب کا یہ ایک دلچسپ موضوع ہے کہ انسان نے اپنے افکار و خیالات کو کس طرح لفظوں اور تحریر کے قالب میں ڈھالا اور پھر یہ تحریریں کس طرح کتاب کی شکل اختیار کرتی چلی گئیں۔ تحریر کی ابتداء اور اس کے ارتقاء کی داستان بہت ہی دلکش اور دلآویز ہے۔ ماہرین علم الانسان نے اس موضوع پر اپنی تحقیق کو کئی کتابوں کی صورت میں پیش کیا۔ تصویری خط (Pictography) کے نمونے آج سے ساڑھے پانچ ہزار سال قبل ملتے ہیں۔ یہ خط بعد ازاں تصوری خط (idiography) کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر یہی خط میخی (cunei form)، لکیری تحریر (Linear writing) رکن تہجی (Syllabic Writing) اور الف بائی خط (Alphabatic) کے مراحل سے گزرتا ہوا ایک خاص رسم الخط کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

آثار قدیمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ میسو پوٹامیا میں سب سے پہلے سمیری قوم کے نشانات ملتے ہیں جو دریائے فرات کے ساتھ چلتے ہوئے خلیج فارس تک پہنچ گئے۔ سمیری قوم کے مختلف کتبوں کے مطالعے سے بھی خط کے ارتقا کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ تحریریں چھال، پتیاں، ہڈی، سینگ، پتھر کی چٹانوں اور سلوں پر ملتی ہیں۔ مگر دو ہزار قبل مسیح تک تحریر کے لئے ایک نیا سامان میسر آیا اور یہ نرم گندھی ہوئی مٹی کی تختیاں تھیں جن پر لکھنا آسان تھا۔ ان پر مختلف تصویریں اور نقوش جلد لکھے جا سکتے تھے۔ ان تختیوں کا سائز عموماً" بارہ انچ لمبائی اور آٹھ انچ چوڑائی کی شکل تھا۔ مٹی کی ان تختیوں پر لکھنے کے بعد انہیں پکا کر پختہ کر لیا جاتا تھا۔ جن کا مشاہدہ آج دنیا کے مختلف عجائب گھروں میں کیا جا سکتا ہے۔ سمیریوں کے بعد دجلہ اور فرات کے شمالی حصوں میں عکاری قوم ابھری جس نے آگے چل کر میسو پوٹامیا میں بابل اور عاشوری تہذیبوں کو جنم دیا جن کی زبان پندرھویں صدی قبل مسیح میں دنیا کی سب سے زیادہ ارتقاء پذیر اور معیاری قرار دی گئی۔ جس کے بعد حتی قوم نے (Hittites) دو ہزار قبل مسیح سے پانچ سو قبل مسیح کے درمیان اس طرز تحریر میں مزید پختگی پیدا کر لی جس کے آثار ڈاکٹر ہیوگو ونگلر (Dr.Hugo Winkler) نے بیس ہزار متی کی تختیوں کی شکل میں دریافت کیئے۔

سمیری تہذیب کے بعد نیل کے کناروں پر آباد ہونے والی قوم کو دنیا کی دوسری بڑی تہذیب کے بانیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ مصری تہذیب پانچ ہزار قبل مسیح سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کا طرز تحریر ہیرو غلیفی (Hiroglaphic) کہلاتا ہے۔ اس خط میں سب سے قدیم تحریر ۵۴۰۰ قبل مسیح سے متعلق دریافت ہوئی ہے جو پیپرس پر لکھی ہوئی ہے۔ یہ خط بھی پیپرس سے پہلے پتھر اور لکڑی کی تختیوں، ابنوس، ہاتھی دانت اور چند دیگر چیزوں پر کندہ کیا جاتا تھا۔ دریائے نیل کے

کنارے پیپرس نام کا ایک پودا بکثرت ہوتا تھا۔ یہ بانس کی قسم کا ایک پودا تھا۔ اس پودے کی چھال سے چٹائی جیسی لمبی چادریں تیار ہوتی تھیں۔ ایک خاص طریق کار کے ذریعے اس کو لکھنے والے کاغذ کی صورت دی جاتی تھی۔ گزشتہ پانچ ہزار سال پہلے کی وہ سکرول (Scrol) آج بھی عجائب گھروں میں موجود ہیں جن پر ہیرو غلیفی خط کی تحریریں نقش ہیں۔ پیپرس پر قلم اور روشنائی سے لکھا جاتا تھا۔ اسے ہم کاغذ' قلم اور روشنائی کے استعمال کا اولین عہد قرار دے سکتے ہیں۔ اسکرول کی طرز پر صفحات کے نشانات کے ساتھ لکھی ہوئی کتابیں اور مخطوطات بکثرت ہمارے عجائب گھروں اور کتب خانوں میں موجود ہیں۔ جن پر قدیم مصری ادب کے شہ پارے درج ہیں۔

اسی دور میں چین کے علاقے میں لکڑی کی تختیوں اور ریشم کے کپڑے پر بھی تحریر کا کام لیا جاتا تھا۔ تین ہزار قبل مسیح کے یہ نمونے ہمارے آثار قدیمہ کا حصہ ہیں۔ اسی دور کے اواخر میں چین میں کاغذ ایجاد ہوا اور یہ تحریریں کاغذ پر لکھی جانے لگیں۔

خط اور تحریر کے یہ نمونے ہمیں عرب و عجم' سندھ و ہند اور چین و جاپان میں بھی ملتے ہیں۔ برصغیر میں آٹھ سو قبل مسیح میں تحریر کے نمونے بھرج' پتھر اور تاڑ کے پتوں پر بھی ملتے ہیں۔ قدیم سنسکرت کی تحریریں ان پر لکھی گئیں مگر فنیقی قوم نے صوتی حروف تہجی کی ابتدا کر کے تحریر کے عمل میں مزید آسانی اور دلکشی پیدا کر دی۔

کاغذ کی ایجاد اصلاً" چین کا کارنامہ ہے۔ جنہوں نے اس صنعت کو قائم کیا۔ سات سو سال تک یہ ایجاد ان کے ہاں ایک سربستہ راز رہی لیکن عربوں نے کسی نہ کسی طرح یہ فن اہل چین سے سیکھ لیا اور آٹھویں صدی عیسوی میں سمرقند میں کاغذ کا پہلا بڑا کارخانہ قائم ہو گیا۔ جلد ہی یہ فن عالم اسلام کے تمام شہروں تک پھیل گیا۔ عربوں کی مدد سے کاغذ کے یہ کارخانے پہلے اسپین اور پھر اطالیہ میں قائم ہوئے۔ اور یوں کاغذ سازی کی صنعت مسلمانوں کے توسط سے پورے یورپ میں پھیل گئی۔ ۱۴۰۳ء میں ہالینڈ اور جرمنی میں زیلہ گرافی طرز کی مشینی پرنٹنگ بھی شروع ہو گئی۔ جو بڑی سرعت کے ساتھ تمام یورپی ممالک میں پھیل گئی۔ برصغیر میں پہلا پرنٹنگ پریس ۱۵۵۶ء میں گوا کے سینٹ پال کالج میں قائم ہوا۔ تقریباً سو سال بعد تک یہ چھپائی کی صنعت جنوبی ہندوستان کے ساحلی قصبوں میں پھیل گئی۔ عربی' فارسی' اور اردو کتابوں کی اشاعت کا آغاز ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں ہوا۔ مگر پرنٹنگ کے یہ وسائل بہت محدود تھے۔ اس لئے سترہویں صدی عیسوی کے اختتام تک بھی بکثرت مخطوطات عالم اسلام کے تمام تہذیبی مراکز' شہروں یہاں تک کہ دیہات تک میں لکھے جا رہے تھے۔

پانچ ہزار قبل مسیح سے سترہویں صدی عیسوی تک کا بیشتر علمی سرمایہ مخطوطات کی شکل میں موجود ہے۔ یہ بات بغیر کسی تعصب کے تحقیق کی روشنی میں کہی جا سکتی ہے کہ دنیا بھر کے مخطوطات کی غالب تعداد اور اکثریت مسلمانوں کے علوم و فنون سے متعلق ہے۔ اس ملت کو آغاز وحی سے ہی اقراء اور پھر والقلم وما یسطرون کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن مجید کی برکات میں سے ایک عظیم خدمت تحریر و کتابت کے فن سے متعلق ہے۔ اس مقدس کتاب کی تحریر و تسوید نے متعدد فنون کو جنم دیا۔ کاغذ سازی' جلد سازی' روشنائی سازی' تذہیب کاری' نقاشی' خطاطی اور دیگر متعلقہ فنون میں بے پناہ ترقی ہوئی۔ پرنٹنگ پریس کے رواج سے پہلے ہر مسلمان بادشاہ سے لے کر ایک عام مسلمان تک قرآن مجید کے نسخے کو اپنے پاس تلاوت اور علم وحی کے اکتساب کی خاطر یا تو خود لکھتا تھا یا پھر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مسلمان خطاطوں اور نقش گروں نے جتنا خون جگر اور عقیدت اس کتاب کے لئے نچھاور کی ہے اس کے نتیجے میں آج لاکھوں مصاحف دنیا کے مختلف کتب خانوں' عجائب خانوں' درسگاہوں اور ذاتی ذخیروں میں جمع ہیں۔ گزشتہ چودہ سو سالوں میں اس کتب مبین کو کوفی' ثلث' اقاع' محقق' ایمان' نسخ' تعلیق' بہار اور نستعلیق کی سینکڑوں قلموں کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔ تزئین خطوط میں بھی اسے تحریر کیا گیا ہے۔ آج یہ لاکھوں مصاحف عہد اسلامی کے مختلف ادوار کے ثقافتی اور فنی کمالات کے ساتھ پوری انسانیت کے لئے سرمایہ فخر و مباہات ہیں۔ ان مصاحف نے تہذیب انسانی کے ثقافتی سرمائے کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ اس ایک کتاب سے کئی کتابخانے تیار ہوتے ہیں جن میں علوم قرآنی کا ایک عظیم الشان ذخیرہ مخطوطات کی شکل میں مرور ایام کی تمام تر حشر سامانیوں کے باوجود موجود ہے۔ ان مصاحف کی تہذیبی اور ثقافتی سربلندی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کا کوئی ایسا اہم کتب خانہ اور عجائب گھر ایسا نہیں جہاں ان مطلا و مذہب و منقش اور خطاطی کے نمونوں کو زینت اور قدردانی کے بطور نہ رکھا گیا ہو۔

مشہور جرمن مستشرق رٹر (Ritter) کے مطابق آج دنیا میں کل چار لاکھ مخطوطات ہیں جن میں اڑھائی لاکھ ترکی میں ہیں جب کہ باقی ماندہ ڈیڑھ لاکھ دنیا کے دیگر ممالک کے سرکاری کتب خانوں' درسگاہوں' عجائب گھروں اور نجی ذخائر کی صورت میں موجود ہیں۔ اگر مصاحف قرآنی کو بھی اس تعداد میں شامل سمجھا جائے تو پھر یہ تعداد کسی طور پر بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ قیاسی طور پر اس قدر تعداد تو انہی مصاحف قرآن کی بھی ہے۔ میرے جیسے ایک فقیر کے کتب خانے میں بھی ایک ہزار کے قریب یہ مصاحف موجود ہیں۔ پاکستان کے سرکاری اداروں' جامعات

کے کتب خانوں، عجائب گھروں، درسگاہوں، قرآن محلوں اور نجی ذخائر میں میرے اپنے مشاہدے کے مطابق پچاس ہزار سے زائد مصاحف موجود ہیں۔ پنجاب میں قائم ہونے والے سنٹرل قرآن میوزیم میں صرف پانچ سال میں (۹۱-۱۹۸۶) سات سو کے قریب قرآن مجید کے قلمی نسخے حاصل کئے گئے ہیں۔ اگر گزشتہ پانچ سال میں اس ادارے کی امداد بند نہ کی جاتی تو یقیناً یہ تعداد اس سے دگنی ہو سکتی تھی۔ قرآن مجید کے قلمی نسخوں کے ذخیروں کے سلسلے میں پنجاب میں سالار والا اور باہومان ضلع شیخوپورہ میں اور دارالاحسان سمندری روڈ ضلع فیصل آباد میں خطی مصاحف کے کم از کم دو ہزار سے زائد نسخے موجود ہیں۔ موضع سردار جھنڈ پر تحصیل میلسی میں بھی ایک ہزار کے قریب قلمی مصاحف کا ذخیرہ موجود ہے۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور کے بیت القرآن میں بھی بیاسی عمدہ نسخے موجود ہیں۔ علاوہ ازیں نیشنل میوزیم کراچی، عجائب گھر لاہور، بادشاہی مسجد لاہور، شاہ گردیز ملتان، گیلانی لائبریری اچ شریف، سنٹرل لائبریری بہاولپور اور سندھ کے بعض روحانی مراکز سے وابستہ شخصیات کے ہاں سینکڑوں کی تعداد میں یہ مخطوطات پائے جاتے ہیں۔ میرے پاس ملک کے چاروں صوبوں سے متعلق ان سینکڑوں افراد کی فہرست موجود ہے جن کے پاس قرآن مجید کے ان قلمی نسخوں کا سرمایہ دیکھا جا سکتا ہے۔

ملت اسلامیہ برصغیر ایک شاندار ماضی، ایک مضطرب حال اور ایک پرامید مستقبل کی حامل ہے۔ عہد اسلامی کی پہلی صدی کے اواخر تک صحابہ کرام نے سندھ و ہند کی سرزمین کو اپنے مقدس قدموں کی چاپ سے آشنا کیا۔ ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم کی سپہ سالاری میں تو یہ علاقہ اموی خلافت کا ایک مستقل حصہ بن گیا بعد ازاں مختلف مسلمان سلاطین نے برصغیر میں ایک ہزار برس تک اپنی حکومت کو قائم و دائم رکھا۔ اس ایک ہزار سالہ مسلم قیادت کے دوران صوفیائے کرام علمائے عظام، شعراء اور ادیبوں نے مسلمانوں کی علمی روایت کو آگے بڑھایا۔ یہاں پر سینکڑوں خانقاہیں اور ہزاروں مدارس لاکھوں مساجد تعمیر کی گئیں۔ ان خانقاہوں مدارس اور مساجد کے ساتھ چھوٹے بڑے کتب خانے بھی قائم ہوئے، جن میں مختلف علوم و فنون کی حامل لاکھوں قلمی کتابیں ہمارے اسلاف کے روشن کارناموں پر شاہد عادل ہیں۔ برصغیر کی تقسیم کے باعث ہمارے بہت بڑے بڑے علمی ذخائر ہندوستان میں رہ گئے۔ مگر ہماری بدنصیبی کا اصل پہلو یہ ہے کہ قیام پاکستان کے چار سال بعد ۱۹۵۱ء میں حکومت نے کراچی میں نیشنل میوزیم آف پاکستان کی بنیاد رکھی اور اس کے حصول نوادرات کی حکمت عملی میں ایک پہلو حصول مخطوطات بھی قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر سید عارف نوشاہی نے ۱۹۸۳ء میں اس ادارے کے خطی نسخوں کے ۴۳۶ فارسی مخطوطات کی

مجمل فہرست تیار کی جس کے مطابق اس سال تک اس کے کل مخطوطات کی تعداد ۳۹۴۶ تھی۔ گزشتہ بارہ سالوں میں مزید سینکڑوں مخطوطات اس ادارے میں خرید کیئے گئے ہیں مگر ان کا کوئی کیٹلاگ یا Handlist شائع نہیں کی گئی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی کو دارالحکومت قرار دیا گیا تو یہاں پر لیاقت نیشنل لائبریری کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کتب خانے کے مطبوعہ سٹاک میں ایک محدود تعداد مخطوطات کی بھی تھی مگر اس کا کوئی کیٹلاگ کبھی شائع نہیں کیا گیا۔ دارالحکومت کے اسلام آباد میں منتقل کرنے کے بعد نیشنل لائبریری کی عظیم الشان عمارت ایوان پارلیمنٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے عقب میں تعمیر کی گئی۔ اغلباً اس کا افتتاح ۱۹۹۳ء میں ہوا۔ ملک کے اس سب سے مرکزی کتب خانے میں مخطوطات کی تعداد ۵۴۲ ہے۔

مخطوطات کے ذخائر کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے اہم اور قابل فخر ذخیرہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ہے۔ یہ ملک کی بائیس جامعات میں سب سے قدیم علمی ادارہ ہے۔ اس کے مرکزی کتب خانے میں اٹھارہ ہزار قلمی نسخے موجود ہیں۔ جن میں عربی اور فارسی مخطوطات کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے۔ سنسکرت اور ہندی کے قلمی نسخے ۱۸۶۷ کی تعداد میں ہیں۔ جبکہ پنجابی مخطوطات ۱۴۹ کی تعداد میں موجود ہیں۔ جامعہ پنجاب کے اس ذخیرہ مخطوطات میں بعض اہم ترین شخصی ذخائر کا تذکرہ ناگزیر ہے۔ ان میں سب سے اہم ذخیرہ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی کا ہے۔ اہل علم اور محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ پروفیسر شیرانی مرحوم سے بڑا مخطوطہ شناس ابھی تک برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ عالمی سطح پر بھی پروفیسر شیرانی مرحوم کی ٹکر کے صرف چند ایک محققین موجود ہیں۔ ۱۹۴۲ء میں ڈاکٹر محمد بشیر حسین کی مرتبہ فہرست مخطوطات شیرانی کی تین جلدوں کے مطابق ۳۱۲۱ مخطوطات جامعہ پنجاب کو ۱۶۴۹۲ روپے میں فروخت کیئے۔ جب کہ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے ان نسخوں کی تعداد ۲۱۰۰ لکھی ہے۔ بعدازاں ۱۹۹ مزید مخطوطات بھی انہوں نے جامعہ کے کتب خانے کی نذر کیئے۔ فارسی ادبیات کے اعتبار سے برصغیر میں یہ سب سے نادر ذخیرہ ہے۔

جامعہ پنجاب کے مرکزی کتب خانہ میں مخطوطات کے بہت سے نجی ذخائر ہدیۃً یا تحفۃً پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں گنجینہ آذر کے پندرہ سو فارسی خطی نسخوں کی فہرست سید خضر عباس نوشاہی نے ۱۹۸۶ء میں مرتب کی ہے۔ ۱۹۸۲ میں شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی کے تحقیقی مجلے "کھوج" کے قلمی نسخہ نمبر میں اس کتب خانے کے ۱۴۹ نسخوں کی مجمل فہرست دی گئی ہے۔ جامعہ پنجاب کے فارسی مخطوطات کی ایک مختصر دستی فہرست ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی تیار کی ہے۔ قاضی

عبدالنبی کوکب نے "الخزائن" کے نام سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نادر عربی مخطوطات کی ایک مفصل فہرست تیار کی جس کی جلد اول میں ۸۱ مخطوطات کا تعارف شامل ہے۔ پاکستان میں شائع ہونے والی قلمی نسخوں کی فہارس میں ابھی تک یہ سب سے معیاری توضیحی فہرست ہے۔ جس طرز پر جامعہ پنجاب کے اس تمام ذخیرہ نوادرات کی توضیحی فہارس (catalogues Descriptive) مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان کے عوامی کتب خانوں میں پنجاب پبلک لائبریری لاہور ملک کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے جو مشہور تاریخی عمارت بارہ دری وزیر خان میں ۱۸۸۴ء میں قائم ہوا۔ اس کے ذخیرہ مخطوطات میں ایک ہزار کے قریب قلمی نسخے عربی' فارسی' اردو' پنجابی' ہندی' کشمیری' ترکی اور پشتو زبانوں میں موجود ہیں۔ پروفیسر منظور احسن عباسی نے چار جلدوں میں اس کی تفصیل مرتب کی ہے۔ ۲۱۸ عربی مخطوطات کی فہرست ۱۹۵۷ء میں' ۵۸۸ فارسی مخطوطات کی فہرست ۱۹۶۳ء میں' ۵۳ مختلف زبانوں کے قلمی نسخوں کی فہرست ۱۹۶۴ء میں اور ۱۲۲ مخطوطات فارسیہ کی تفصیلی فہرست کا ضمیمہ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ اس طرح سے ۹۸۱ مخطوطات کا تفصیلی تعارف ان فہرستوں میں موجود ہے۔ مگر فنی لحاظ سے یہ فہارس کمزور ہیں۔ ان میں جا بجا تحقیقی اغلاط در آئی ہیں جو مناسب کتب مراجع و مصادر نہ ہونے کے باعث راہ پا گئی ہیں۔ گزشتہ تیس سال میں ان فہرستوں پر نظرثانی یا اضافے کے لئے کوئی کام سرانجام نہیں دیا گیا۔ اس کتب خانے کے بیت القرآن میں قرآن مجید' تفاسیر اور متعلقہ علوم کے مخطوطات کی دستی یا تفصیلی فہرست بھی ہنوز تیار نہیں کی گئی ہے۔

لاہور میں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ۱۹۲۸ء میں قائم کی گئی۔ برصغیر کی تقسیم تک اس میں چند ایک مخطوطات موجود تھے۔ تقسیم کے بعد یہ کتب خانہ بندش اور بربادی کے کئی مراحل سے دوچار ہوا۔ ۱۹۷۴ء میں خواجہ عبدالرشید اس کتب خانے کی مجلس منتظمہ کے چیئرمین بنے تو از سرنو مخطوطات کی خریداری کا ڈول ڈالا گیا۔ جس کے نتیجے میں ابھی تک ایک ہزار سے زائد قلمی نسخے خرید کئے گئے ہیں جن میں غالب تعداد عربی اور فارسی نسخوں کی ہے۔ ان مخطوطات کی تفصیلی فہرست پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے جن میں تقریباً آٹھ سو نسخوں کے تعارفی کوائف فراہم کئے گئے ہیں۔ پہلی اور دوسری جلد مولانا سید محمد متین ہاشمی اور ساجد الرحمٰن صدیقی کی مشترکہ مساعی سے ترتیب پائی جب کہ باقی ماندہ تینوں جلدوں میں حافظ غلام حسین نے مولانا ہاشمی کی رہنمائی میں ان مخطوطات کے تفصیلی کوائف فراہم کئے ہیں۔ یہ کام ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۷ء تک جاری رہا۔

نیشنل میوزیم کراچی کا آغاز ۱۹۵۱ء میں ہوا۔ حصول نوادرات کے ضمن میں مخطوطات بھی شامل رہے۔ ۱۹۸۳ء تک اس میں مختلف زبانوں کے مخطوطات کی تعداد چار ہزار تھی۔ قومی سطح کے اس ذخیرہ مخطوطات کی ابھی تک دو فہرستوں کا ہمیں علم ہے جن میں سے ایک سید اشرف نوشاہی نے ۱۹۸۳ء میں مرتب کی جس میں صرف فارسی زبان کے خطی نسخوں کا تذکرہ درج ہے۔ ۱۰۷۷ صفحات پر مشتمل یہ فہرست مرکز تحقیقات فارسی' ایران و پاکستان اسلام آباد سے شائع ہوئی ہے۔ دوسری فہرست میں ۵۹۶ اردو مخطوطات کا احاطہ کیا گیا ہے جس میں قومی عجائب گھر پاکستان کے ۱۹۹۰ تک کے خرید کردہ نسخے شامل ہیں۔ فہرست مخطوطات اردو کے نام سے اسے ڈاکٹر ظفر اقبال نے مرتب کیا ہے۔ قومی سطح کے اس اہم ترین ذخیرہ مخطوطات کی مکمل زبان وار فہارس کی ترتیب کی اہم ضرورت ہے۔ نیز اس کے اہم مخطوطات کی توضیحی فہرست بھی تیار ہونی چاہیے۔

پاکستان میں ذخیرہ مخطوطات کا ایک اہم ادارہ "مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان" اسلام آباد میں قائم ہے۔ یہ ادارہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو پاکستان اور ایران کی حکومتوں کے ایک ثقافتی معاہدہ کے نتیجے میں وجود پذیر ہوا اس ادارے نے کتابخانہ گنج بخش کے نام سے ایک وسیع اور عظیم کتب خانہ قائم کیا ہے۔ جس نے پاکستان بھر سے مخطوطات خرید کر جمع کئے ہیں۔ اس ادارے نے اپنے قلمی نسخوں کی فہارس کے علاوہ پاکستان بھر کے سرکاری اور شخصی ذخیروں میں موجود فارسی نسخوں کی ایک جامع فہرست تیار کی ہے۔ احمد منزوی کی اس کاوش کے نتیجے میں ۱۳ جلدیں ۱۹۹۲ء تک شائع ہو چکی ہیں۔ "فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان" کے عنوان سے شائع ہونے والی ان فہارس میں ساڑھے سترہ ہزار سے زائد قلمی نسخوں کے کوائف شامل کئے گئے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس ادارے نے بعض دوسرے کتب خانوں کے مخطوطات بالخصوص فارسی قلمی نسخوں کی بھی فہارس تیار کی ہیں جن میں فہرست نسخہ ھای خطی فارسی' انجمن ترقی اردو کراچی' فہرست نسخہ ھائی خطی خواجہ ثناء اللہ خراباتی لاہور' فہرست نسخہ ھای خطی' موزہ ملی پاکستان کراچی' گنج بخش از محمد حسین تسبیحی شامل ہیں۔ جناب محمد حسین تسبیحی نے "کتابخانہ ھای پاکستان" کے عنوان سے پاکستانی کتابخانوں کی ایک فہرست ۱۹۷۷ء میں شائع کی ہے جس مین ۲۵۲' سرکاری' دینی' عوامی کتب خانوں اور شخصی کتابخانوں کے مخطوطات کے کوائف فراہم کیئے گئے ہیں مگر اس فہرست میں دیئے گئے اعداد و شمار پر کامل اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر اس فہرست کے صفحہ ۵۰۵ پر کتابخانہ عمومی پنجاب پبلک لائبریری عقب عجائب گھر لاہور کے قلمی نسخوں کی تعداد ۲۰۰ ظاہر کی گئی ہے جب کہ اس کے ایک ہزار سے زائد قلمی نسخوں میں سے ۹۸۱

نسخوں کی چار فہرستیں بہت پہلے شائع ہو چکی ہیں۔

نیشنل میوزیم کراچی کے ذخیرہ مخطوطات کے بعد عجائب گھر لاہور کا ذخیرہ مخطوطات لائق توجہ ہے۔ اس ذخیرے میں ابھی تک ۱۴۰۰ عربی، فارسی، اردو، اور پنجابی کے مخطوطات حاصل کیے گئے ہیں۔ اس میں سے نفائس کو ایک گیلری کی صورت دے کر نمائش کے لئے رکھا گیا ہے۔ ان مخطوطات میں ایک محدود تعداد کی تین فہرستیں مجمل اور مفصل رشید احمد صاحب نے تیار کی ہیں۔ اسی طرح سے پشاور، حیدر آباد، کوئٹہ، بہاولپور اور دوسرے شہروں کے عجائب گھروں میں سے ایک معمولی تعداد مخطوطات کی نمائش کے لئے رکھی گئی ہے۔

پاکستان کی پبلک لائبریریوں میں سے سب سے بڑے ذخیرہ مخطوطات کا ذکر تو پنجاب پبلک لائبریری کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ سنٹرل لائبریری بہاولپور میں ۱۱۹ پبلک لائبریری، خیرپور سندھ میں ۲۵۰، قائداعظم لائبریری لاہور میں ۵۰، نیشنل لائبریری اسلام آباد میں ۵۴۲، نیز لیاقت میونسپل لائبریری راولپنڈی، لیاقت پبلک لائبریری کراچی، پبلک لائبریری باغ، لانگے خان ملتان اور پبلک لائبریری سکھر میں بھی ایک تھوڑی سے تعداد قلمی نسخوں کی موجود ہے۔

ملک کے بعض علمی اداروں میں بھی مخطوطات کی ایک قابل ذکر تعداد موجو دہے۔ مگر افسوس کہ ان کی فہارس نہ ہونے کا باعث ان سے استفادہ کی راہیں مسدود ہو گئیں ہیں۔ ان اداروں میں انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی حیدر آباد، سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، پشتو اکیڈمی پشاور، پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، انجمن ترقی اردو کراچی، پشتو اکیڈمی پشاور اور ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے پاس بھی مخطوطات موجود ہیں۔ ان اداروں میں صرف انجمن ترقی اردو کراچی کے مخطوطات کی فہارس شائع ہو چکی ہیں۔ انجمن کے کل مخطوطات کی تعداد ۳۰۰۰ سے متجاوز ہے۔ ان میں سے اردو مخطوطات کی چھ جلدیں افسر صدیقی امروہوی اور سید سرفراز علی رضوی کے تعاون سے شائع ہو چکی ہیں۔ انجمن کے فارسی اور عربی مخطوطات کی بھی ایک فہرست سید سرفراز علی رضوی نے مرتب کی ہے۔ اس طرح انجمن کے فارسی مخطوطات کی ایک اور فہرست مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کے ہاں سے شائع ہو چکی ہے۔

ہمدرد دواخانہ کے حکیم محمد سعید صاحب کی شخصیت معارف پروری میں بہت ممتاز ہے۔ انہوں نے ہمدرد کے کتابخانہ کو کراچی سے کچھ دور مدینۃ الحکمت میں منتقل کر دیا ہے۔ اس عظیم الشان لائبریری کا ایک شعبہ مخطوطات سے بھی متعلق ہے۔ جس میں کم و بیش ایک ہزار کے قریب قلمی نسخے موجود ہیں۔ ان کی دو فہارس شائع ہو چکی ہیں جن میں سے ایک سید خضر عباس

نوشاہی نے "فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ ہمدرد کراچی" کے عنوان سے مرتب کی ہے اور اسے مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ جب کہ دوسری "توضیحی فہرست مخطوطات کتب خانہ ہمدرد جلد اول (طبی علوم) فضل اللہ فاروقی ندوی نے مرتب کی ہے اور اسے ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی نے ۱۹۸۱ء میں شائع کیا ہے۔

★★

قومی عجائب گھر میں مخطوطات کا ذخیرہ

سید محمد شاہ بخاری☆

۱۹۸۰ء تک سید عارف نوشاہی کی فہرست کے مطابق نسخوں کی تعداد ۳۹۴۹ ہے۔ اس سے پہلے محکمہ آثار قدیمہ کے تحت محمد اشرف مرحوم نے دو فہارس تیار کر کے چھپوائیں۔ پہلی فہرست ۱۹۷۱ء میں چھپی جس میں ۳۲۶ نسخے تاریخ' تذکرہ' داستان' جغرافیہ اور سفرناموں پر مشتمل ہیں۔ دوسری فہرست ۱۹۷۲ء میں۔ چھپی جس میں ۳۶۲ نسخے شامل ہیں۔ اس فہرست میں جو مخطوطات شامل ہیں وہ صرف نحو' لغت' قوامیس' انشاپردازی' ادب عروض و قوافی اور معما پر مشتمل ہیں۔

قومی عجائب گھر میں فارسی منظوم مخطوطات پر بھی محمد اشرف مرحوم نے کام کیا ہے اور چھ سو کے لگ بھگ مخطوطات پر کام کیا۔ یہ فہرست ان کی زندگی میں نہیں چھپ سکی۔ ہدایت اللہ صدیقی سابق ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ نے اضافہ کیا مگر اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محمد اشرف کے انتقال کے پندرہ سال بعد بھی یہ فہرست زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی۔ ۱۹۹۱ء میں بعد میں حاصل کیے گئے تمام فارسی منظوم مخطوطات کو شامل کر کے اسے چھپوا دیا گیا۔ اس فہرست میں ۸۰۴ مخطوطات شامل کیے گئے تھے مگر ۷۶۸ کی طباعت ممکن ہو سکی۔ اس سلسلے کی چوتھی منظوم فارسی مخطوطات کی فہرست تیار ہے ان شاء اللہ اکتوبر تک منظر عام پر آ جائے گی۔

ہجرہ کونسل تقریبات کے سلسلے میں عجائب گھر میں موجود قرآنی مخطوطات کی ایک فہرست ہدایت اللہ صدیقی نے تیار کی۔ اس فہرست میں عجائب گھر کے چار سو قرآنی مخطوطات کے علاوہ ملک کے دیگر کتب خانوں کے قرآنی خطی نسخے بھی شامل ہیں۔ عجائب گھر کے قرآنی مخطوطات میں دوسری صدی ہجری سے لے کر تیرہویں صدی ہجری تک کے نسخے ہیں۔ ان چار سو مخطوطات میں جو فہرست میں شامل ہیں کچھ نادر و نایاب نسخے بھی ہیں جن میں دوسری صدی ہجری میں اونٹ کی کھال پر قرآنی آیات' خط کوفی میں تیسری چوتھی ہجری کے متعدد پارے' چھٹی صدی ہجری کا کوفی میں جیبی سائز کا انتہائی خوبصورت نسخہ' چوتھی صدی ہجری میں تفسیر طبری کا نسخہ' شاہجہان کے دور

☆ شعبہ مخطوطات' نیشنل میوزیم آف پاکستان' کراچی

کا ایک نہایت ہی نایاب نسخہ جو خط نستعلیق میں تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ ایک جلد اسلام آباد میوزیم میں ڈسپلے پر ہے جو یہاں سے چند قدم پر ہے۔ خط بہار کا بڑے سائز کا نسخہ جو نیو شرقی Dynesty کے شاہی کتب خانے میں رہا ہے اور خاص طور پر شاہی فرمان کے تحت لکھا گیا۔ پورا قرآن سونے کے پانی سے کتابت شدہ ہے۔ مکمل طور پر مطلاء و مذہب ہے۔ ہر پارے کی تزئین و آرائش مختلف انداز میں ہے۔ یہ نسخہ بھی اسلام آباد میں میوزیم میں ڈسپلے پر ہے۔ یاقوت مستعصی کا نسخہ بھی اتفاق سے اسلام آباد میں ہے۔ یاقوت الموصلی کا کتابت شدہ نسخہ اپنے خط' جلد بندی اور صحت کے اعتبار سے انتہائی اعلیٰ نسخہ ہے۔ اس نسخہ کے شروع میں دو انتہائی اہم اور تاریخی عہد نامے یا Agreement ہیں جو خان آف قلات اور کلہوڑا امیر سرفراز خان کے درمیان جنگ بندی کے سلسلے میں لکھا گیا۔ شیخ احمد سہروردی جو یاقوت مستعصی کے شاگرد ہیں یہ نسخہ بھی عجائب گھر کی زینت ہے۔ برصغیر میں احمد سہروردی کا دوسرا نسخہ موجود نہیں ہے۔

پچھلے دس سالوں میں اس قرآنی ذخیرہ میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ ۸۰ کی دہائی میں قومی عجائب گھر میں پیر جھنڈو کے کتب خانے کا ایک حصہ قومی عجائب گھر نے خرید لیا جس میں ساڑھے آٹھ سو مخطوطات عربی و فارسی و سندھی شامل ہیں۔ مطبوعات میں ڈھائی ہزار کتب شامل ہیں جن میں کثیر تعداد کی طباعت سو سال پہلے کی ہے۔ مجلس حصول نوادرات قومی عجائب گھر نے اسی دہائی میں مختلف اجلاسوں کے دوران مزید تین سو مخطوطات خریدے۔

افغانستان اور وسط ایشیا سے رابطہ ہونے کے بعد مخطوطات کی کثیر تعداد قومی عجائب گھر میں آئی۔ کافی عرصہ کے بعد میوزیم میں تزئین و آرائش کے حوالے سے اور قدامت کے حوالے سے بھی مخطوطات کا ورود ہوا۔ ۱۹۸۹ء سے لے کر ۱۹۹۳ء تک میوزیم کے ذخیرہ مخطوطات میں اس نوعیت کے ایک ہزار مخطوطات کا اضافہ ہوا۔ اس ذخیرے میں مولانا محمد یوسف قرہ باغی کے ذاتی کتب خانے کی نایاب کتب بھی شامل ہیں۔ مولانا محمد یوسف قرہ باغی دسویں صدی ہجری کی شخصیت ہیں جو آج کے نوگورنو قراباغ کے رہنے والے تھے۔ اسی ذخیرہ میں ان کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی شامل ہے۔ یہ ذخیرہ جس میں مولانا یوسف قرہ باغی کے مخطوطات شامل تھے انتہائی خستہ حالت میں تھے' مگر میرے خیال کے مطابق بارہ نسخے ایسے تھے جو نایاب تھے۔

عربی مخطوطات کے سلسلے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ جیسے ہیں اور جہاں ہیں کہ بنیاد پر میوزیم کے ریزرو میں رکھے ہوئے تھے۔ میوزیم میں شعبہ مخطوطات میں اگرچہ فارسی و عربی جاننے

والے موجود تھے مگر شعبہ میں نہ علمی کام ہوا اور نہ ہی مناسب دیکھ بھال کی گئی۔ نتیجتاً خصوصاً عربی مخطوطات کی کثیر تعداد خستہ حالت میں ہیں۔ حکومت پاکستان نے اس سلسلے میں Paper Conservation Laboritry قائم کی جس نے ابتدائی سالوں میں انتہائی شاندار کام کیا اور کئی مخطوطات محفوظ کیئے۔ جاپان کے بعد ایشیا میں یہ بہترین لیبارٹری ہے۔ عربی مخطوطات کی تعداد اس کی دہائی کے اختتام تک دو ہزار تھی جو اب بڑھ کر ساڑھے تین ہزار ہو گئی ہے۔ عربی مخطوطات کی موضوعات کے اعتبار سے Classification ہو گئی ہے۔ اس طرح عربی مخطوطات کی تقسیم کچھ یوں ہے۔

تجوید ۳۷، تفسیر ۵۰، حدیث ۲۵۰، فقہ ۳۶۲، صرف نحو ۲۸۰، منطق و علم الکلام وغیرہ ۳۰۰، علم ہیئت، نجوم ۸۰، علم الحساب و ہندسہ وغیرہ ۱۲۰، ادعیہ وغیرہ ۲۹۱، طب ۹۰، ادب ۲۰، تصوف ۹۳، سیرت و نعت ۱۵۶، اخلاقیات ۴۷، متفرقات ۴۲۱

اس ذخیرے میں نئے مخطوطات پر کام ہونا باقی ہے۔ حدیث کے ۹۷ مخطوطات کی فہرست ایک انگریزی مجلہ Archaeological Review میں چھپ گئی ہے۔ حدیث کے بقیہ مخطوطات سال رواں کے آخر میں اسی مجلہ میں چھپیں گے۔

نئے فارسی مخطوطات کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ مقصود القاری
۲۔ خلاصۃ النوادر متوکلا علی اللہ القادر
۳۔ تفسیر عثمان چرخی
۴۔ تفسیر مواہب علیہ
۵۔ عجالتہ الحدیث
۶۔ اشعۃ اللمعات
۷۔ خلاصہ الفقہ
۸۔ فتح دارین
۹۔ فتح الکلام فی کیفتہ اسقاط الصلوۃ والسلام
۱۰۔ اصول ابراہیم شاہی
۱۱۔ رسالہ مسعودیہ

۱۲۔ تحفۃ المسلمین

۱۳۔ تراشیہ شرح ارشیہ

۱۴۔ خلاصۃ الاحکام

۱۵۔ ہدایۃ الاعجمی

۱۶۔ مجموع الخانی فی عین المعانی

۱۷۔ ترجمۃ کنز الدقائق

۱۸۔ کچکول و ارشاد المریدین

۱۹۔ صلوۃ مسعودی

۲۰۔ کنز الاسلام

۲۱۔ ظواہر السرائر

۲۲۔ حیات القلوب

۲۳۔ تاریخ دلکشائے شمشیر خانی

۲۴۔ مفتاح الجنان

۲۵۔ کامل النصاب

۲۶۔ المواہب السنیۃ

۲۷۔ فوائد الفوائد

۲۸۔ غذاء المحبین

۲۹۔ الاشارہ اتی الشارۃ

۳۰۔ رسالۃ معرفۃ الدنیا

۳۱۔ دقائق الحقائق

۳۲۔ ذخیرۃ السلوک

۳۳۔ امداد السلوک

۳۴۔ چہار عناصر۔ نکات بیدل

۳۵۔ مکتوبات مجدد الف ثانی

۳۶۔ تصانیف حضرت باہو سلطان

۳۷۔ عیار دانش

۳۸۔ میزان الفرس

۳۹۔ کارنامہ۔ انشائے خلوی

۴۰۔ شرح معمائے نصیرائے ہمدانی

۴۱۔ جامع القوانین

۴۲۔ دیوان تبلان

۴۳۔ دیوان واجب قندھاری

۴۴۔ دیوان ابن یمین

۴۵۔ دیوان کلیم

۴۶۔ دیوان قصوری۔ دیوان یعقوب

۴۷۔ چہل اسرار

۴۸۔ مثنوی سلسلۃ الذہب

۴۹۔ مثنوی مصیبت نامہ

۵۰۔ مثنویات جدو تزئیل الجد

۵۱۔ اقوال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۵۲۔ مثنوی بے رنگ

۵۳۔ مثنوی صفات العاشقین

۵۴۔ مثنوی کنزالاسرار

۵۵۔ مثنوی مسلک المتقین

۵۶۔ مثنوی مولوی معنوی

۵۷۔ شرح یوسف و زلیخا

۵۸۔ شرح بوستان سعدی

۵۹۔ شرح اوراد فتحیہ

۶۰۔ شرح بوستان

۶۱۔ شرح قصائد عرفی

۶۲۔ لطائف اللغات

۶۳۔ شرح مقامات حریری

۶۴۔ شرح قصیدہ بانت سعاد

۶۵۔ شرح قصیدہ بردہ

۶۶۔ شرح زلیخائے جامی

۶۷۔ شرح قصائد بدر چاچ

۶۸۔ بحرالفراست

۶۹۔ شرح سکندر نامہ شارح محمد اکرم

۷۰۔ شرح سکندر نامہ شارح نامعلوم

عربی مخطوطات

۱۔ شرح یاب وقف حمزہ

۲۔ حاشیہ علی الانوار التنزیل

۳۔ انوار التنزیل و اسرار التاویل

۴۔ الجامع الصحیح للبخاری

۵۔ مشکوۃ

۶۔ مجموعہ رسائل۔ بلوغ الحرام، مختار الاطوار، تحقیق ماہیت رویا

۷۔ المرقاۃ

۸۔ حاشیہ علی شرح المختصر المنتہی

۹۔ الدرالفرید

۱۰۔ نور الانوار

۱۱۔ فصول الحواشی

۱۲۔ جواب سوال فصول السرخسی

۱۳۔ الحاشیۃ علی شرح النبانی

۱۴۔ الهدایۃ

۱۵۔ الفرائد فی حل المسائل والقواعد

۱۶۔ رمزالحقائق فی شرح کنزالدقائق

۱۷۔ شرح ابیات مستخلص

۱۸۔ شرح اشعار مستخلص

۱۹۔ مستخلص الحقائق شرح کنزالدقائق

۲۰۔ مستخلص الحقائق شرح کنزالدقائق

۲۱۔ نصاب الاحتساب

۲۲۔ تحفہ الملوک

۲۳۔ العجیبۃ الظیرہ للاحکام

۲۴۔ شرح خلاصہ کیدانی

۲۵۔ شرح خلاصہ کیدانی

۲۶۔ الفرائض السراجیہ، شرح الفرائض

۲۷۔ حاشیہ محمد علی علی شرح السید الشریف

۲۸۔ شرح منیۃ المصلی

۲۹۔ فوائد غریبۃ

۳۰۔ جوہرۃ نیرہ شرح قدوری

۳۱۔ الفتاوی السراجیہ

۳۲۔ غایۃ الحواشی

۳۳۔ حاشیہ علی شرح وقایہ

۳۴۔ ذخیرہ العقبی

۳۵۔ رسالہ در اداب چلہ علم السلوک، زبدۃ السلوک، سیرالسلوک

۳۶۔ حاشیہ علی شرح شمیر

۳۷۔ حاشیہ علی شرح التجرید

۳۸۔ حاشیہ علی شرح التہذیب

۳۹۔ حاشیہ مرزا جان علی شرح حکمۃ

۴۰۔ شرح الضابطہ

۴۱۔ حاشیہ علی الحاشیہ میرزاہد۔

۴۲۔ الشرح المتین علی سلم العلوم

۴۳۔ شرح سلم

۴۴۔ شرح سلم

۴۵۔ لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار

۴۶۔ حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی

۴۷۔ م/حاشیہ بدیع المیزان

۴۸۔ حاشیہ علی مقدمتہ تحریر القواعد

۴۹۔ تحریر محمد حسین اخندزادہ

۵۰۔ حاشیہ علی صادق علی بدیع المیزان

۵۱۔ الرشید علی شرح آداب

۵۲۔ مطالع الانوار

۵۳۔ الحاشیہ علی الافق المبین فی الحکمتہ الالہیتہ

۵۴۔ حاشیہ مجہول الاسم علی منطق

۵۵۔ تحصیل الحق فی الکلام

۵۶۔ حاشیہ علی حاشیہ الخیالی

۵۷۔ العقائد السنیۃ

۵۸۔ الدر الازہر فی شرح الفقہ الاکبر

۵۹۔ الطریقۃ المحمدیۃ

۶۰۔ شرح عقائد نسفی

۶۱۔ حاشیہ عبدالحکیم

۶۲۔ شرح المواقف

۶۳۔ حاشیہ علی شرح المواقف الثانی فی الامور العامہ

۶۴۔ معرفتہ المذاہب

۶۵۔ شرح امنت باللہ

۶۶۔ التعریف

۶۷۔ مراح الارواح

۶۸۔ مفتاح السعدیۃ

۶۹۔ سعدیہ شرح التصریف

۷۰۔ الشافیہ فی التعریف

۷۱۔ جامع الفوائد

۷۲۔ شرح الشرح مائۃ عامل

۷۳۔ حاشیہ عبدالحکیم علی حاشیہ عبدالغفور علی شرح جامی

۷۴۔ تجرید الکافیہ

۷۵۔ صحاح اللغۃ

۷۶۔ مجموعہ ادعیہ و اوراد

۷۷۔ التعلیم المتعلم

۷۸۔ شرح چغمینی

۷۹۔ نور حساب شرح خلاصۃ الحساب

قومی عجائب گھر پاکستان میں اردو مخطوطات ۲۰۰ سے متجاوز ہیں۔ اردو مخطوطات کی فہرست اکٹر ظفر اقبال جامعہ کراچی شعبہ اردو نے مرتب کی ہے۔ اس سے پہلے محترم مشفق خواجہ صاحب نے جائزہ مخطوطات اردو میں میوزیم کے چند مخطوطات کو لیا تھا۔ اردو مخطوطات میں ۵۰ کے لگ بھگ ایسے مخطوطات ہیں جو بخط مصنف ہیں۔

علاقائی زبانوں کے لحاظ سے قومی عجائب گھر میں متذکرہ مخطوطات اور کئی دوسرے مخطوطات نہ صرف تالیف بلکہ مولف کے لحاظ سے بھی نادر اور اہم ہیں۔ اور پنجابی زبان اور ادب کی تاریخ کے محققین کے لئے سودمند ہو سکتے ہیں۔

قومی عجائب گھر میں سب سے زیادہ مخطوطات عبداللہ لاہوری کے انواع کے ہیں۔ اس کے بعد پیر وارث شاہ کی ہیر کے نسخہ جات ہیں جن کی تعداد ۱۹ ہے۔ جن میں ایک نسخہ ۱۸۹۰ء کا ہے اور جس پر ثبت مہر ۱۳۳۴ ہجری ظاہر کرتی ہے۔ جو اس وقت ہیر کی تاریخ شدہ معلوم نسخوں میں

کتابت کے لحاظ سے قدیم ترین ہیں۔

اس ادارے میں موجود پنجابی مخطوطات کی زیادہ تعداد ادب' فقہ' تاریخ' سیرت اور طب کے موضوعات سے متعلق ہیں۔

جلد بندی اور تزئین و آرائش کے حوالے سے کوئی بھی قابل ذکر مخطوطہ نہیں ہے جس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ مخطوطات کی ایک بڑی تعداد عام لوگوں سے خریدی گئی ہے۔ جو کہ قلمی کتب کو محض آباؤ واجداد کی نشانی کے طور پر محفوظ رکھنے کی حد تک دلچسپی رکھتے ہیں۔

اگرچہ زیادہ تر مخطوطات مجلد ہیں مگر یہ جلد بندیاں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطات کے ڈیلرز نے کی ہیں تاکہ ان کو Manage اور Maintain کرنے میں آسانی کے ساتھ ساتھ محفوظ بھی رکھا جا سکے۔ چند ایک مخطوطات ایسے بھی ہیں جن کا Text باقاعدہ شنگرفی اور نیلی روشنائی کے اندر حاشیہ بند ہے۔

عربی' فارسی' اور اردو کے بعد قومی عجائب گھر کے شعبہ مخطوطات کے ذخائر میں چوتھا بڑا ذخیرہ پنجابی مخطوطات کا ہے جو تعداد کے حوالے سے اتنا بڑا تو نہیں یعنی ۲۰۱ مخطوطات کی دستیابی اگرچہ اتنی اہم نہیں کیونکہ پاکستان کی سب سے بڑی علاقائی زبان ہونے کے حوالے سے دستیاب مخطوطات انتہائی قلیل ہیں تاہم پنجابی زبان کے مخطوطات کا جو ذخیرہ اس وقت قومی عجائب گھر میں موجود ہے وہ کچھ حوالوں سے انتہائی اہم ہے۔ اس وقت پاکستان میں ۲۵ کے لگ بھگ (جو کہ ہمارے علم میں ہیں) ایسی ذاتی اور اداراتی لائبریریاں ہیں جن میں پنجابی زبان کے مخطوطات موجود ہیں۔ قومی عجائب گھر کا ذخیرہ ان سب سے اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں موجود مخطوطات قومی ورثے کے سب سے بڑے ادارے میں محفوظ ہیں۔

اس ادارے میں موجود پنجابی مخطوطات منظوم ہیں صرف ایک نسخہ پکی روٹی جو کہ نثر میں ہے۔

کتابت کے لحاظ سے قدیم ترین نسخہ معراجنامہ ہے جو کہ ۱۱۳۱ھ میں کتابت ہوا جس کے کاتب خلیفہ عنایت اللہ ہیں' اس کے علاوہ کچھ مخطوطات ایسے بھی ہیں جو کہ کسی دوسری پنجابی مخطوطات کے ذخیرہ میں علم میں نہیں آتے۔ مثلاً ابیات ہندی تالیف کے حاجی شاہ' فالنامہ تالیف گوہر اور طوطی و چاچڑک تالیف پیر شاہ' کاتب کریم بخش جو کہ اوائل چودھویں صدی کے مشہور و معروف کاتب تھے۔

بعض نسخوں میں عنوانات بھی جلی قلم سے شنگرفی رنگ میں نمایاں کیئے گئے ہیں۔

خطاطی کے حوالے سے بھی کوئی اہم یا نمایاں نسخہ موجود نہیں۔ تمام نسخے خط نستعلیق اور نسخ میں ہیں۔ جن میں ایک آدھ کو چھوڑ کر خطاطی کے حوالے سے کوئی پختگی نظر نہیں آتی۔

پاکستان میں قلمی نسخوں کے ذخائر

(بہاولپور اور اس کے مضافات)

ڈاکٹر عبدالرشید رحمت☆

اللہ جل مجدہ نے حضرت انسان کی تخلیق کے بعد اسے تعلیم سے نواز کر بیان کرنا سکھایا "خلق الانسان علمہ البیان" (۳:۵۵) یہ بیان اگر محفوظ نہ ہو سکے تو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں اشاراتی طور پر کتابت و آلہ کتابت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ "الذی علم بالقلم" کہ جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی۔ قلم چونکہ Depository آلہ ہے اس لئے سورۃ القلم میں قلم اور قلم سے لکھی گئی تحریر کی قسم کھائی گئی "ن والقلم وما یسطرون" (۱:۶۸)

تہذیب و تمدن سے روشناس ہونے کے بعد انسان کتابت کے لئے کیا استعمال کرتا تھا۔ اس کا جواب مشکل ہے۔ البتہ قرطاس و کاغذ کی دریافت کے بعد انسان کے لئے اپنے ذہنی کاوش کو کاغذ و قرطاس پر منتقل کرنا آسان ہو گیا یوں ایک نسل اپنی سابقہ نسل کے تجربات سے مستفید ہونے لگی۔

عالم اسلام میں نوشت و خواند کے لئے بالعموم دو چیزیں مستعمل رہی ہیں۔ اول قرطاس دوم کاغذ' اگر لوگوں نے خصوصاً" متاخرین نے قرطاس اور کاغذ کو ایک دوسرے کا مترادف سمجھ لیا ہے وہ درست نہیں۔ یہ دونوں چیزیں اپنی اصل شناخت و ترکیب اور تاریخ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔

قرطاس تو عرصہ دراز سے مصر میں فافیر یعنی بردی کے پودے کے گودے سے تیار ہوتا تھا۔ مسلمان اپنے دور حضارت میں نوشت و خواند کے سلسلہ میں پہلے پہل اسی چیز سے آشنا ہوئے اور اسے دو تین سو سال تک استعمال کرتے رہے۔

☆ شعبہ علوم اسلامیہ' اسلامیہ یونیورسٹی' بہاولپور

مگر اس کے برعکس مروجہ کاغذ چین میں پہلی صدی عیسوی میں ایجاد ہوا اور آٹھویں صدی عیسوی (دوسری صدی ہجری) میں ترکستان اور خراسان کے راستہ سے اسلامی دنیا میں داخل ہوا۔

قرآن مجید میں قرطاس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

"لو انزلنا علیک کتابا فی قرطاس فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین" (۶:۷)

مذکورہ بالا آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ظہور اسلام کے وقت بلاد عرب میں یا کم از کم حجاز میں لوگ لفظ قرطاس سے آشنا تھے۔ یہود کے مذہبی نوشتے اسی پر لکھے جاتے تھے۔

عہد قدیم کے مہذب اور متمدن ممالک میں قرطاس کو اپنے رواج عام کی بناء پر وہی اہمیت اور قدر و منزلت حاصل رہی ہے جو آج کل کاغذ کو ہے۔ غرضیکہ قدیم زمانہ میں زندگی کی دیگر ضروریات کی کفالت کے علاوہ علوم و فنون کی اشاعت میں قرطاس نے وہی کام دیا ہے جو عصر حاضر میں کاغذ سرانجام دے رہا ہے۔

قدیم چینی کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے ایک سو سال بعد ایک شخص مائی لون نے کاغذ ایجاد کیا۔

ایک عرب امیر نے مشرقی ترکستان میں فوج کشی کی۔ شکست خوردہ دشمن کے بہت سے آدمی قید کر لئے گئے۔ ان قیدیوں میں کچھ چینی بھی تھے جو کاغذ بنانا جانتے تھے۔ ان لوگوں نے سمرقند میں کاغذ سازی کی صنعت کی بنیاد رکھی جسے بعد میں بہت ترقی حاصل ہوئی۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دور حکومت میں اس کے وزیر فضل بن یحییٰ برمکی نے کاغذ سازی کا ایک کارخانہ دارالخلافہ بغداد میں قائم کیا۔ یوں یہ صنعت بغداد سے دوسرے اسلامی ممالک میں پھیلی۔ کاغذ کے رواج عام سے قرطاس کا استعمال تیسری صدی ہجری میں آہستہ آہستہ رک گیا۔

ہندوستان میں کاغذ کا رواج اسلامی عہد میں ہوا اور کاغذ سازی کی صنعت غالباً" ترکستان و خراساں سے آئی ہو گی۔ ابتداء میں لاہور و دہلی اسلامی مملکت و حضارت کے مرکز تھے اس لئے کاغذ سازی کے کارخانے شاید انہی شہروں میں قائم ہوئے ہوں گے۔ اسی طرح سیالکوٹ میں کاغذ بنانے کے بہت سے کارخانے تھے۔ سیالکوٹی کاغذ سفید اور مضبوط ہوتا تھا۔(۱)

طباعت کے رواج سے بہت عرصہ قبل علماء و مصنفین اپنی تخلیقات قرطاس پر محفوظ کر لیتے تھے۔ اسی طرح دوسرے مصنفین کی تحریرات کاغذ پر نقل کی جاتی تھیں۔ یہیں سے مخطوطات

کا آغاز ہوا۔

مخطوط آج کے اس سائنسی دور میں انتہائی قدر و قیمت کے حامل ہیں۔ خصوصاً اگر کوئی مخطوط مصنف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہو اور خط خوبصورت ہو' اسے آٹوگراف کہا جاتا ہے۔

لائبریری خواہ سرکاری ہو یا نجی ان کا سب سے اہم و قیمتی گوشہ مخطوطات پر مشتمل ہوتا ہے کہتے ہیں کہ زیادہ عرصہ نہیں ہوا جب برعظیم پاک و ہند کے ہر صاحب حیثیت کے دولت خانہ میں تین خانے ہوا کرتے تھے۔ مہمان خانہ' اسلحہ خانہ' اور کتب خانہ۔ دور حاضر میں آخری دو خانے تو باقی نہ رہ سکے البتہ ڈرائنگ روم میں جہاں ڈیکوریشن پیس سجانے کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا' وہاں بعض اوقات خوبصورت جلد والی کتابیں سجا دی جاتی ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ماضی قریب میں صرف حیدر آباد دکن میں چار ہزار کتب خانے تھے مگر بدلے ہوئے حالات میں وقت کے تند و تیز جھونکے ان کتب خانوں کو سوکھے پتوں کی طرح اڑا لے گئے۔ خصوصاً دور غلامی میں مسلمان اپنے آباؤاجداد کے اس قیمتی ورثہ کو محفوظ نہ رکھ سکے۔ مغربی استعمار کے دور میں ہمارا بیشتر علمی سرمایہ یورپ کے کتب خانوں میں منتقل ہو گیا اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ ہمارے بہت سے تاجروں نے ثمن قلیل کے عوض اپنا ماضی یورپ و امریکہ کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔

علامہ محمد اقبالؒ جب اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ تشریف لے گئے اور اپنے علمی ورثہ کو یورپ کی لائبریریوں میں سجا دیکھا تو فرمایا:

حکومت کا کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ
وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

برصغیر کی تقسیم کے وقت مسلمانوں کے بہت سے علمی خزانے فسادات کی نذر ہو گئے یا پھر بھارت کے حصہ میں آئے۔ پاکستان بن جانے کے بعد اگرچہ یہاں علمی و ادبی ترقی ہوئی لیکن آباؤ اجداد کے اس علمی ورثہ کو محفوظ کرنے کی طرف کم توجہ دی گئی۔ اس سلسلہ میں نجی لائبریریاں قابل صد ستائش ہیں جہاں علمی شائقین ان کی انتہائی نگہداشت کرتے ہیں اور اپنے کتب خانے کی زینت بناتے ہیں۔

اس مقالے میں، بہاولپور، رحیم یار خان اور بہاول نگر اور ان اضلاع کے مضافات میں موجود قلمی نسخوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بہاولپور شہر کی تاریخ زیادہ قدیم نہیں۔ آج سے تقریباً تین سو سال قبل اس کی پہلی اینٹ رکھی گئی۔ بہاولپور کا علاقہ پاکستان بننے سے پہلے چھوٹا پاکستان تھا۔ کیونکہ یہ متحدہ ہندوستان میں تیسری یا چوتھی بڑی مسلمان ریاست تھی۔ اس کے تاجدار و فرمانروا اپنا تعلق حضرت عباسؓ عم محترم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے جوڑتے ہیں۔ اس لئے وہ دینی و اسلامی جذبوں سے سرشار تھے۔ انہوں نے اپنی ریاست میں دینی تعلیم کے فروغ کے لئے لاتعداد مدارس کی بنیاد رکھی۔

بہاولپور سے ۴۵ کلومیٹر فاصلہ پر اچ قدیم ترین شہر ہے جس کی تاریخ تین ہزار سال پرانی ہے۔ یہاں مدرسہ فیروزیہ خاص اہمیت کا حامل تھا جس نے برصغیر میں اس وقت اسلامی تعلیم کے فروغ و ترویج کا فریضہ انجام دیا جب ہند کی فضاء مسلمانوں کے لئے پوری طرح سازگار بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ طرہ امتیاز بھی سرزمین اچ کے حصہ میں آیا جہاں چوتھی صدی ہجری سے لے کر گیارہویں صدی ہجری تک یعنی پورے سات سو سال علماء دین و مشائخ طریقت کا اژدھام رہا۔

ریاست بہاولپور کے آخری دور میں ۱۸۷۹ء میں پہلی سرکاری دینی درسگاہ مدرسہ صدر دینیات کے نام سے وجود میں آئی جو خالصتاً" دین علوم کی ترویج کے لئے وقف تھی۔ بعد میں یہی درسگاہ ۱۹۲۵ء میں جامعہ عباسیہ، ۱۹۶۴ء میں جامعہ اسلامیہ اور ۱۹۷۵ء میں اسلامیہ یونیورسٹی کہلائی۔

ان مدارس کی وجہ سے یہاں عربی و اسلامی علوم و فنون کی آب یاری ہوئی اور علماء و مشائخ کی سرکاری طور پر سرپرستی کی گئی۔ کئی علماء نے اس خطہ کو اپنا مسکن ثانی بنانا پسند کیا۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اس خطہ میں صدیوں سے مخطوطات مدارس و علماء کی ملکیت رہے ہوں گے۔

مخطوطات کسی قوم کا فکری ورثہ ہوتے ہیں۔ ان کو جمع کرنے، ان کا خیال رکھنے اور ان سے استفادہ کرنے والی قوم نہ صرف فکری میدان میں اعلیٰ مقامات پر فائز ہوتی ہے بلکہ عملی میدان میں بھی دیگر اقوام سے سربلند رہتی ہے۔

پاکستان میں بے شمار مخطوطات محققین کی توجہ کے منتظر ہیں۔ ذیل میں صرف بہاولپور اور اس کے نواحی اضلاع میں واقع کتب خانوں اور ان میں موجود مخطوطات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

بہاولپور میں مخطوطات کی اہم لائبریریاں

بہاولپور کے اس علاقہ میں سب سے قدیم لائبریری جو مخطوطات و نادر اشیاء کی وجہ سے مشہور ہے وہ اچ گیلانی لائبریری ہے۔ اچ وہ قدیم علاقہ ہے جہاں سے سکندر اعظم اپنی فتوحات کے دوران گزرا۔ اچ اب تین حصوں میں بٹ چکا ہے۔ اچ بخاری، اچ گیلانی، اچ مغلاں۔

اچ بخاری ان کے مورث اعلیٰ سید جلال الدین المشہور سرخ بخاری م ۶۹۰ھ کی وجہ سے مشہور ہے۔ آپ اپنے وقت کے مشہور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اچ گیلانی کی شہرت ان کے جد امجد شیخ محمد غوث قادری گیلانی کی وجہ سے ہے۔ آپ سید عبدالقادرؒ جیلانی بغدادی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ ۸۸۷ھ میں اچ تشریف لائے۔ آپ کی تاریخ وفات ۹۲۳ھ ہے۔ اچ مغلاں سلطنت مغلیہ کے کارندوں کی طرف منسوب ہے۔ جو اس دور حکومت میں یہاں موجود تھے۔

اچ گیلانی لائبریری

اس لائبریری کا آغاز کب ہوا ہے بتانا مشکل ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اچ گیلانی کے جد امجد جب اچ تشریف لائے تو وہاں ایک مدرسہ قائم کیا اور اپنے طلبہ کے لئے کتابیں اکٹھی کرنی شروع کیں۔ مدرسہ کے طلبہ میں اضافہ کے ساتھ ساتھ لائبریری میں بھی روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں مختلف موضوعات پر مخطوطات اکٹھے کرنے کے ساتھ ساتھ خطاط بھی ملازم رکھے گئے جو مختلف کتابیں نقل کرتے رہے۔

تاریخ کے ایک دور میں لائبریری انتہائی اہم و قیمتی مخطوطات و نوادرات پر مشتمل تھی۔ ۱۲۱۴ھ میں نواب بہاولپور سے معرکہ آرائی کی وجہ سے بہت سے قیمتی مخطوطات یا تو ضائع ہو گئے یا دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ ریاست بہاولپور کے آخری فرمانروا امیر صادق محمد خامس عباسی م ۱۹۶۶ء کے دور حکومت میں جامعہ ملیہ دہلی کے پروفیسر غلام سرور نے پچاس کے عشرہ میں ان مخطوطات و نوادرات کا کیٹلاگ تیار کیا تھا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربی فارسی مخطوطات کی تعداد ۳۹۰ تھی۔ ان میں سے عربی کی ۹۵ اور فارسی کی ۲۹۵ ہیں۔ ان میں بعض مخطوط بالکل نادر و نایاب ہیں۔ پروفیسر غلام سرور نے بڑی جانفشانی و تحقیق سے ایک کتاب تیار کی جو انگریزی زبان میں ہے۔ اسے اردو اکیڈمی بہاولپور نے دو بار بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ ٹائیٹل ہے:

"A Discriptive Catalogue of the Oriental Manuscripts in

Durgah Library Uch Sharif Gilani Bahawalpur State"

یہاں بطور نمونہ چند اہم مخطوطات کا تعارف پیش کر رہے ہیں۔

قرآن مجید کے حوالے سے اس کے چند اجزاء خط کوفی میں ہرن کی کھال پر لکھے ہوئے موجود ہیں ان کے بارہ میں روایت ہے کہ یہ حضرت حسینؓ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہیں۔ ملا حسین الواعظ کاشفی کی تفسیر حسینی کا ایک نسخہ جو یاقوت رقم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے لائبریری میں موجود ہے۔

حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ المصابیح کے بعض قدیم نسخوں کے علاوہ شیخ نورالحق ترک کی کتاب تیسیر القاری (شرح صحیح بخاری) کا ایک نسخہ محفوظ ہے۔

فارسی کے مشہور شاعر اور علامہ زمخشریؒ کے شاگرد رشید الدین وطواط کی ایک کتاب "صد کلمہ" کا قلمی نسخہ بھی لائبریری کی زینت ہے۔ صد کلمہ میں فاضل مولف نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کے سو ملفوظات کو یکجا کر دیا ہے۔ اس مخطوط کا سن تحریر ۹۷۸ھ اور یہ سمرقند میں بیٹھ کر لکھا گیا ہے۔

سفرالسعادۃ جسے صاحب قاموس شیخ مجدالدین فیروز آبادی نے ترتیب دیا ہے اس کی شرح شیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی کے قلم سے یہاں موجود ہے اور غالباً گیارہویں صدی ہجری میں معرض تحریر میں آئی۔ اس کے علاوہ شیخ موصوف کی ایک کتاب "ترجمہ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین" کا ایک نایاب نسخہ بھی یہاں محفوظ ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب شرح وقایہ کا فارسی میں ترجمہ بھی اس لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے مصنف عبدالحق سجاول سرہندی ہیں جنہوں نے ۱۰۷۶ھ میں اسے مکمل کیا۔ اسی طرح کسی گمنام مصنف کا لکھا ہوا ایک فقہی رسالہ "عمدۃ الاسلام" ہے جس پر کاتب کا نام فیض اللہ ساکن دارالسلطنت لاہور سن تحریر ۱۹ محرم ۱۰۷۶ھ ہے۔

گیلانی لائبریری میں حضرت مخدوم علی ہجویری کی مشہور کتاب کشف المحجوب کا انتخاب موجود ہے اس کے مرتب ابوسعید ہجویری ہیں جو حضرت موصوف کے تلامذہ میں سے ہیں۔ عبارت کے انداز سے مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت علی ہجویری کی زندگی ہی میں ان کی اجازت سے اسے ترتیب دیا تھا۔

فتوح الغیب جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تالیف ہے اس کی ایک فارسی شرح مفتاح

فتوح الغیب کا قلمی نسخہ بھی یہاں موجود ہے شارح صاحب کتاب کے دوسرے فرزند فرزند شیخ شرف الدین ابو محمد عبدالرحمٰن عیسی ہیں جنہوں نے ۵۵۵ھ میں اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی شہرہ آفاق کتاب غنیة الطالبین کی ایک شرح ملا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی کے قلم سے یہاں پر محفوظ ہے۔ اپنی نوعیت کی یہ منفرد کتاب ہے۔ شیخ کلیم جہاں آبادی کی دو کتابیں مرقع اور کشکول کے قلمی نسخے بھی اس لائبریری میں محفوظ ہیں۔ ایک بے نام قلمی نسخہ حضرت شیخ الحق بوعلی قلندر پانی پتی کا ذات و صفات خداوندی کے حوالہ سے تحریر کردہ ہے۔

مشہور صوفی شاعر اور نامور بزرگ سلطان باہوؒ کی ایک کتاب شمس العارفین کا قلمی نسخہ موجود ہے یہ مسدس ہے اور نظم میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی منقبت پیش کی گئی ہے۔

نزہتہ الارواح کا ایک قدیم نسخہ بھی یہاں ملتا ہے جسے تصوف کے موضوع پر رکن الدین حسین بن عالم بن الحسن الحسینی نے مرتب کیا ہے۔

تاریخ و سیر کے موضوع پر اچ گیلانی لائبریری میں بعض بیش بہا مخطوطات ملتے ہیں۔ اس کتب خانہ میں حبیب السیر کے بعض نامکمل اجزاء موجود ہیں۔ اس کتاب کو غیاث الدین بن حمام الدین خواند میر نے ۹۳۰ھ میں مکمل کیا۔ مولانا عبدالرحمٰنؒ جامی کی کتاب شواہد النبوة کا چودہویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ایک قیمتی قلمی نسخہ یہاں موجود ہے۔ خواجہ معین الدین بن حاجی محمد الفراہی کی کتاب معارج النبوة کا ایک نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔

خواجہ فرید الدینؒ عطار کی تذکرة الاولیاء اور شہزادہ داراشکوہ کی سفینة الاولیاء کے قلمی نسخے بھی خانوادہ گیلانیہ کی اس لائبریری میں موجود ہیں۔ اوچ کی تاریخی کتابوں میں "اخیار الافاق" ایک چونکا دینے والی تاریخ ہے۔ اس میں اہل بیت کے گیارہویں امام حضرت حسنؒ عسکری کے بارے میں یہ روایت درج کی گئی ہے کہ انہوں نے بخارا سے ترک سکونت فرما کر ہندوستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور اوچ کی سرزمین کو اس کا مسکن بننے کا شرف حاصل ہوا۔

والہ داغستانی جس کا اصل نام علی قلی خان تھا۔ اس کی کتاب ریاض الشعراء کا قلمی نسخہ بھی اس لائبریری کی قدرومنزلت میں اضافہ کا موجب ہے۔ والہ داغستانی نے اس میں دو ہزار چار سو چھیانوے قدیم و جدید شعراء کے حالات اور ان کا نمونہ کلام درج کیا ہے۔ یہ اپنے موضوع پر مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔

مشہور مورخ و ادیب مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کی کتاب ید بیضا کا قلمی نسخہ بھی یہاں

موجود ہے۔ اسی طرح حسین بن علی الواعظ الکاشفی کی اخلاق محسنین جو اخلاق محسنی کے نام سے معروف ہے اس کا نہایت قیمتی قلمی نسخہ اس لائبریری کی زینت ہے۔

فن طب کے حوالہ سے ایک نادر و نایاب مجموعہ ذخیرہ خوارزم شاہی کے بعض حصے بھی موجود ہیں۔ فارسی زبان میں چھٹی صدی ہجری کے ربع اول کی یہ تصنیف طب کی بالکل ابتدائی زمانہ کی کتابوں میں سے ہے۔ اس کے مرتب و مولف زین العابدین ابو ابرہیم اسماعیل بن الحسین بن محمد بن احمد حسین الجرجانی نام کے ایک بزرگ ہیں جو غالباً" ۵۳۱ھ میں فوت ہوئے۔

گیلانی لائبریری میں فارسی کے قدیم و جدید شعراء کے دواوین اور ان کے شعری سرمایہ کا معتدبہ ذخیرہ موجود ہے۔ مشاہیر شعراء میں بہت کم ایسے فارسی شاعر ہوں گے جن کے رشحات فکر کے نادر قلمی نسخے یہاں دستیاب نہ ہوں۔

فردوسی کی شہرہ آفاق نظم شاہنامہ جو ۶۰ ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے اس کا ایک مصور قلمی نسخہ گیلانی لائبریری کی قدروقیمت میں اضافہ کر رہا ہے۔ شاہنامہ فردوسی کا ایک نثری انتخاب "کتاب منتخب شاہنامہ" کے عنوان سے توکل بیگ کا ترتیب دیا ہوا اب بھی اس کتب خانہ کی زینت ہے۔ یہ مخطوط بھی مصور ہے اس میں ۷۵ خوبصورت قلمی تصاویر اس انتخاب کی جان ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی کا ایک قلمی نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مثنوی کے پہلے حصہ کی شرح جسے ان کے ہم نام مولانا جلال الدین واعظ بخارا نے قلم بند کیا ہے کا ایک نسخہ موجود ہے۔

دیوان شمس تبریز جو دراصل مولانا ہی کے کلام کا مجموعہ ہے وہ بھی اس کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ دیوان سعدیؒ کا ایک عمدہ نسخہ بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس دیوان میں شیخ سعدی شیرازی کے قصائد ہیں۔

ابوالحسن امیر خسرو کی مثنوی قرآن السعدین کا ایک عمدہ نسخہ بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے۔ زاد المسافرین جسے رکن الدین حسین بن عالم بن ابی الحسن الحسینی نے ترتیب دیا ہے کا قلمی نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔

مولانا نورالدین جامی جو فارسی کے مشہور نغزگو شاعر ہیں ان کی مثنویوں "سلسلہ الذہب" "اعتقاد نامہ" "لیلیٰ مجنوں" "یوسف زلیخا" کے قلمی نسخے بھی یہاں محفوظ ہیں۔

غنی کاشمیری کا دیوان بھی یہاں ناقص حالت میں موجود ہے۔ سرائیکی زبان کے مشہور شاعر خواجہ فریدؒ کے برادر بزرگ حضرت خواجہ غلام فخرالدین ایک نامور صوفی گزرے ہیں ان کا تخلص احدی تھا لائبریری میں ان کا دیوان بھی موجود ہے۔

اوچ گیلانی کی اس لائبریری کا ایک نادر نسخہ علامہ قاضی قطب الدین کاشانی کا منظوم رسالہ "تحفة الفقه" ہے۔ قاضی موصوف ناصرالدین قباچہ کے عہد میں ملتان اور اچ کے قاضی القضاۃ رہے ہیں۔

اچ گیلانی کی لائبریری کا سب سے قیمتی سرمایہ اور اس کی سب سے بیش بہا دولت مصوری کے وہ نادر شاہکار ہیں جن کے کئی مجموعے اس کتب خانہ کی زینت ہیں۔ قلمی تصاویر کے ان مختلف مجموعوں میں جو کسی ماہرین کے موئے قلم کے شہ پارے ہیں، بادشاہوں، فقیروں، درویشوں، شاہزادوں، اور اہل اللہ کی قلمی تصاویر بڑی عمدہ اور نفیس حالت میں موجود ہیں۔

بادشاہوں میں خسرو ساسانی، نوشیرواں فارسی، امیر تیمور، ہمایوں، بابر شاہجہاں، اورنگزیب اور نادر شاہ وغیرہ۔ شہزادوں میں دارالشکوہ مراد بخش اور شجاع بزرگان دین میں حضرت اویس قرنیؒ، خواجہ حسنؒ بصری، شیخ عبدالقادرؒ جیلانی، خواجہ معین الدینؒ چشتی، خواجہ فریدؒ شکر گنج، مخدوم بہاؤالحقؒ زکریا ملتانی، حضرت علی ہجویریؒ، سید جلال الدین سرخ بخاریؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت مخدوم جہانیاںؒ جہاں گشت، لعل شہباز قلندرؒ، حضرت میاں میر شاہ دولہؒ، خواجہ قطب الدین بختیارؒ کاکی، شیخ محمد حامد گنج بخشؒ ثالث اور سکھوں کے مذہبی پیشوا گورو ارجن۔

شعراء میں شیخ سعدی، مولانا رومی، شمس تبریز، امیر خسرو، حافظ شیرازی اور مولانا جامی شامل ہیں۔ یہ تصاویر دسویں اور بارہویں صدی کے مصوروں کے وہ فنی شاہکار ہیں جن کی قدر و قیمت کا اندازہ اہل فن ہی کر سکتے ہیں(۲)

اوچ بخاری میں مخدوم جہانیاںؒ جہاں گشت کے ملفوظات و ارشادات پر مشتمل مخطوطات بڑے قیمتی ہیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی اولاد واحفاد کے سلسلہ میں ایک بڑا ذخیرہ اللہ داد خان ساکن اچ کے ذاتی ذخیرہ کتب میں ہے۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اس سلسلہ میں ۱۳ کتابوں کی فہرست پیش کی ہے ان میں سے چار قلمی مخطوط ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ کشکول خلیفہ غلام محمد خان (قلمی)

۲۔ شجرہ النساب سادات عظام (قلمی)

۳۔ اصل سادات بخاری (قلمی)

۴۔ ریاض الانساب (قلمی)

ریاض الدین بن حاجی چوہدری وہاب الدین بدایونی م ۱۹۳۴ء (۳)

مخطوطات جامعہ اسلامیہ بہاولپور

یونیورسٹی ہونے کے حوالہ سے اور سابقہ جامعہ عباسیہ و اسلامیہ کے ذخیرہ کتب کے وارث ہونے کے باوجود یونیورسٹی ہذا کا شعبہ مخطوطات قابل ذکر نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مخطوطات کی مد میں کوئی رقم خرچ نہیں کی گئی۔ سابقہ اداروں یا کسی مخیر کی جانب سے جو مخطوطات بطور عطیہ موصول ہوئے وہی اس کا متاع کل ہے۔ کئی سال بیشتر جو فہرست مخطوطات تیار کی گئی تھی اس کے مطابق ان کی تعداد ۳۵ سے زائد نہیں۔ ان میں سے چند اہم مخطوطات کا تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ لب الالباب فی علم الاعراب: چونکہ مخطوط کے ابتدائی دو اوراق پھٹ چکے ہیں اس لئے مصنف کا نام معلوم نہیں البتہ نسخہ کے آخر میں محمد صادق خان عباسی ثبت ہے۔ کاتب کا نام فرید حنفی ہے۔ تاریخ کتابت ۵ شوال ۱۰۵۷ھ ہے۔

۲۔ شرح وقایہ: فقہ حنفی کی مشہور درسی کتاب جس کے مصنف عبیداللہ بن مسعود ابن تاج الشریعۃ ہیں دو جلدوں پر مشتمل ہے یہ مخطوط ناقص حالت میں موجود ہے۔

جلد اول کتاب الطہارۃ سے شروع ہو کر کتاب الخنثیٰ تک ختم ہوتی ہے اور ۳۷۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد دوم کتاب الحج سے شروع ہوتی ہے۔ کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج نہیں۔

۳۔ حل الرمز عن متن الکنز: الجزء الاول۔ مصنف شیخ الاسلام عبدالمسعم مفتی۔ یہ قلمی نسخہ لمبے سائز میں باریک اور سیاہ قلم سے لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ ناقص ہے اس کے صرف ۶۰ صفحات موجود ہیں۔ مشہور درسی کتاب کنزالدقائق کی عمدہ شرح ہے۔ کاتب اور تاریخ کتابت درج نہیں۔

۴۔ رضی شرح کافیہ: مصنف رضی الدین محمد بن الحسن الاسترابادی النحوی م ۶۸۶ھ۔ یہ قلمی نسخہ کتابت کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ ابن حاجب کی مشہور و متداول کتاب کافیہ کی شرح ہے۔ قلمی نسخہ کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے تین کاتبوں نے لکھا ہے۔ آخری صفحہ نہ ہونے کی وجہ

سے کاتب و تاریخ کتابت معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ اس نسخہ پر محمد بہاول خان عباسی کی مہر ثبت ہے۔

۵۔ الاختیار تعلیل المختار: مصنف ابوالفضل مجدد الدین عبداللہ بن محمود الموصلی الحنفی م ۶۸۳ھ۔ یہ مخطوط عربی زبان میں فقہ کے موضوع پر ہے۔ فن کتابت کا قیمتی شاہکار ہے۔ صرف ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ کتاب اور کاتب کا نام درج نہیں۔

۶۔ شرح ہدایتہ النحوالمسمی بسراج النحو: مصنف کلیم اللہ بن حاجی علی محمد۔ یہ قلمی مخطوط کافی ضخیم ہے۔ درس نظامی کی متد اول کتاب ہدایۃ النحو کی عربی شرح ہے۔ سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب محنت سے لکھی گئی۔ مقدمہ کتاب میں مصنف علام نے محمد بہاول خان عباسی کی علم پروری اور علماء کی قدردانی کو بہت سراہا ہے۔ مصنف بہاولپور کے رہنے والے تھے۔ آپ نے یہ کتاب ۱۲۱۰ھ میں لکھ کر امیر بہاولپور محمد بہاول خان عباسی کے ذاتی کتب خانہ کی نذر کی۔

۷۔ واقیہ شرح کافیہ: مصنف سید رکن الدین حسن بن محمد الاسترابادی م ۷۱۷ھ۔ قلمی مخطوط کتابی سائز میں کافی ضخیم ہے۔ سیاہ روشنائی سے لکھا ہوا ہے۔ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے کاتب و تاریخ کتابت نہ پڑھی جا سکی۔

۸۔ خیالی حاشیہ شرح العقائد: یہ قلمی نسخہ چھوٹے سائز میں سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے باریک قلم استعمال کیا گیا ہے۔ آخری صفحات موجود نہیں۔

۳۔ مخطوطات سنٹرل لائبریری بہاولپور

سنٹرل لائبریری بہاولپور کا پہلا نام صادق ریڈنگ لائبریری تھا۔ اس کا قیام ۱۹۲۴ء میں نواب صادق محمد عباسی کی تاجپوشی کی سلور جوبلی تقریبات کے موقع پر عمل میں آیا۔ طویل عرصہ کے بعد اسے باقاعدہ لائبریری کی شکل ملی یہاں مطبوعات کا ایک کثیر ذخیرہ موجود ہے۔ اس وقت مخطوطات کی تعداد ۴۸ ہے جنہیں شائقین کے لئے Show Case میں سجایا گیا ہے۔ تفصیل یہ ہے۔

قرآن مجید	:	۷
اردو	:	۱
عربی	:	۲۱
فارسی	:	۱۹

اس لائبریری میں قرآن مجید کے سات قلمی نسخے رکھے گئے ہیں تفصیل کچھ یوں ہے۔

۱۔ قرآن مجید بخط نسخ جلی ثلث نما تقطیع کلاں ۱۳×۱۱/۲ ۹ سطری۔ بظاہر یہ نسخہ روسی ترکستان میں چھٹی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔

۲۔ قرآن مجید مطلا و مرصع قلمی عربی قدیم

۳۔ قرآن مجید قلمی چار سو سالہ پرانا ہے۔ کاتب کا نام یحییٰ بن ناصر، تاریخ کتابت ۹ ذی العقدہ ۱۰۹۲ھ بروز پیر بمقام جبور۔

۴۔ حمائل شریف: سورۃ یونس تا سورۃ نحل ۱۲۰۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔ مطلاء و مرصع ہے۔

۵۔ قرآن مجید قلمی، کاتب کا نام حافظ محمد عبداللہ، تاریخ کتابت ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۵۲ھ بمقام مصطفیٰ آباد عرف رام پور۔ حاشیہ پر موضح القرآن مختصراً ہے۔

۶۔ گیارہواں پارہ۔ مطلا و مرصع تختی کلاں

۷۔ حمائل شریف قلمی۔ کاتب کا نام علی اور تاریخ کتابت ۸ رمضان المبارک ۱۲۹۹ھ ہے۔ عربی زبان میں درج ذیل مخطوط اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ الکاشف عن حقائق السنن(۴): یہ علامہ طیبیؒ کی شرح مشکوۃ ہے۔ کافی عرصہ تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی اب کراچی سے گیارہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ لائبریری کا یہ نسخہ جس پر عالمگیر شہزادہ کی مہر ثبت ہے خوبصورت خط میں ہے۔ کاتب کا نام محمد بن احمد الفقی ہے۔ تاریخ کتابت ۸۴۷ھ ہے۔

۲۔ معارج النبوۃ: مصنف ملامعین الھروی م ۹۱۱ھ/۱۵۱۵ء۔ کاتب کا نام حافظ عثمان بن سکندر بن امین شاہ بمقام ہرات (افغانستان) ہے۔ یہ نسخہ ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۶ء کا لکھا ہوا ہے۔

۳۔ مسند الامام احمد بن حنبلؒ: یہ نسخہ مشہور مسند امام احمد بن حنبل کا ایک حصہ ہے۔

۴۔ حیاۃ الحیوان: مصنف الشیخ کمال الدین محمد عیسیٰ الامیری م ۸۰۸ھ ہے۔

۵۔ تفسیر بیضاوی: مصنف قاضی ناصر الدین بیضاوی۔ مشہور و متداول اول تفسیر کا آخری حصہ ہے۔

۶۔ الاسماء الحسنیٰ: اللہ تبارک و تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو خوبصورت نقش و نگار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ سال کتابت تقریباً ۱۲۰۰ھ ہے۔

۷۔ حاشیہ العینی علی کنزالد قائق فی فروع الحنفیہ: مصنف حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد الحنفی۔ یہ نسخہ ۸۱۸ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۸۔ الکرر فی قراۃ القرآن: مصنف غوث بخش۔ مخطوط ۱۱۹۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۹۔ مدارک التنزیل: مشہور تفسیر قرآن کا تیسرا حصہ ہے۔

۱۰۔ شرح مواقف: مشہور متد اول کتاب علامہ سید شریف جرجانی کی تصنیف ہے۔

۱۱۔ تیسیرا القرآن فی تخریج آیات القرآن: مصنف رحمت اللہ بن حافظ محمد تقی۔ قلمی نسخہ بحروف تہجی سال کتاب ۱۱۲۰ھ ہے۔

فارسی زبان میں درج ذیل مخطوط زیادہ اہم ہیں۔

۱۔ سفینۃ الاولیاء۔ مصنف مشہور مغل شہزادہ داراشکوہ ہیں۔ یہ مخطوط ۱۱۴۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۲۔ دیوان بیدل: قلمی فارسی قدیم از ردیف د تا نون

۳۔ دیوان امیر خسرو: قلمی فارسی ۱۸۰۰ء کا لکھا ہوا ہے۔

۴۔ شاہنامہ مصورہ: حسن بن شرف شاہ طوسی فردوسی۔ اس نسخہ میں ۳۳ تصاویر ہیں غالباً بارہویں صدی ہجری/اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر کا لکھا ہوا ہے۔

۵۔ دیوان حافظ مصورہ: حافظ شیرازی کا یہ دیوان ۱۱۲۱ھ /۱۷۸۱ کا لکھا ہوا ہے۔

۶۔ دیوان ملا عرفی شیرازی: قلمی فارسی قدیم ۱۱۴۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۷۔ سکندر نامہ

۸۔ شرح مثنوی مولوی: مولانا روم کی مشہور مثنوی کی شرح کاتب خواجہ محمد ایوب۔ یہ مخطوط ۱۱۲۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۹۔ تاریخ شمشیر خاں: مغل بادشاہ شاہجہاں کے دور حکومت کی تاریخ ہے۔ ۱۰۶۳ھ میں لکھی گئی۔

اردو زبان میں یہاں صرف ایک مخطوط ہے۔ اس کا نام صادق التواریخ ہے۔ یہ سابق ریاست بہاولپور کی پہلی مستند تاریخ ہے جسے پروفیسر اشرف گورگانی نے مرتب کیا تھا۔ صرف ایک بار ۱۸۹۹ء میں چھپ چکی ہے۔

۴۔ مخطوطات ملکیہ ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ڈاکٹر صاحب موصوف اپنے قیام گلاسگو کے دوران ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھتے وقت آئرلینڈ کی مشہور لائبریری (Chester Beatty) سے درج ذیل مخطوطات کی مائیکروفلم اپنے ساتھ لے آئے ان میں سے چند مخطوطات ایڈٹ کر کے شائع کر چکے ہیں۔

مخطوطات کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ شرح مصابیح السنة للبغوی MS.3529

۲۔ جزء للحاکم النیسابوری MS.3909

۳۔ الفوائد المنتخبات العوالی، دار قطنی جزآن MS. 4009

۴۔ اتقاض الاعتراض، ابن حجر Fol. 229, MS. 4982

۵۔ الضروالمنافع للمجاہدین، ابراہیم احمد غنیم Fol.105, MS.4107

۶۔ بہجة العابدین، حافظ جلال الدین سیوطیؒ MS. 4436

۷۔ التوبة، ابن ابی الدنیا Fol.32, MS 3863

۸۔ المقنع فی علوم الحدیث، ابن الملقن Fol. 93, MS 3902

۹۔ خصائص النبی، ابن الملقن Fol. 96 - 133

۱۰۔ کتاب اسماء الرجال، خطیب تبریزی Fol. 89, MS 3132

۱۱۔ التخریج لصحیح الحدیث، احمد بن محمد بن احمد البرکاتی Fol.10, MS 3890

۱۲۔ تحفة الطالب و فرحة الراغب،

جمال الدین ابوحامد محمد بن علی بن محمود المحمودی الصابونی Fol. 9, MS 5039

۱۳۔ شرح المصابیح، شہاب الدین فضل اللہ بن الحسن ol. 235, MS 5039

۱۴۔ تسمیة المشائخ(۵)، محمد بن اسحاق بن محمد بن مندہ Fol. MS 5165

۱۵۔ الاسامی والکنی، ابن مندہ Fol.28

۱۶۔ المفاتح شرح المصابیح، مظہرالدین حسن بن محمود الحسن الفریدانی ol.325, MS 3752

۱۷۔ اس نمبر میں دو مخطوط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ MS 3664

۱۔ البلدانیات والجواہر، سخاوی

۲۔ الکراسة المشار الیہا باسانید الکتب السنة

۱۸۔ اس نمبر میں گیارہ مخطوط ہیں جن کی تفصیل ہے MS 3849

۱۔ الرباعیات من کتاب السنن الماثورة، امام نسائی

۲۔ الاخبار والحکایات، ابو جعفر محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضری Fol.26-31

۳۔ قصیدہ فی السنة، ابوبکر عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث السجستانی، Fol. 31-32

۴۔ حدیث مصعب' ابو عبداللہ مصعب بن عبداللہ بن مصعب — Fol. 36-58

۵۔ ملح فی معتقد اہل الحق' عزالدین سلیمی — Fol. 62-74

۶۔ منظومة فی التجوید' الدرینی — Fol. 75-79

۷۔ المسمع شرح مقنع' ابن الہیثم — Fol. 84-91

۸۔ عروف التعریفات بالمصطلحات الشریف'
شہاب الدین ابوالعباس احمد بن یحیٰ

۹۔ انتفاع المنظر فی ما یصح ان یدع من المجهول'
شہاب الدین ابو جعفر محمد بن احمد — Fol. 115-120

۱۰۔ رساله فی السماع' ابوحامد المقدسی — Fol. 133-134

۱۱۔ منظومة فی العروض — Fol.135-144

۱۔ ترجمه الامام الشافعی' ابن کثیر — Fol.1-37, MS 3390

۲۔ طبقات الفقهاء الشافعین' ابن کثیر — Fol.1-141

۱۔ اس نمبر میں پانچ مخطوط ہیں۔

۱۔ منتقاة حدیث الجوہری — Fol.1-14

۲۔ حدیث ابی مسلمه' عبدالعزیز بن المرزبان البغوی البغدادی — Fol.16-25

۳۔ طرق حدیث ان الله تسع و تسعین اسما' ابو نعیم الاصفہانی — Fol.26-36

۴۔ امالی المحاملی' المحاملی — Fol. 38-51

۵۔ اختصاص القرآن بعوده الی الرحیم الرحمان
' ضیاء الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالوحید المقدسی الحنبلی — Fol.55-60

۲۔ الاقتراح علی علوم الحدیث' عماد الدین ابوالفداء
اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ بن محمد بن جماع
الکنانی المقدسی الشافعی — Fol. 72

۲۲۔ الجزء فیه اربعة عشر حدیثا وغیرها منتخبة
من جزء ابی عبد الله محمد بن الفیصل' بن لطیف الفراء — MS 3726

۲۲۔ شرح المصابیح' محمد بن سید بن ابراہیم التبریزی — Fol.251

۲۵۔ خماسیات البزاز MS 3806

۲۶۔ اس نمبر میں سات مخطوط موجود ہیں۔

۱۔ تحفة البررة فی الاحادیث العشرة، النعیمی Fol.1-14

۲۔ درة القاع فی ضاآت القرآن، الرسعانی Fol.16-18

۳۔ عمدة المفید وعدة المجید، عالم الدین السخاوی Fol. 20-23

۴۔ المقدمة الجزریة فی القراة المرضیة، ابن الجزری Fol. 30-34

۵۔ شرح الاجرومیة، المقدری

۶۔ ملحة الاعراب، الجزری

۷۔ القاب البدیع، ابوزکریا یحیی بن عبدالمعطی بن عبدالنور الزواری المغربی

۲۷۔ شرح شمائل الترمذی، عبدالرؤوف المناوی 20x13

۲۸۔ الاربعین فی ارشاد السائرین الی منازل المتقین ابوالفتوح محمد بن محمد الطائی ف ۵۵۵ھ

یہ مخطوط رباط سے منگوایا گیا ہے اور اصل مخطوط کی فوٹو کاپی ہے

۳۵۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۔ مخطوطات ملکیہ حافظ ثناء اللہ الزاہدی (رحیم یار خان

حافظ صاحب نے رحیم یار خان میں ایک ادارہ قائم کیا ہے جس میں مخطوطات خاص پر جمع کئے جاتے ہیں۔ ایک جلد میں درج ذیل تین مخطوط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ مسلک الدری لاکمل رسل اطہر(۶)، محمد صدیق لاہوری

۲۔ کتاب الفرائض، قاضی شہاب الدین ابوحامد محمد بن احمد بن محمود بن علی بن ابی طالب

۳۔ مدار الاسلام فی علم الکلام

مخطوطات ملکیہ ڈاکٹر محمد افضل ربانی، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ڈاکٹر صاحب قیام گلاسگو (برطانیہ) کے دوران درج ذیل مخطوطات کی مائیکروفلم آئرلینڈ کی مشہور لائبریری (Chester Beatty) سے خرید کر ساتھ لائے۔

۱۔ ارجوزة فی الفقہ(۷)، مصنف غیر معلوم

۲۔ تعظیم الفتیا، ابن جوزی Fol. 25

۳۔ العالمہ والمتعلم، مصنف غیر معلوم Fol. 40

۴۔ الاحکام فی معرفة الیمین والاحکام، شیخ محی الدین الکافجی Fol 20

۵۔ الفتاوی المجموعة، علامہ ابن صلاح وغیرھم Fol.150

مخطوطات ملکیہ ڈاکٹر عبدالرشید رحمت، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

راقم کے ذاتی ذخیرہ کتب میں درج ذیل مخطوط کچھ اصل اور کچھ فوٹو کاپی کی صورت میں موجود ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔۲ قرآن کریم کے دو نسخے موجود ہیں ایک بڑے سائز میں اور دوسرا درمیانہ سائز میں۔ کاغذ سے قدامت کا احساس ہوتا ہے۔ کاتب اور تاریخ کتابت درج نہ ہے۔

۳۔ دیوان حسان بن ثابت الانصاری، پہلے صفحہ پر یہ عبارت تحریر ہے۔ وضع و ضبط الدیوان عبدالرحمان البرقوقی، کتب و شرحہ مختصراً عبدالخالق کنفوری، سال کتاب ۱۹۳۶ء ہے۔ کل صفحات ۴۳۲ ہیں۔

۴۔ محیط الدائرہ، مصنف کرنیلیوس خان دیک۔ علم عروض کی متند اول کتاب ہے۔ کاتب محمد عبدالخالق بن مولوی عبدالغفور ساکن بہاولپور، مخطوط ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۔ تفسیر بحرالمعانی (فارسی) مصنفہ محمد بن خواجگی بن عطاء اللہ المدعو نجوند میاں۔ یہ قرآن پاک کے آخری پارہ کی تفسیر ہے اور ۱۹۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

۶۔ الصواعق المحرقة (الجز الاول) مصنف ابن حجر مکی۔ کاتب کا نام محمد بخش ولد میاں احمد یار ۱۲۹۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۷۔ الرد علی الزنادقة والجھمیة، امام احمدؒ بن حنبل۔ یہ اس نسخہ کی فوٹو کاپی ہے جو برٹش لائبریری کی ملکیت ہے۔ برٹش لائبریری کا تاریخ ادخال ۱۸۸۱ء ہے۔ کاتب و تاریخ کتابت درج نہیں۔

۸۔ کتاب التیسیر فی التفسیر، مصنفہ الحافظ عبدالعزیز بن حامد بن احمد الامیری۔ یہ عربی اشعار میں قرآن مجید کی تفسیر ہے اور ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ Fol. 113

۹۔ شرح المسند لامام ابی حنیفه النعمان: مصنف علی بن سلطانؒ القاری۔ یہ نسخہ ۱۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ مکتبہ القادریہ بغداد کے نسخہ کی فوٹو کاپی ہے۔

۱۰۔ شرح المسند لامام ابی حنیفه النعمان۔ یہ کتاب کا دوسرا نسخہ ہے۔ دوسرے کاتب کا لکھا

ہوا ہے بڑے سائز میں ۱۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ مکتبہ قادریہ بغداد میں محفوظ ہے۔

مذکورہ بالا وہ لائبریریاں ہیں جن تک ہماری رسائی کسی نہ کسی طرح ہو سکی۔ بہاولپور میں کئی ایسی پرائیویٹ لائبریریاں ہیں جن کے مالک اپنی کتابیں و مخطوطات دکھانا گوارا نہیں کرتے۔ سلطانی میوزیم سابقہ نواب بہاولپور کی ملکیت ہے جہاں مطبوعہ و نادر کتابوں کے علاوہ سنن کبری بیہقی کا خوبصورت نسخہ اور علامہ سعدالدین تفتازانی کی مطول کا نسخہ بخط المصنف موجود تھا۔ اب یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مخطوط موجود بھی ہیں یا نہیں۔ صدیق طاہر اس بارہ میں لکھتے ہیں۔

"کتب خانہ سلطانی میں چھت تک کتابوں کے ریک لگائے گئے ہیں جن میں مختلف علوم فنون اور تاریخ و سیرت، سوانح اور ادب کے موضوع پر ایک بیش بہا اور انمول کتب محفوظ ہیں بعض ریکوں میں نادر قلمی نسخے بھی رکھے گئے ہیں(۸)۔

خانوادہ عالیہ گیلانیہ ہی کی ایک شاخ کے نامور بزرگ مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ کے محلات اور اقامت گاہیں جمال دین والی تحصیل صادق آباد میں ہیں۔ ان کا منتخب کتب خانہ اہم دینی اور ادبی کتابوں اور مخطوطات کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ قرآن مجید کے مخطوطات خاص طور پر اس کتب خانہ کا امتیاز ہیں(۹)

اسی طرح مخدوم حمید الدینؒ حاکم کا دینی و روحانی فیض گزشتہ نو سو سال سے جاری ہے۔ اس خاندان کے سجادگان کے پاس بھی بے مثال مخطوطات اور نوادر محفوظ ہیں(۱۰)۔

صادق آباد کے مشہور رئیس میرزاہد حسین جنہیں کتابوں اکٹھے کرنے کا شوق جنون کی حد تک ہے کی لائبریری میں بقول ان کے "قرآن کریم کے تو میرے پاس نادر ہی نہیں نایاب نسخے بھی ہیں" (۱۱)

آپ کی لائبریری میں میں نے ابن البواب مشہور خطاط کا لکھا ہوا قلمی قرآن مجید دیکھا ہے اس کی تصدیق مولانا عبدالقدوس ہاشمی مرحوم کے قلم سے پہلے صفحہ پر موجود ہے۔

قرآن مجید کے قلمی نسخوں کے حوالہ سے سردار جھنڈیر کی نجی لائبریری (میلسی) بھی قابل دید ہے وہاں مطبوعہ کتابوں کے علاوہ بیت القرآن میں ۹۲۵ قلمی نسخے قابل دید ہیں جن میں بعض کی ضخامت غیر معمولی ہے۔

بہاولپور کی نجی لائبریری میں الشیخ الجامع لائبریری بھی قابل ذکر ہے۔ اس میں شرح العقائد کا حاشیہ نمبرا بخط المصنف یعنی علامہ عبدالعزیزؒ پر ہاروی کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۲۰۰ھ کا لکھا ہوا

ایک قرآن مجید بھی ہے۔ کافیہ کی شرح متوسط وافیہ' شرح جامی کے حاشیہ عصام' کا ایک قدیمی نسخہ بھی ہے۔ ارشاد النحو' شرح تہذیب النحو' فتوحات یکہ نصف آخر' اشعۃ اللمعات' دو جلد' ملا علی قاری کا حاشیہ جلالین وغیرہ نادر قلمی کتابوں میں شامل ہیں(۱۴)۔

ضرورت اس امر کی ہے ان لائبریریوں کے مخطوطات کی فہرست جدید انداز میں مرتب کرائی جائے۔ اگر کسی محقق کو مخطوط کی ضرورت ہو تو وہ باسانی اس کی فوٹو کاپی حاصل کر سکے۔ اگر خدانخواستہ کسی خاندان میں ان کی ضرورت نہ رہے تو سرکاری کتب خانے انہیں مناسب قیمت دے کر اپنے ہاں محفوظ کر لیں۔

حوالہ جات

۱۔ عنایت اللہ شیخ ڈاکٹر، کاغذ کا رواج تاریخ کی روشنی میں، مجلہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور (۱۹۶۴) ش ۱، ص ۹۳۔۸۳

۲۔ شہاب مسعود حسن، خطہ پاک اوچ، اردو اکیڈمی، بہاولپور (۱۹۶۷)، ص ۷ ۳۔۳۴۴، شہاب مسعود حسن، اوچ شریف کے علمی نوادر، سہ ماہی "الزبیر" بہاولپور (۱۹۶۷)، ش ۱۱، کتب خانہ نمبر ص ۲۳۱۔۲۰۸

Gulam Sarwar, Manuscripts Gilani Library,

Urdu Academy, Bahawalpur (1987), pp 219

۳۔ محمد ایوب قادری، ڈاکٹر، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، علماء اکیڈمی، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۲۴

۵۔ یہ مخطوط ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر کے تحقیق کے ساتھ سیرت سیل اسلامیہ یونیورسٹی کی جانب سے شائع ہو چکا ہے۔

۶۔ یہ مخطوط ڈاکٹر معرج الاسلام ڈاکٹر عبدالروئف ظفر کی تحقیق کے ساتھ درج ذیل مجلہ میں شائع ہو چکا ہے۔

الایضاح، مرکز الشیخ زاید الاسلامی، جامعہ پشاور

العدد الخاص ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵، ص ۴۵۔۱

۷۔ یہ مخطوط ڈاکٹر عبدالرشید رحمت، و ڈاکٹر محمد افضل ربانی کی تحقیق کے ساتھ درج ذیل مجلہ میں شائع ہو چکا ہے۔

مجلہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، ج ۴، ش ۱، ۱۹۹۳، ص ۴۰۔۱

۸۔ صدیق طاہر، وادی ہاکڑہ اور اس کے آثار، اردو اکیڈمی، بہاولپور (۱۹۸۲)، ص ۱۷۴۔

۹۔ صدیق طاہر، بہاولپور کے کتب خانے، سہ ماہی الزبیر (بہاولپور نمبر) ۱۹۸۲ء، ص ۱۳۲۔۱۲۱

۱۰۔ حوالہ سابق، ص ۱۳۲

۱۱۔ سید زاہد حسین، میرا ذوق کتب اندوزی، سہ ماہی الزبیر (کتب خانہ نمبر) ۱۹۶۷، ص ۵۱۰

۱۲۔ غلام نصیر الدین شبلی، حضرت الشیخ لاجامع لائبریری، سہ ماہی الزبیر (کتب خانہ نمبر) ۱۹۶۷، ص ۵۲۲۔۵۲۱

علامہ طیبیؒ اور ان کی شرح مشکوۃ کے سلسلہ میں دیکھئے راقم کا مقالہ "علامہ طیبیؒ (شارح مشکوۃ المصابیح)، سہ ماہی "فکر نظر" اسلام آباد (۱۹۸۹)، ج ۲۷، ش ۲، ص ۵۳۔۳۷۔

★★

لاہور میں ذخائر مخطوطات

سید جمیل احمد رضوی☆

لاہور پاکستان کا تہذیبی اور ثقافتی شہر ہے۔ اس کو کتب خانوں کا شہر بھی کہا جاتا ہے۔ کتب خانوں میں مطبوعات و مخطوطات ہماری قومی تہذیب و ثقافت کے امین ہیں۔ اس شہر میں سرکاری انتظام کے تحت چلنے والے کتب خانوں کے علاوہ ذاتی اور مخصی کتب خانے بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں خطی نسخوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر پاکستان میں مخطوطات کے ذخائر کا جائزہ لیا جائے' تو ان میں قلمی کتابوں کی سب سے زیادہ تعداد اسی شہر میں ملے گی۔ وطن عزیز میں سب سے بڑا قلمی نسخوں کا مخزن پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ اس میں مخطوطات کی تعداد بیس ہزار سے بھی زائد ہے۔ اس اعتبار سے لاہور کو "شہر مخطوطات" بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس مقالہ میں چار سرکاری اداروں میں موجود مخطوطات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ سب سے پہلے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے ذخیرے کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس کے آغاز میں کتب خانے کو سماجی اور معاشرتی پس منظر میں دیکھا گیا ہے۔ اس کے بعد ذخیرہ مخطوطات کے ارتقا کو لائبریری کے ارتقائی تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا ادارہ پنجاب پبلک لائبریری ہے۔ اس میں خطی نسخوں کی تعداد گیارہ سو کے قریب ہے۔ اس کے بعد دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری اور لاہور عجائب گھر کے ذخائر کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اول الذکر میں مخطوطات کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ موخرالذکر میں قلمی کتابوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار ہے۔ کتب خانوں میں خطی کتابوں کی جمع آوری کا بنیادی مقصد تحقیق کی دنیا کو خدمت فراہم کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ عجائب گھروں میں قلمی نوادرات کی فراہمی کا مقصد نوادرات کو اس اعتبار سے جمع کرنا ہوتا ہے جو بنیادی لحاظ سے نمائش کے لئے اہمیت رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تحقیق کرنے والے بھی ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ لاہور عجائب گھر میں ایسے قلمی آثار جمع کئے گئے ہیں جو مصور اور دیدہ زیب خط میں ہیں۔

☆ چیف لائبریرین' پنجاب یونیورسٹی لائبریری' لاہور

اب اس ادارے میں مخطوطات کی خرید یا حصول کے لئے دونوں پہلوؤں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ یعنی ایسے نوادرات خرید لئے جاتے ہیں یا مخیر حضرات سے بطور عطیہ لئے جاتے ہیں جو نمائش اور دنیائے تحقیق دونوں کے لئے اہم ہوں۔

پنجاب یونیورسٹی لائبریری

اگر کتب خانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے' تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت قدیم ہے۔ آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران ایسے تحریری آثار ملے ہیں جن کو انسانی نسل اپنی دستاویزات کو محفوظ کرنے کے لئے استعمال کرتی تھی۔ ان میں مٹی کی الواح اور کتبے شامل ہیں۔ بعد میں دوسرے مواد کو بھی تحریر کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ اس میں کھجور کے پتے اور چمڑا معروف ہیں۔ انسان اپنے علمی' تہذیبی اور ثقافتی ورثے کو کسی قسم کے مواد پر لکھ کر محفوظ کر لیتے تاکہ آئندہ نسلیں ان سے مستفید ہو سکیں۔ کاغذ کی ایجاد نے اس میں آسانی پیدا کر دی اور طباعتی پریس نے اس تحریک کی پیش رفت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مطبوعات کا دائرہ وسعت پھیلتا چلا گیا' یہاں تک کہ عصر حاضر میں طباعت کے لئے نہایت جدید ٹیکنالوجی مثلاً کمپیوٹر استعمال ہونے لگا۔ اس سے معیار بھی بلند ہو گیا اور وقت میں حیرت انگیز حد تک کمی ہونے لگی۔ یہ ارتقائی مراحل اس معاشرتی پس منظر کی عکاسی کرتے ہیں جو مختلف ادوار میں انسانی سماج کی ترقی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کتب خانہ ایک معاشرتی ادارہ ہے جو سماجی ضرورت کے تحت وجود میں آیا اور اس کے فرائض میں تبدیلی بھی سماجی ضروریات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ آتی رہی۔ لائبریرین شپ کے نظریئے میں کتاب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ امریکہ کے معروف ماہر تعلیم اور علم کتب خانہ کے عالم ڈاکٹر شیرا نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"مطبوعہ کتاب مدت سے خیالات کے ابلاغ کا ایک ذریعہ رہی ہے۔ ماہر معنویات کے الفاظ میں کتاب وقت کو ملانے والی ہے۔ یہ نہ صرف مکانی فاصلہ طے کرتی ہے بلکہ زمانی بھی۔ جب آپ اس پر غور و فکر کرتے ہیں' تو یہ نہایت اہم ایجاد نظر آتی ہے.... ہم ایک کتاب کو اٹھاتے ہیں اور جو کچھ کسی نے کہا ہے اس کو معلوم کر سکتے ہیں۔ کہنے والے کو ہم نے دیکھا نہیں' وہ ہماری پیدائش سے کئی صدیاں پہلے مر چکا تاہم صوتیاتی تحریر کے اعجاز سے ہم اس کی کہی ہوئی باتوں کی نقل اتار سکتے ہیں"(۱)

ہمارے نظام تعلیم میں کتاب کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ کتابوں کو کتب خانوں میں

جمع کیا جاتا ہے اور ترتیب و تنظیم سے رکھا جاتا ہے تاکہ ان کا استعمال آسانی سے کیا جا سکے۔ تعلیمی اداروں کا تصور کتب خانوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سطح پر تعلیمی اداروں کے ساتھ کتب خانے قائم کئے جاتے ہیں۔ جامعہ پنجاب کو اکتوبر ۱۸۸۲ میں یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا۔ اس سے پہلے پنجاب یونیورسٹی کالج کا قیام ظہور میں آچکا تھا' اس کی اپنی لائبریری تھی جو بعد میں مرکزی کتب خانے کے ذخیرے کی بنیاد بنی۔

جامعہ پنجاب کی لائبریری پاکستان کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے۔ اس میں مطبوعات کی تعداد تین لاکھ اور ستر ہزار کے قریب ہے اور مخطوطات کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے۔ اس طرح یہ ذخیرہ مخطوطات پاکستان کا سب سے بڑا مخزن ہے۔ اس میں عربی' فارسی' اردو' سندھی' پشتو' ترکی' ہندی اور سنسکرت میں قلمی کتابیں شامل ہیں۔ اس ذخیرے کی بنیاد ۳۱ جولائی ۱۹۲۰ء کو رکھی گئی۔ بعد میں یونیورسٹی کے مختلف ارتقائی مراحل میں یہ بھی ترقی کی جانب سفر کرتا رہا۔ اس کی جمع آوری میں کئی شخصیات نے سرگرم حصہ لیا۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔ خطی آثار کی جمع آوری کے لئے یونیورسٹی نے کئی مواقع پر خطیر رقم کا انتظام کیا جس کے نتیجے میں کئی اہم قلمی ذخائر کو خریدا جا سکا۔ وطن عزیز کی قدیم ترین یونیورسٹی ہونے کے حوالے سے اس کا کتب خانہ بھی سب سے بڑا ہے۔ اس کتب خانے کی اہمیت ان ذاتی ذخائر کی وجہ سے ہے جو مختلف اوقات میں بطور عطیہ وصول ہوئے یا خریدے گئے۔ اس طرح مشرق و مغرب کے محققین کے لئے یہ کتب خانہ نہ صرف توجہ اور کشش کا باعث بن گیا' بلکہ وطن عزیز میں اسلامی تہذیب و ثقافت اور علوم و فنون کے تحریری آثار کا سب سے بڑا مرکز بھی ہے۔ اب مختصر طور طر اس کے ارتقا کا تاریخی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس ذخیرے کے ارتقا کا جائزہ لینے کے لئے کتب خانے کی تاریخ پر نظر ڈالنا ہو گی پہلے پنجاب یونیورسٹی کالج کے قیام کا ذکر ہو چکا ہے۔ ۱۸۷۳ء میں پنجاب یونیورسٹی کالج نے سر ڈانلڈ میکلوڈ کا کتب خانہ ڈھائی ہزار روپے میں خریدا۔ اس میں تقریباً دو ہزار قیمتی کتب تھیں۔ کتابوں کو لاہور منتقل کرنے کے لئے سات سو روپے حکومت نے ادا کیئے۔ یہ پنجاب یونیورسٹی کا پہلا ذخیرہ کتب تھا جس پر ایک عرصہ بعد ایک بڑے کتب خانے (یونیورسٹی لائبریری) کی بنیاد رکھی گئی۔(۲)

بعد میں کتب خانے کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ جامعہ پنجاب نے ۱۹۰۵ء سے ۱۹۳۲ء کے دور میں نہایت تیزی کے ساتھ ارتقائی منازل طے کیئے۔ یہ ڈاکٹر اے۔ سی۔ وولنر (۱۸۷۸ء - ۱۹۳۶ء)

کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ وہ دیگر ذمہ داریوں کے علاوہ اعزازی لائبریرین کے فرائض بھی چھبیس سال (۱۹۰۲ء تا ۱۹۲۸ء) تک سرانجام دیتے رہے(۳)۔ جب تیس سال بعد پروفیسر وولز اورینٹل کالج کے پرنسپل اور یونیورسٹی کے رجسٹرار بنے تو اس وقت لائبریری کا یہ مجموعہ بے توجہی کا شکار ہو کر صرف دو الماریوں میں محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ صرف اورینٹل کالج لائبریری جو الگ طور پر بنائی گئی تھی، تسلی بخش حالت میں تھی۔ اگلے تیس سال کے دوران پروفیسر وولز کی مسلسل اور بھرپور توجہ نے یونیورسٹی لائبریری کی تعمیر و ترقی کے مراحل طے ہوئے(۴)۔

انڈین یونیورسٹیز ایکٹ ۱۹۰۴ء کی دفعہ ۳ میں یونیورسٹیوں میں لائبریریاں، لیبارٹریاں اور میوزیم بنانے اور انہیں توسیع و ترقی دینے کی جو مہمیز موجود تھی، اس نے لائبریری کے نئے دور کے آغاز کے لئے محرک کا کام دیا۔ اگلے دو سال کے دوران میں سنڈیکیٹ نے لائبریری کی توسیع کے لئے معمول کی مختصر سالانہ متوالی گرانٹ کے علاوہ حکومت ہند سے تیس ہزار روپے کی خاص ابتدائی گرانٹ طلب کی جو اسے مل گئی۔ کتابوں کی خرید اور ان کی حفاظت کے ضروری سازوسامان پر ستمبر ۱۹۰۹ء تک چھتیس ہزار روپے خرچ ہوئے۔ کتب خانے کے ایک خاص انداز کی عمارت بھی از بس ضروری تھی چنانچہ ۱۹۱۰ء میں اس مقصد کی خاطر سنڈیکیٹ نے سینٹ ہال کے قریب خطہ زمین حاصل کی۔ لائبریری کی عمارت کا نقشہ بھائی رام سنگھ پرنسپل میو سکول آف آرٹس نے تیار کیا۔ یونیورسٹی ہال اور خالصہ کالج امرتسر کے ڈیزائن بھی انہوں نے بنائے تھے۔ یہ ساری دلکش عمارات شمال مغربی ہند کے پروقار روایتی انداز تعمیر کی حامل تھیں۔ لائبریری کی عمارت کا سنگ بنیاد ۲۷ فروری ۱۹۱۱ء کو چانسلر سرلوئس ڈین نے رکھا۔ تعمیر کا کام بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور لائبریری کے پہلے حصے کا رسمی افتتاح اسی چانسلر نے اپریل ۱۹۱۲ء میں کیا۔ اگلے تین سال کے عرصے میں لائبریری کی توسیع اس تیزی سے ہوئی کہ ۱۹۱۵ء کے آخر تک عمارت کی حدود میں اصل نقشے سے بھی زیادہ وسعت اختیار کرنا پڑی۔ ساری عمارت پر جو ۱۹۱۷ء میں مکمل ہوئی، ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے لاگت آگئی۔ یہ خوش منظر دو منزلہ عمارت مشرقی طرز تعمیر کا دلکش نمونہ ہے(۵)۔

فروری ۱۹۸۸ء کے آخر تک لائبریری اس عمارت میں خدمات انجام دیتی رہی۔ یکم مارچ ۱۹۸۸ء کو قائداعظم کیمپس (نیو کیمپس) والی نئی عمارت میں ذخیرہ کتب اور دوسرے سازوسامان کی منتقلی کا کام شروع ہوا جو جون ۱۹۸۸ء کے آخر میں مکمل ہوا۔ ذخیرے کی منتقلی اور نئی عمارت میں ترتیب و تنظیم کا کام ساتھ ساتھ جاری رہا۔ اس نئی عمارت کی تعمیر یونیورسٹی کی صد سالہ تقریبات

کے سال یعنی ۱۹۸۲ء میں شروع ہوئی۔ اس مقصد کے لئے وفاقی حکومت نے ڈیڑھ کروڑ روپے کی خصوصی گرانٹ فراہم کی تھی۔ اس کی تعمیر کا کام دسمبر ۱۹۸۶ء کے آخر میں مکمل ہو گیا تھا اور اس کا جزوی چارج لائبریری اسٹاف کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اس وقت عمارت کی نگرانی کے لئے تین چوکیدار بھرتی کیئے گئے تھے۔ صفائی کے لئے ایک فراش اور دو خاکروب یومیہ اجرت پر ملازم رکھے گئے۔ ضروری نگرانی کے لئے ایک لائبریرین متعین کیا گیا تھا جنہوں نے بجلی کی تنصیبات اور مرمت کے دوسرے کام کو مکمل کروایا۔ پراجیکٹ ڈائریکٹر کے دفتر نے ۲۶ ستمبر ۱۹۸۷ء کو لائبریری کی عمارت کا پورا چارج چیف لائبریرین کے حوالے کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی لائبریری کی منتقلی کے لئے منصوبہ بندی شروع کر دی گئی۔ جس کو فروری ۱۹۸۸ء کے آخر تک مکمل کر لیا گیا۔ اس عمارت کا رقبہ ایک لاکھ دو ہزار مربع فٹ ہے۔ یہ ایک تہہ خانے اور دو منزلوں پر مشتمل ہے۔ تیسری منزل کی گنجائش نقشے میں رکھی گئی ہے جو ضرورت کے وقت تعمیر کی جا سکتی ہے(۷)۔

ذخیرہ مخطوطات کا تاریخی جائزہ

اس کتب خانے کی اہمیت ان ذاتی ذخائر کی وجہ سے ہے جو یونیورسٹی میں بطور عطیہ وصول ہوئے یا خریدے گئے۔ ان کی تعداد سولہ (۱۶) ہے۔ دس ذخیرے ایسے ہیں جن میں مخطوطات بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ لائبریری یونیورسٹی میں تدریس و تحقیق کے فروغ کے لئے قلمی کتب خریدتی بھی ہے جس کے لئے بجٹ میں ہر سال ایک معین رقم مختص کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں رہنمائی اساتذہ فراہم کرتے ہیں۔ اب ذیل میں تاریخی تناظر میں ذخیرہ مخطوطات کے ارتقاء کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

ذخیرہ پرسیول

پرانی عمارت کا سنگ بنیاد رکھے جانے کے ایک ماہ بعد یونیورسٹی لائبریری کو غیر متوقع طور پر ایک نادر اور قیمتی مجموعہ کتب مل گیا۔ ایچ ایم پرسیول ایم۔اے، آئی ای ایس پروفیسر ادبیات انگریزی پریذیڈنسی کالج کلکتہ نے مارچ ۱۹۱۱ء میں اپنی سبکدوشی کے موقع پر اپنا مجموعہ کتب جن میں تقریباً ساڑھے چھ ہزار کتب تھیں فروخت کے لئے پیش کیا۔ یہ مجموعہ پنجاب یونیورسٹی نے چھتیس ہزار روپے میں خرید لیا۔ یہ مجموعہ کتب اپنی جداگانہ حیثیت سے یونیورسٹی لائبریری میں اب تک موجود ہے۔ ۱۹۱۳ء میں اورینٹل کالج کا بیش قیمت کتب خانہ بھی یونیورسٹی لائبریری میں منتقل کر

دیا گیا جو وہاں عربی فارسی اور سنسکرت کے حصوں کی بنیاد بنا(۸)۔

ذخیرہ آزاد

۱۹۱۳ء میں آغا محمد ابراہیم نے اپنے والد شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد (۱۸۳۰ء۔ ۱۹۱۰ء) کا مجموعہ کتب لائبریری کو پیش کیا۔ اس میں ۱۵۵۶ مطبوعات اور ۳۸۹ مخطوطات شامل تھے(۹) مطبوعات میں پنجاب کے مختلف اضلاع کی قدیم مطبوعہ تاریخیں موجود ہیں جو اس ذخیرے کی علمی اور تاریخی اہمیت کو بڑھا دیتی ہیں۔

نوادرات کے لئے اساتذہ کی تلاش و جستجو

اس دور میں یونیورسٹی لائبریری مسلسل ترقی پذیر رہی۔ مطبوعات کی خرید کے لئے یونیورسٹی اپنے میزانیے میں خطیر رقوم مختص کرتی رہی۔ تدریسی شعبوں کے قیام اور یونیورسٹی پروفیسروں کی تقرری کے بعد ان کے فرائض میں کتابوں کی خرید کا معاملہ بھی شامل رہا۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اورینٹل کالج کے پروفیسروں نے خصوصاً بڑی تن دہی سے کام کیا اور ملک کے دور دراز گوشوں میں سفر کر کے کتابیں (خاص طور پر قلمی نوادر) تلاش کیں اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں نادر مخطوطات اتنی بڑی تعداد میں اکٹھے کر دیئے کہ یہ لائبریری دنیا کی چند اہم تحقیقی لائبریریوں میں شمار ہونے لگی۔ اس دور کے اختتام اور گولڈن جوبلی کے موقع پر پروفیسر بروس نے لائبریری میں کتابوں کی مجموعی تعداد ۷۶۵۳۴ بتائی ہے جس میں ۸۸۷۳ مخطوطات بھی شامل تھے۔ یونیورسٹی کے علمی مرکز کی تعمیر و ترقی کا یہ قابل تعریف پہلو ہے جس نے اس دور میں مطالعہ و تحقیق کے لحاظ سے ایک نئی روح پھونکی(۱۰)۔

ذخیرہ پیرزادہ

یہ ذخیرہ مہم (رہتک) جو کہ پیرزادہ محمد حسین عارف (۱۸۵۷ء۔۱۹۲۸ء) سیشن جج، کا آبائی مقام تھا، پر موجود تھا۔ مولوی محمد شفیع مرحوم (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۶۳ء) کی رپورٹ پر یونیورسٹی نے اس کو ۱۹۲۸ء میں خرید لیا۔ اس بارے میں منظور الحق صدیقی لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم کا مشرقی علوم کے ساتھ شغف آپ کو مہم لے گیا اور آپ نے یہ کتب خانہ دو ہزار تین سو روپے کے عوض پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے لئے ۱۹۲۹ء میں خرید لیا۔ اس میں قلمی نسخوں کی تعداد ۲۶۵ ہے اور مطبوعہ کتابیں ۸۰۹ ہیں(۱۱)۔

ذخیرہ کیفی

اسی دور میں ۱۹۳۳ء میں برجموہن دتا تریہ کیفی (۱۸۶۶۔۱۹۵۵) نے اپنا ذخیرہ یونیورسٹی لائبریری کو بطور عطیہ پیش کیا۔ اس میں مخطوطات کی تعداد ۱۳۰ اور مطبوعات ۸۷۷ تھیں۔ مخطوطات میں اردو کی قلمی کتابیں بھی موجود ہیں۔

دیگر ذرائع

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں "نادر و نایاب کتب کی تلاش، حصول اور خرید کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ مثلاً اس دور میں ان اشخاص کے مخطوطات حاصل ہوئے۔ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی ۱۳۰ مخطوطات ایوناؤ ۳۵۹، مخطوطات مولوی نجم الدین ۳۲۶، مخطوطات رائے صاحب وزیر چند (سکنہ جھنگ) ۵۴ مخطوطات، پیرزادہ محمد حسین ۲۰۵ مخطوطات" (۱۲)

ذخیرہ وولنر

لائبریری کے ذخیرہ مخطوطات میں ۱۷۸۶ نسخے سنسکرت کے ہیں۔ ان کو ذخیرہ وولنر کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اے۔ سی وولنر (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۳۶ء) چھبیس سال (از ۱۹۰۲ء تا ۱۹۲۸ء) اعزازی لائبریرین کے فرائض بھی ادا کرتے رہے۔ اسی دور میں لائبریری کی علامہ اقبال کیمپس والی عمارت تکمیل کو پہنچی۔ وہ سنسکرت کے پروفیسر اور اورینٹل کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی کے رجسٹرار اور آخر میں وائس چانسلر بھی رہے۔ اسی حیثیت سے ان کا ۱۹۳۶ء میں انتقال ہوا۔ وفات کے بعد ان کی بہت سی یادگاریں قائم کی گئیں۔ ان کے اعزاز میں سنسکرت کے مجموعہ مخطوطات کو وولنر کلیکشن کہا جاتا ہے۔ یہاں پر اس کا ذکر مناسب ہو گا کہ پروفیسر وولنر کی وفات کے بعد مسز وولنر نے اپنے شوہر کی تمام قیمتی کتب یونیورسٹی لائبریری کو عطا کر دیں۔ ان کی تعداد ۱۵۷۵ تھی (۱۳)۔

ذخیرہ شیرانی

یہ بیش قیمت اور گرانقدر ذخیرہ مخطوطات و مطبوعات ۱۹۴۲ء میں یونیورسٹی نے ۲۴۳۹۲ روپے میں خریدا۔ اس کے دیگر کوائف و خصائص کا ذکر کرنے سے پہلے شیرانی مرحوم کے بارے میں سر شیخ عبدالقادر (۱۸۷۴۔ ۱۹۵۰) کی رائے ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اس میں انہوں نے شیرانی مرحوم کی قناعت پسندی اور علم دوستی کی خوبصورت انداز میں تصویر کشی کی ہے۔

لاہور سے جانے سے کچھ پیشتر ایک دن شیرانی صاحب نے مجھے اپنے مکان پر بلایا کہ ان کے مجموعہ کے بعض نوادر کو دیکھوں۔ گرمی کا موسم تھا اور دوپہر کے بعد کا وقت۔ میں نے نوادر کو بھی دیکھا اور ان کی داد دی۔ مگر اس سے زیادہ خود شیرانی صاحب کو داد دی' کیونکہ وہ بھی اپنی جگہ داخل نوادر تھے۔ گرمی کی وجہ سے ایک ہلکا سا بنیان پہنے ہوئے تھے اور کمر کے گرد صرف ایک چھوٹا سا تہہ بند باندھے بیٹھے تھے۔ پنکھا نہ دستی نہ بجلی نہ گرمی سے بچنے کی فکر نہ پروا۔ کتابیں اور وہ گرد و پیش فرامین اور سکے۔ یہ پروفیسر محنت کے لحاظ سے مغربی پروفیسروں سے زیادہ اور آسائش اور ماندو بود میں کسی غریب مسجد کے ملا سے زیادہ سادہ تھا۔ شیرانی کی یہ آخری تصویر ہے جو میرے صفحہ دل پر منقوش ہے(۱۴)۔ شیرانی مرحوم کے شاگرد ڈاکٹر سید عبداللہ مرحوم (۱۹۰۴۔ ۱۹۸۶) کی رائے کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے جس سے ان کی نوادرات کی جمع آوری کی لگن اور جذبہ کا اظہار ہوتا ہے۔

"مولوی خدا بخش خان کے بعد پروفیسر شیرانی شاید دوسرے بزرگ تھے' جنھوں نے باوجود سرمائے کی کمی کے عربی' فارسی' اردو کی نادر قلمی کتابوں کو جمع کیا اور اس میں وہ کامیابی حاصل کی جو ایک لحاظ سے مولوی خدا بخش خان کو بھی نصیب نہ ہوئی ہو گی یعنی کتابوں کی تلاش اور جمع آوری اس غرض سے کہ اس سے ادب اور تاریخ کی گمشدہ کڑیاں دستیاب ہوں اور وہ خلا جو انسانی معلومات میں پائے جاتے ہیں پر ہوتے جائیں۔ قلمی کتابوں اور آثار قدیمہ کی شناخت کے بارے میں ان کی نگاہ اس درجہ تجربہ کار اور شناسا ہو گئی تھی کہ انباروں اور طوماروں کے اوپر سے ہی نظر ڈال کر اپنے مطلب کی چیز نکال لیتے تھے۔ گویا اس لحاظ سے وہ "قناء الکتب" تھے۔ عرب ہد ہد کو "قناہ الارض" کہا کرتے ہیں۔ قناء اس شخص کو کہتے ہیں جو زمین کے اوپر سے ہی یہ بتلا سکے کہ سطح کے نیچے پانی کتنی دور ہے۔ اگر ہد ہد کو قناء الارض کہنا درست ہے تو پروفیسر شیرانی کو اس مناسبت سے قلمی کتابوں کا ہد ہد یا قناء کہنا بے جا نہ ہوگا۔"(۱۵)۔

اس ذخیرے کے دیگر کوائف کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار رقمطراز ہیں

"اس مجموعے میں ۱۰۷۱ مطبوعات' ۴۳۴ دستاویزات' اور ۲۲۸۴ مخطوطات شامل تھے۔ مخطوطات میں چوتھی' پانچویں' چھٹی صدی ہجری کے تحریر کردہ نسخے بھی تھے اور بعض قلمی نسخے مصنفوں کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے اور بعض مخطوطات اپنے زمانے کے مشہور خطاطوں کے قلم سے تھے۔ ان میں مغل دور سے قبل خط بہار میں، لکھے گئے کئی قرآن مجید کے نسخے بھی ہیں۔ سبکدوشی

لاکھ ستر ہزار مخطوطات تھے۔ اسامہ بن منقذ کے پاس چار ہزار مخطوطات تھے جو عیسائیوں نے صلیبی جنگوں کے دوران ان سے چھین لئے تھے۔ اخبار العلماء کے مطابق ابن سینا نے نوح بن منصور سے کتب خانے کی تفصیلات مانگیں۔ نوح بن منصور نے انہیں کتب کی فہرستیں پیش کر دیں۔

شیخ تاج الکندی کا شمار دمشق کے علمائے کبار میں ہوتا ہے۔ آپ لغوی ادیب اور قرآن مجید کے قاری ہونے کے علاوہ ایوبی سلاطین کے استاذ بھی تھے۔ دمشق کی جامع مسجد میں ان کا مدرسہ تھا جو مقصورہ تاجیہ کے نام سے موسوم تھا۔ اس مدرسہ میں ایک کتب خانہ تھا جس کی فہرست تاج الکندی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مورخ ابوشامہ کو ملی۔ فہرست کے مطابق اس کتاب خانے میں سات سو اکسٹھ مخطوطات تھے جن کی ترتیب کچھ یوں تھی۔

علوم القرآن	۱۴۰
احادیث	۱۹
فقہ	۱۴۳
الشعر	۱۲۲
النحو والصرف	۱۷۵
علوم الاوائل وطب	۱۲۳

فہرست سازی کی تاریخ

اسلامی کتب خانوں کے مختصر تعارف سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ان کتب خانوں کی باقاعدہ فہارس ہوا کرتی تھیں۔ فہرست فارسی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مطلب وہ کتاب ہے جس میں اسماء کتب موجود ہوں۔ اگرچہ ان فہارس کی کثیر تعداد ہم تک نہیں پہنچی۔ جن فہارس کا پتہ چلتا ہے وہ قدرے اختلاف کے ساتھ اس ترتیب سے ہیں۔

۱۔ کتب خانوں کی فہارس
۲۔ روایات کی شکل میں فہارس
۳۔ مخطوطات جو کتب خانوں کو وقف کئے گئے
۴۔ علماء کی تالیفات کی فہارس
۵۔ عام صورت میں کتب کی فہارس

کے بعد بھی پروفیسر شیرانی قلمی نسخے فراہم کرتے رہے' اور ۱۹۴۴ء میں انہوں نے مزید ۱۹۳ مخطوطات یونیورسٹی کو دیئے۔ یونیورسٹی لائبریری میں مجموعہ شیرانی ایک قیمتی اضافہ تھا مگر یونیورسٹی ایک نادر ذخیرہ مسکوکات سے محروم رہی جو قابل افسوس امر ہے۔ شیرانی کو تاریخی نوادر اور مسکوکات جمع کرنے اور ان سے تحقیقات میں کام لینے کا بڑا شوق تھا۔ انہوں نے اپنے ذخیرہ مسکوکات جس میں تقریباً پانچ چھ ہزار سونے چاندی کے سکے اور تین ہزار تانبے کے سکے تھے' یونیورسٹی کو دس ہزار روپے کے عوض پیش کیا' مگر یونیورسٹی نے اس رقم کا نصف دینا منظور کیا۔ یہ ایک انتہائی تکلیف دہ امر تھا کیونکہ شیرانی کی زندگی کے آخری چند سال' جو علالت میں گزرے' اسی اثاث البیت کے سہارے گزرے جو کتابوں اور سکوں کی فروخت پر انہیں ملا۔ بہرکیف شیرانی کی ساری عمر کی یہ جمع پونجی پٹنے کے ایک تاجر نے تیئیس ہزار روپے میں خرید لی اور پنجاب یونیورسٹی (اور بعد میں مملکت پاکستان) اس نادر خزانہ سے محروم رہی(۱۶)۔

ڈاکٹر محمد بشیر حسین مرحوم نے اس ذخیرے کے بارے میں مختلف اعداد و شمار دیئے ہیں۔ مرحوم نے اس مجموعے پر ایک طویل مدت تک فہرست نگار کی حیثیت سے کام کیا اور ان کی مرتبہ فہرست "فہرست مخطوطات شیرانی" کے عنوان سے تین جلدوں میں ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ وہ اس ذخیرے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"دو ہزار چھ سو باون جلدوں میں مجلد اس مجموعے میں عربی' فارسی' اردو' پنجابی' ترکی' ہندی' پشتو' سندھی اور گجراتی وغیرہ کی چھوٹی بڑی سوا چار ہزار کتابیں محفوظ ہیں۔ ان میں سے فارسی زبان کے مخطوطے سب سے زیادہ ہیں یعنی تین ہزار ایک سو چالیس' اردو کے تقریباً پانچ سو' عربی کے تقریباً چار سو' پنجابی کے تقریباً ایک سو پچیس اور ہندی' ترکی' پشتو اور سندھی وغیرہ کے پچیس قلمی نسخے اس ذخیرے کا حصہ ہیں۔ ان کتب کے علاوہ ساڑھے سات سو قطعات' شاہی فرامین' اسناد' بیعنامے' اجارہ نامے وغیرہ بھی اس مجموعے کا حصہ ہیں(۱۷)۔

خورشید احمد خان ذخیرہ شیرانی کے بارے میں اعداد و شمار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"۱۹۴۱ء میں جب یہ ذخیرہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے حوالے کیا گیا' تو اس میں ۳۴۹۰ مخطوطات ۲۳۶۲ مجلدات میں تھے۔ ۱۰۱۷ مطبوعہ کتب جن میں سے زیادہ تر کمیاب تھیں' ۱۳ فرامین ۴۳۱ پروانے و دستاویز' ۱۸۷ مہریں' ۸ شکستہ اوراق کے حصے' ۹ پرانی اور نادر جلدیں اور ۱۰ (لکڑی کی) دروازوں والی الماریاں' ۱۹۴۵ء میں شیرانی مرحوم نے لائبریری کو ۱۹۹ مخطوطات اور ۷۸

مطبوعہ کتب بطور عطیہ دیں۔ ۱۹۴۶ء میں شیرانی کی وفات کے بعد ان کے خاندان نے ۶۰۰ سے زیادہ مخطوطات لائبریری کے حوالے کیئے(۱۸)۔

ذخیرہ محبوب عالم

یہ ذخیرہ مولوی محبوب عالم (۱۸۹۴ء - ۱۹۳۷ء) بانی ایڈیٹر "پیسہ اخبار" کی ذاتی لائبریری تھی جو ان کی وفات کے بعد مرحوم کے بیٹے عبدالحمید ایڈیٹر ایسٹرن ٹائمز نے یونیورسٹی کو بطور عطیہ دینے کی پیش کش کی۔ سنڈیکیٹ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۸ء کو اس تجویز کو منظور کر لیا' اور یہ کتابیں اسی سال لائبریری میں منتقل کی گئیں۔ ان کی منتقلی کا کام ستمبر ۱۹۴۸ء میں مکمل ہوا۔ اس ذخیرے میں مطبوعات کی تعداد ۲۶۱۲ اور مخطوطات ۳۳۸ ہیں۔ مطبوعہ کتب اردو' فارسی' عربی اور انگریزی زبان میں ہیں۔ ان کی زیادہ تعداد پرانی مطبوعات کی صورت میں ہے۔ مخطوطات کی زیادہ تعداد فارسی زبان میں ہے۔ ان میں سے چند عربی اور اردو میں بھی ہیں(۱۹)۔

ذخیرہ آذر

یہ ذخیرہ ظہیرالدین' فرزند پروفیسر سراج الدین آذر (وفات ۱۹۴۷ء) سے ۱۹۵۲ء میں خریدا گیا۔ بیس ہزار روپے کی رقم اس ذخیرے کی خرید کے لئے منظور کی گئی۔ یہ ۱۵۰۰ مخطوطات پر مشتمل ہے۔ اس ذخیرے کی ایک ایک قلمی فہرست موجود ہے۔ جس میں اس کی موضوعات کے اعتبار سے درجہ بندی کی گئی ہے۔ ان کی فہرست درج ذیل ہے(۲۰)۔

فارسی نظم' تاریخ و جغرافیہ' مضامین و خطوط' اخلاقیات و تصوف' دینیات' فلسفہ' منطق اور علم ہیئت' علم عروض و قواعد' لغات طب' حصص' متفرق

اس ذخیرے میں فارسی کے علاوہ دوسری زبانوں کے مخطوطات بھی شامل ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

الف۔ اردو

ب۔ عربی

ج۔ پنجابی

د۔ پشتو

اس ذخیرے کی فہرست بعنوان "فہرست مخطوطات در کتب خانہ پروفیسر سراج الدین آذر"

غیر مطبوعہ صورت میں موجود ہے، اس میں مخطوطات کی مختصر وضاحت ملتی ہے۔ سید خضر عباسی نوشاہی نے فارسی میں اس ذخیرے کی فہرست مرتب کی جو مرکز تحقیقات فارسی، ایران، پاکستان، اسلام آباد نے ۱۹۸۶ء میں شائع کی۔

ذخیرہ روحی

یہ ذخیرہ مولانا اصغر علی روحی مرحوم (۱۸۷۱۔ ۱۹۵۴) کے نام پر ہے۔ اس میں علامہ روحی اور ان کے نامور فرزند ڈاکٹر صوفی محمد ضیاء الحق مرحوم (۱۹۱۱ء ۔ ۱۹۸۹ء) کی جمع کی ہوئی کتب شامل ہیں۔ یہ ذخیرہ ۱۲ ستمبر ۱۹۸۹ء کو لائبریری میں بطور عطیہ وصول ہوا۔ اس میں کتابوں کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے۔ اس ذخیرے میں سترہ مخطوطات بھی محفوظ کیے گئے ہیں۔ ۱۳ رجسٹر صوفی صاحب مرحوم کے ہاتھ سے لکھے ہوئے ہیں جن میں ضخیم عربی کتابوں کے اشاریئے اور اسی نوعیت کے دوسرے مواد شامل ہیں۔ کلیات روحی، کا مسودہ دو جلدوں میں ہے جس کو محترم صوفی صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ وہ اس کو شائع کروانا چاہتے تھے، لیکن ایسا ممکن نہ ہوا۔ اس طرح مخطوطات کی تعداد تیس بن جاتی ہے(۲۱)۔

ذخیرہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری

زیر حوالہ ذخیرہ لاہور کی نامور علمی شخصیت محترم کلیم محمد موسیٰ امرتسری نے لائبریری کو بطور عطیہ عنایت کیا۔ یہ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۹ء کو لائبریری میں منتقل ہوا۔ منتقلی کے وقت اس میں کتابوں کی کل تعداد ۵۳۲۴ تھی۔ حکیم صاحب اپنے ذخیرے کے لئے مسلسل کتابیں بھجواتے رہتے ہیں جو اس میں شامل کر دی جاتی ہیں۔ اب تک اس ذخیرے میں کتابوں کی کل تعدد ۸۴۰۰ کے قریب ہو چکی ہے۔ اس ذخیرے میں چودہ کے قریب مخطوطات شامل ہیں۔ چند مخطوطات کی عکسی نقول بھی اس کا حصہ ہیں۔ اس ذخیرے کی فہرست راقم السطور نے دو جلدوں میں مرتب کی ہے جس کی پہلی جلد اس وقت مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور کی جانب سے زیر طبع ہے۔

ذخیرہ میاں محمد دین حکیم

یہ ذخیرہ میاں محمد دین حکیم مرحوم (۱۹۱۷ء ۔ ۱۹۸۹ء) کی جمع کی ہوئی کتب پر مشتمل ہے۔ زیر حوالہ ذخیرے میں ڈیڑھ ہزار کے قریب مجلدات شامل ہیں۔ میاں صاحب مورخ لاہور کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے۔ انہوں نے لاہور اور آثار لاہور کے حوالے سے بہت سی کتابیں

لکھی ہیں۔ صوفیائے کرام کی تذکرہ نویسی کے متعلق انہوں نے کئی قلمی آثار چھوڑے ہیں۔ ان کی بعض تالیفات ابھی تک نامکمل اور غیر مطبوعہ مسودات کی صورت میں ہیں۔ اس ذخیرے میں ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی بہت سی فائلیں محفوظ کی گئی ہیں۔ ان کو مخطوطات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ ذخیرہ مرحوم کے ورثاء نے محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی ترغیب پر یونیورسٹی لائبریری کو بطور عطیہ عنایت کر دیا۔ یہ جون ۱۹۹۱ء میں لائبریری میں منتقل ہوا۔

پنجاب پبلک لائبریری

پنجاب پبلک لائبریری، لاہور ۱۸۸۴ء میں قائم کی گئی۔ اس میں انگریزی، اردو، فارسی، عربی اور پنجابی میں کتابوں کی تعداد تین لاکھ مجلدات کے قریب ہے۔ ان کتب خانے کی ایک خصوصیت "بیت القرآن" ہے۔ یہ ۱۹۶۸ء میں قائم کیا گیا۔ اس کا مقصد اسلام کی ترویج اور روح قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے نیز فاضلین اور محققین کو تحقیق کی سہولت بہم پہنچانے کے لئے حکومت وقت کے حکم پر شروع کیا گیا تھا(۲۲)۔ بیت القرآن کے افتتاح کے موقع پر اس کے مقاصد کو اس طرح بیان کیا گیا تھا۔

"بیت القرآن کے تحت کار فرما مرکزی تصور یہ تھا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قرآن مجید اور قرآنی لٹریچر پر مشتمل ایک ایسا شعبہ قائم کیا جائے جس میں قرآن مجید کے قلمی نسخے، مطبوعہ نسخے، تراجم، تفاسیر، لغات قرآنی، تحقیق قرآنی، قرات کے ریکارڈ اور ٹیپ، نادر نسخوں کی مائیکرو فلم اور سلائیڈ سب ہی شامل ہوں تاکہ یہ شعبہ فہم و ادراک قرآن کے سلسلے میں اولیت اور جامعیت دونوں کا حامل ہو"(۲۳)۔

ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن مجید کے قلمی نسخے بھی حاصل کیے گئے۔ اس وقت ان کی تعداد تقریباً چھیاسٹھ ہے۔ ان میں سے زیادہ نسخے خط نسخ میں ہیں۔ چند خط بہار میں بھی ہیں۔ کئی نسخے جلی اور دیدہ زیب خط میں ہیں۔ چند قرآنی مخطوطات سہ سطری جلی خط میں موجود ہیں۔ ایک قرآن مجید کی کتابت اورنگزیب عالمگیر کے نام سے منسوب ہے۔ ٹیپو سلطان (شہید ۱۷۹۹ء) کا خاص قرآن مجید کا نسخہ کیمبرج یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کے چند اوراق کے عکس بھی بیت القرآن میں رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح تاشقند میں موجود مصحف عثمانی کے چند اوراق کے عکس بھی حاصل کیئے گئے ہیں۔ ایک نسخہ بہت بڑے سائز میں مہذب اور جلی خط میں ہے جس کی کتابت تقریباً پونے دو سو سال قدیم ہے۔ قرآن حکیم کا ایک نسخہ پونے دو لاکھ روپے

میں حاصل کیا گیا ہے اس کا ہر صفحہ دیدہ زیب اور بہت زیادہ مہذب ہے۔ تفسیر مدارک کے نصف آخر کا ایک مخطوطہ بھی اس میں موجود ہے جو قدیم اور خوبصورت خط میں ہے۔

فارسی مخطوطات

فارسی مخطوطات کی مفصل فہرست بعنوان "تفصیلی فہرست مخطوطات فارسیہ" مرتبہ احسن عباسی ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ۵۸۸ مجلدات کی تفصیل درج ہے۔ اس کا ضمیمہ (ا) اس فہرست نگار کا مرتبہ ۱۹۶۶ء میں منظر عام پر آیا۔ اس میں اندراجات کا آخری نمبر ۱۳۲ ہے۔ کئی جلدوں میں ایک سے زیادہ نسخے شامل ہیں۔ اسی طرح فارسی کے کل مخطوطات کی تعداد ۷۱۰ سے زیادہ ہے۔

متفرق مخطوطات

عربی اور فارسی کے علاوہ دوسری زبانوں میں جو مخطوطات موجود ہیں' ان کی مفصل فہرست "تفصیلی فہرست مخطوطات متفرقہ (اردو' پنجابی' ہندی' کشمیری' ترکی' پشتو)" مرتبہ منظور احسن عباسی ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی۔ اس میں کل ۶۴ نسخے شامل ہیں۔ اس فہرست میں اردو مخطوطات کی تعداد ۳۶' پنجابی ۲۰' ہندی ۳' ترکی ۴' پشتو ۳ اور کشمیری ۱ ہے۔ اہم مخطوطات کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کی بنیاد ۱۹۰۸ء میں ایک دارالمطالعہ کی صورت میں رکھی گئی۔ ۱۹۲۸ء میں یہ موجودہ عمارت میں منتقل کر دی گئی۔ اس وقت اس کے ذخیرہ کتب کی تعداد ڈیڑھ لاکھ مجلدات کے قریب ہے۔ مخطوطات کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ ان کا حصول ۱۹۷۴ء میں شروع کیا گیا۔ خواجہ عبدالرشید نے اس کام کے آغاز کے متعلق ۱۹۷۵ء میں لکھا۔

"دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نے گزشتہ سال سے مخطوطات کی فراہمی کا بندوبست کیا ہے۔ اس کی خریداری کے لئے ہم راجہ حامد مختار صاحب کے مرہون منت ہیں جنہوں نے متروکہ وقف املاک بورڈ کے سابق رئیس ہونے کی حیثیت سے اس اہم ضرورت کو محسوس کیا اور لائبریری کے بجٹ میں ایک خصوصی رقم اس کام کے لئے منظور کر دی" (۲۴)۔

مخطوطات کی جمع آوری کے ساتھ ان کی فہرست سازی کا کام بھی شروع کر دیا گیا۔ اس

ذخیرے کی مفصل فہرست کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی دو جلدیں فہرست مخطوطات (عربی و فارسی) مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے عنوان سے ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء کے دوران شائع ہوئیں۔ ان میں ۲۵۰ مخطوطات کی تفصیل درج کی گئی ہے۔ تیسری جلد ۱۹۷۹ء میں منظر عام پر آئی۔ اس میں ۲۰۰ نسخوں کی وضاحت درج ہے۔ چوتھی جلد ۱۹۸۵ء میں طبع ہوئی' اس میں بھی ۲۰۰ قلمی کتابوں کے مفصل کوائف موجود ہیں۔ پانچویں جلد ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ۱۹۰ مخطوطات شامل ہیں۔

ان مطبوعہ فہارس میں کل نسخوں کی تعداد ۸۴۰ ہے۔ ان میں چند مخطوطات کے علاوہ باقی سب عربی اور فارسی میں ہیں۔ اردو' پنجابی' اور پشتو کے چند نسخے موجود ہیں۔ ان میں قرآن مجید کے متعدد نسخے شامل ہیں جو خط بہار' نسخ اور نستعلیق میں ہیں۔ اگر موضوعات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس ذخیرے میں علوم اسلامیہ کے بارے میں کافی مخطوطات ہیں۔ ان میں قرآن مجید' تفسیر' تجوید و قرات' حدیث' اصول حدیث' فقہ' اصول فقہ' عقائد و کلام ایسے موضوعات شامل ہیں۔ تصوف پر بھی کئی نسخے ہیں۔ ان کے علاوہ تاریخ و تذکرہ' ادبیات' لغت' اخلاق' منطق اور طب پر بھی خطی کتب شامل ہیں۔

مراجع و حواشی

۱۔ کے۔ ایچ۔ شیرا' لائبریرین شپ کی عمرانی بنیادیں' ترجمہ و تلخیص از سید جمیل احمد رضوی (لاہور۔ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن' پنجاب کونسل' ۱۹۸۰ء)' ص۔ ۱۶

۲۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار' صد سالہ تاریخ جامعہ پنجاب (لاہور جامعہ پنجاب' ۱۹۸۲ء)' ص۔ ۷

۳۔ Labhu Ram, "Principal Woolner's Dream on the Phenomenal Growth of the Punjab Univ. Library" The Modern Librarian, 4 (Jan., 1934), 41-53

۴۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار' محولہ بالا' ص۔ ۱۳۵

۵۔ ایضاً' ص ۱۳۵۔۱۳۶

۶۔ سید جمیل احمد رضوی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ذاتی ذخائر کتب' مشمولہ سہ ماہی خبرنامہ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن (پنجاب)' جلد ۳۳' شمارہ ۳۔۴ (۱۹۹۳ء)' ۱۵

۷۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، محولہ بالا، ص۔۱۳۶

۸۔ ایضاً، ص ۔ ۱۳۶

۹۔ بلقیس بیگم، پنجاب یونیورسٹی لائبریری (تاریخی جائزہ)، لاہور۔۱۹۸۲۔۸۸۔(مقالہ ایم۔اے (لائبریری سائنس)، جامعہ پنجاب، لاہور (غیر مطبوعہ)

۱۰۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، محولہ بالا، ص ۔۱۳۶

۱۱۔ منظور الحق صدیقی "پیرزادہ محمد حسین عارف"" اوریئنٹل کالج میگزین، ۴۰ (مئی ۱۹۶۳ء)، ۱۶۔۱۷

۱۲۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، محولہ بالا، ص۔۲۲۷

۱۳۔ سید جمیل احمد رضوی، محولہ بالا، ص ۱۶۔۱۷

۱۴۔ سرشیخ عبدالقادر، "حافظ محمود شیرانی مرحوم" اوریئنٹل کالج میگزین" شیرانی نمبر، جلد ۲۳، شمارہ ۲ (فروری ۱۹۴۷ء) ۷۔۸

۱۵۔ ڈاکٹر سید عبداللہ "کتاب خانہ شیرانی کے نوادر" اوریئنٹل کالج میگزین ۲۳ (فروری ۱۹۴۷ء) ۳۶۔۳۷

۱۶۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، محولہ بالا، ص ۲۲۷

۱۷۔ ڈاکٹر محمد بشیر حسین "مخطوطات ذخیرہ شیرانی" کا اجمالی جائزہ۔ اوریئنٹل کالج میگزین، شیرانی نمبر ۵۶۔۳۔۴ (شمارہ مسلسل ۲۲۲۔۲۲۳) ۱۱۳

۱۸۔

Hafiz Mahmud Shairani, Shairani Collection, edited by Ahmad Khan (Tork: Arabic and Persian Research Institute, n.d)p.l Khurshid

۱۹۔ سید جمیل احمد رضوی، محولہ بالا، ص۔۲۰

۲۰۔ فہرست مخطوطات در کتب خانہ پروفیسر سراج الدین آذر (غیر مطبوعہ)، ص۔۱

۲۱۔ سید جمیل احمد رضوی، محولہ بالا، ص۔ ۲۴

۲۲۔ مقصود علی کاظمی "پنجاب پبلک لائبریری، لاہور عوامی کتب خانوں کی تاریخ کے آئینہ میں" صد سالہ تقریبات پنجاب پبلک لائبریری، لاہور ۲۹۔۳۰۔۳۱، جنوری ۱۹۸۵ء (سوونیئر) ص۔۲۷

۲۳۔ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور۔ روداد کارکردگی (۲۵ اکتوبر ۱۹۶۸)، ص۔۴

۲۴۔ خواجہ عبدالرشید، "گزارش احوال" فہرست مخطوطات (عربی و فارسی) دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری (جلد اول۔ لاہور۔ مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۷۵ء) ص۔م

"بیت الحکمۃ"

ہمدرد یونیورسٹی لائبریری کا شعبہ مخطوطات

خضر نوشاہی☆

مخطوطات کے حوالے سے اس دو روزہ قومی ورکشاپ کے موضوعات پر ایک موضوع "پاکستان میں قلمی نسخوں کے ذخائر" بھی ہے۔ اس سلسلے میں عرض کرتا چلوں کہ میں نے پاکستان کے تقریباً تین سو ایسے کتابخانوں کا سروے کیا ہے جن میں مخطوطات موجود ہیں۔ میں نے ان کتابخانوں کے بارے میں جو تحریری یادداشتیں جمع کی ہیں انہیں "پاکستان میں خزائن مخطوطات" کا نام دیا ہے۔ لیکن فی الحال میں جس ذخیرہ مخطوطات کے بارے میں اپنی گزارشات پیش کر رہا ہوں وہ ہے "بیت الحکمہ' ہمدرد یونیورسٹی لائبریری کا شعبہ مخطوطات۔"

بیت الحکمہ کا مختصر تعارف

ہمارے ملک کی نامور شخصیت محترم حکیم محمد سعید صاحب نے "مدینۃ الحکمہ" کے نام سے ایک ایسی نئی بستی آباد کی ہے جو صرف رہائشی بستی کے طور پر نہیں بلکہ اس میں صاحبان علم ودانش کے لئے تعلیم و تعلم اور تحقیق و تفحص کی تمام تر جدید سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ دیگر سہولتوں میں سے ایک سہولت "لائبریری" کی ہے جسے "بیت الحکمہ" کا نام دیا گیا ہے۔ صرف بیت الحکمہ کے لئے تقریباً چار ایکڑ پر دو منزلہ خوبصورت عمارت تیار کی گئی ہے جسے مستقبل میں چار منزلہ کرنے کا پروگرام ہے۔ پوری عمارت سنٹرلی ائرکنڈیشنڈ ہے اور اس میں چار لاکھ کتابوں کو انتہائی صحت و صفائی اور قرینے سے رکھا گیا ہے۔ ہر موضوع اور ہر زبان پر کتابیں موجود ہیں۔ لائبریری میں شعبہ تحفظ کتب اور شعبہ جلد سازی کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ جبکہ فوٹو کاپی' مائکروفلم اور مائکروفش کی سہولتیں بھی مہیا کی گئی ہیں۔ لائبریری کا سارا نظام کمپیوٹرائزڈ ہے اور اسے دنیا

☆ ہمدرد سینٹرل لائبریری' بیت الحکمۃ' کراچی

کی بڑی بڑی لائبریریوں سے بذریعہ کمپیوٹر مربوط کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ عصر حاضر کے تمام تقاضوں کے عین مطابق بیت الحکمہ کو فعال کیا گیا ہے۔ لائبریری کا عملہ ساٹھ افراد پر مشتمل ہے جو ہر وقت صاحبان علم و ادب کی خدمت کے لئے مستعد رہتا ہے۔ حکیم محمد سعید صاحب نے اپنے خاص علمی ذوق کے پیش نظر بیت الحکمہ میں مخطوطات کا بھی ایک شعبہ قائم کر دیا ہے۔

بیت الحکمہ کے شعبہ مخطوطات

اگرچہ بیت الحکمہ کو ارض پاک پر اپنا نقش جمائے ابھی چند سال ہی ہوئے ہیں لیکن اپنے قیام کے اس مختصر ترین عرصے میں بیت الحکمہ نے گراں قدر مخطوطات جمع کیے ہیں، جن میں کچھ تو خود حکیم صاحب کے ذاتی کتابخانے کے ہیں، اور کچھ خریدے گئے، کچھ "تحفۃً" آ گئے اور کچھ اہم کتب خانے نے بیت الحکمہ میں آ جانے کے باعث ان کے مخطوطات بھی وہاں آ گئے ہیں مثلاً پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی کا ذخیرہ مخطوطات اور ڈاکٹر وزیر الحسن عابدی مرحوم کا کتابخانہ اور ان کے مخطوطات وغیرھم۔ اس طرح اب تک بیت الحکمہ میں کم و بیش ۱۵۰۰ مخطوطات جمع ہو چکے ہیں۔ جنہیں بیت الحکمہ میں محفوظ کرنے سے پہلے شعبہ تحفظ کتب میں بھیج کر ان کا علاج کروا کے اور پھر شعبہ جلد سازی سے خوبصورت جلد بنوا کے محفوظ کیا گیا ہے۔

ان مخطوطات میں بلحاظ زبان: عربی کے ۵۰۰، فارسی ۹۰۰، اردو ۶۰ اور متفرق زبانوں کے چالیس مخطوطات ہیں۔ اگرچہ ان مخطوطات میں زیادہ تعداد طبی علوم سے متعلق مخطوطات کی ہے، تاہم دیگر علوم و فنون پر بھی گراں قدر قلمی نسخے موجود ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم بیت الحکمہ کے اہم نسخوں کا تعارف پیش کریں، مختصراً موضوع وار اہم قلمی نسخوں کی تعداد بیان کئے دیتے ہیں۔ یہ تفصیل صرف فارسی قلمی نسخوں کی ہے۔

موضوع	تعداد نسخے
ترجمہ قرآن	۱
تفسیر	۷
تجوید	۹
علوم قرآن	۲
ریاضی	۳
موسیقی	۲

طب	۱۳۹
کیمیا	۵
منطق	۲
فلسفہ	۴
کلام	۴
تصوف	۳۰
اخلاق	۱۳
لغت	۱۰
قواعد و دستور زبان	۲۰
بلاغت	۵
انشاء	۴۰
داستان	۲۰
دیوان	۴۰
شعر و شاعری	۵۰
نثری ادب	۴۰
سیرت	۹
تذکرہ ہائے صوفیہ	۵
تذکرہ ہائے شعراء	۳
تاریخ	۲۶
فقہ	۲۵
حدیث	۵
اوراد و عملیات	۳

بیت الحکمہ میں موجود چند اہم مخطوطات

ویسے تو کسی بھی قلمی نسخے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن بعض مخطوطات چند مختلف وجوہات کی بنا پر خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ مثلاً بخط مصنف ہونا، منحصر بفرد ہونا،

قدیم ترین ہونا' خوشخط ہونا' مصور ہونا' مطلا و مذہب' کسی اہم شخصیت کی مہر یا دستخط ہونا وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ مخطوطات کی اہمیت ہر صاحب ذوق کے اپنے اپنے انداز فکر یا موضوع کی ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔ تاہم ہم ذیل میں بیت الحکمہ کے چند اہم ترین نسخوں کا ذکر کرتے ہیں۔

ا۔ بخط مصنف:

تفریح الاطباء فی تشخیص المرض و تجویز الدواء:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب علم طب پر ہے' اس کے مصنف کا نام محمد مشتاق علی بن شیخ عاشق علی بن شیخ محبوب عالم کاکوری ہے۔ مصنف حکیم عبدالقادر خان کا شاگرد تھا۔ یہ کتاب اس نے ہندوستان کے شہر میرٹھ میں ۱۲۷۴ھ میں تصنیف کی۔ اس کتاب کی تصنیف کے لئے مصنف نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان کے نام اس نے مقدمہ میں گنوائے ہیں جو یہ ہیں: شرح اسباب و علامات' موجز القانون نفیسی' سدیدی' مفرح القلوب' طب اکبر' خزینۃ العلاج وغیرہ۔

یہ کتاب ایک مقدمہ اور چار "تفریح" پر مشتمل ہے۔ ہر تفریح چند ابواب پر منقسم ہے اور ہر باب کی چند فصلیں ہیں۔

اس نسخہ کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس کا تکملہ مصنف کے پوتے عبدالمصطفیٰ قادری نے لکھا ہے جو بچوں کے امراض سے متعلق ہے اس کی کتابت محمد افتخار نے ۲۵ شوال ۱۳۴۲ھ کو کی ہے۔ اس طرح نسخہ کے کل صفحات ۴۳۰ + ۳۰ = ۴۶۰ ہو گئے ہیں۔

روضات شاہی:

ہندوستان کے شہر احمد آباد گجرات (دکن) میں مخدوم جہانیان جہانگشت کی اولاد سے ایک خاندان آباد ہے جو "شاہی" کہلاتا ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ سید محمد جعفر بدر عالم بن سید جلال الدین مقصود عالم شاہی رضوی نے یہ کتاب ۲۸ ذوالحج ۱۰۷۷ھ میں لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے خاندان کے بزرگوں کا تذکرہ کیا ہے اور احادیث و تفاسیر کا بیان بھی ہے۔ مخطوطہ عمدہ خط نسخ میں لکھا گیا ہے تاریخ کتابت ۲۸ ذوالحج ۱۰۷۷ھ ہے۔ یہ نسخہ بخط مولف ہے جو کہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی لائبریری سے بیت الحکمہ میں آیا ہے۔ یہ نسخہ ۲۲۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر ۱۹ سطریں ہیں۔

۲۔ نادر نسخ:

بعض نسخے نادر الوجود ہونے کے باعث اہم ہوتے ہیں۔ بیت الحکمہ میں ایسے بھی متعدد مخطوطات موجود ہیں۔ تاہم یہاں ایک قلمی نسخے کے تعارف پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جامع البرکات:

یہ کتاب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔ درحقیقت یہ انہوں نے اشعۃ اللمعات کی تلخیص کی تھی جو کہ دو جلدوں پر مشتمل تھی۔ بیت الحکمہ میں اس کی صرف پہلی جلد موجود ہے۔ ابھی تک اس کے کسی دوسرے نسخہ کا علم نہیں ہو سکا۔ خلیق احمد نظامی کی کتاب حیات شیخ عبدالحق محدث

ص ۱۷۰ پر اور تذکرہ علمائے ہند مترجمہ ایوب قادری کے ص ۲۷۷ پر اس کتاب کا ذکر موجود ہے۔ لیکن اس کے کسی قلمی نسخہ کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔ بیت الحکمہ میں موجود اس نسخہ کے ۳۶۸ اوراق ہیں ہر صفحہ پر ۲۱ سطریں ہیں۔ خط نستعلیق ہے۔ نسخہ پاکیزہ ہے۔

زیبائش کے اعتبار سے اہم نسخے:

بیت الحکمہ میں موجود ذخیرہ مخطوطات کے متعدد نسخے اپنی خوشخطی اور خوبصورتی کے لحاظ سے بھی بے حد اہم ہیں اور قابل دید ہیں' چنانچہ ان کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا۔

قرآن حکیم مترجم فارسی

قرآن حکیم کا یہ نسخہ بے حد خوبصورت ہے۔ تمام نسخہ مطلا و مذہب ہے۔ ابتدائی دو صفحات' وسطی دو صفحات اور آخری دو صفحات پر انتہائی لطیف و نفیس میناکاری کی گئی ہے جو کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن پاک کے تمام صفحات پر طلائی کام کیا گیا ہے۔ حاشیہ پر فارسی ترجمہ بخط نستعلیق اور متن قرآن خوبصورت خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ کاتب نے اپنی پوری زندگی اس پر صرف کر دی ہے لیکن افسوس کہ کاتب نے ترقیمہ وغیرہ میں اپنا نام نہیں لکھا۔ قدامت کے اعتبار سے یہ قرآن حکیم کوئی تین سو سالہ قدیم نسخہ کہا جا سکتا ہے۔

القانون

ابن سینا کی معروف کتاب "القانون فی الطب" کو طبی دنیا میں جو مقام حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہو سکا۔ یورپ میں تو اسے طبی دنیا کی بائیبل قرار دیا گیا ہے۔ برصغیر میں

بھی اسے بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ بیت الحکمہ میں القانون کے کم و بیش چھ نسخے موجود ہیں۔ لیکن یہاں ہم جس نسخے کا ذکر کر رہے ہیں وہ انتہائی دیدہ زیب ہے۔ طلائی روشنائی سے مزین صفحات پر خط نسخ میں عمدہ کتابت کی گئی ہے۔ سرلوح قابل دید ہے۔

شاہنامہ فردوسی:

شاہنامہ فردوسی ایک معروف کتاب ہے۔ اہل دانش سے اس کی اہمیت مخفی نہیں ہے۔ اس کے بے شمار نسخے دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ بیت الحکمہ میں بھی اس کے دو نسخے موجود ہیں۔ لیکن جس قلمی نسخے کا ذکر ہم یہاں کر رہے ہیں وہ خط کے اعتبار سے بھی اہم ہے لیکن اس میں جو ۲۸ تصاویر ہیں ان کی وجہ سے یہ نسخہ اور زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ نسخہ کوئی چار سو سالہ قدیم ہے لیکن تصویروں کے رنگ ابھی تک واضح ہیں۔ جو مصور کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس نسخہ کو دو حصوں میں جلد کروایا گیا ہے۔ دونوں جلدوں کے کل صفحات ۹۷۰ ہیں۔ ہر صفحہ پر چار کالم ہیں اور ۲۵ سطور۔

دیوان فہیم:

یہ دیوان ترکی زبان میں ہے۔ فارسی رسم الخط میں لکھا گیا ہے۔ اس میں بھی چار رنگین تصویریں ہیں جو قابل دید ہیں۔

دیگر اہم مخطوطات:

طوالت کے خوف سے اب ہم اہم مخطوطات کا ذکر موضوع وار کرتے ہیں اور صرف نام لکھنے پر اکتفا کریں گے:

طب:

- اظہر الطب از ہزاری سری مل
- بدیع التحریر از حکیم رحم علی خان فرخ آبادی
- تذکرۃ الکحالین از عیسیٰ بن علی الکحال (م ۴۳۰ھ) کا فارسی ترجمہ
- شفاء العلیل از محمد حسام الدین
- شفاء المریض از محمد نور عالم طبیب
- طب قادری از الہ داد بن شیخ قطب الدین

- لوامع البشریہ فی علاج البشریہ از حسین بن عبداللہ الحسن المصطفی المعروف بہ شبر کاظمی۔
- منافع اغذیہ

کیمیا:

- شکم پر از صفی
- کیمیا از محمد رمضان الحق مفتون
- رسالہ در علم کیمیا از شمس الحق ترکمان
- مخزن الاکسیر از عبداللطیف

فلسفہ:

- سیر الروح فی البدن
- فواید الاصویتہ السلیمانیہ از عباس المولوی

تصوف:

- رموز الموحدین از امام الدین عارف
- رسالہ سیر روح و بدن از صلاح جعفری
- مصباح الطالبین از عبدالرسول معروف بہ گھمنڈوی

انشاء

- انشائے روشن کلام از بھوپت رائے
- بہار بی خزان
- بہار فطرت از ملتانی لعل جودت
- چار چمن فیض از محمد فاضل
- گل رعنا از محمد کبیر خان کبیر

بلاغت:

- زبدۃ البیان از شمس الدین فقیر دہلوی

دیوان:

- دیوان بہار از بہاری مصر برہمن متخلص بہ بہار
- ہشت چمن: یہ دیوان عرفی کی شرح ہے۔ شارح کھڑک رائے متخلص بہ غریب۔

دیگر اہم مخطوطات:

- غوث نامہ از عبدالستار عبدی بن شہباز خان۔ تصنیف ۱۰۵۱ھ
- شرح قصیدہ بانت سعاد از ابوالحسین بن عبدالمعبود
- مصباح الارواح و اسرار الاشباح از اوحدالدین کرمانی

وغیرہم

فہارس مخطوطات:

بیت الحکمہ کے مخطوطات کی دو فہرستیں شائع ہو چکی ہیں۔

۱۔ توضیحی فہرست مخطوطات کتب خانہ ہمدرد (طبی علوم)

مرتبہ مولانا فضل اللہ فاروقی ندوی، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی ۱۹۸۱ء

۲۔ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ ہمدرد، کراچی

تالیف سید خضر نوشاہی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

لیکن یہ دونوں فہرستیں پورے شعبہ مخطوطات کا احاطہ نہیں کر سکتی ہیں۔ اب ایک جامع فہرست تیار کی جا رہی ہے جس میں عربی، فارسی، اردو اور دیگر متفرق زبانوں کے تمام مخطوطات شامل کیے جا رہے ہیں۔

آخر میں شعبہ مخطوطات بیت الحکمہ سے متعلق ایک ضروری بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ اس شعبہ مخطوطات میں ایک گوشہ مسودات مصنفین بھی قائم کر دیا گیا ہے جس میں معاصر مصنفین کے دست نویس مسودے جمع کیے جا رہے ہیں۔ بالعموم کتابوں کی اشاعت کے بعد اصل مسودے ضائع ہو جاتے ہیں یا انہیں درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا لیکن مخطوطات کی طرح مستقبل میں ان اصل مسودات کی اہمیت بھی بہت بڑھ جائے گی۔ محترم حکیم محمد سعید صاحب نے ابھی سے اس بات کا احساس کر لیا ہے اور اہل علم و دانش سے ان کی تصانیف کے اصل مسودات کا حصول شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ ان کی کوشش سے اب تک اڑھائی سو کے قریب مسودات مصنفین بھی بیت الحکمہ میں جمع ہو چکے ہیں۔

مراجع

خضر نوشاہی، سید/فہرست نسخہ جائے خطی فارسی کتابخانہ، ہمدرد کراچی، اسلام آباد، ۱۹۸۸م
خضر نوشاہی، سید/محمد بن جلال شاہی رضوی "مضمون بشمولہ مجلہ دانش شمارہ ۳۳۵، اسلام آباد۔
خلیق احمد نظامی/حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، دہلی، ۱۹۵۳
رحمان علی، مولوی/تذکرہ علمائے ہند ترجمہ محمد ایوب قادری، کراچی ۱۹۶۱

★★

ادارہ تحقیقات اسلامی کی ایک عظیم فقہی کتاب

مجموعہ قوانین اسلام

مولف ۔ جسٹس (ریٹائرڈ) ڈاکٹر تنزیل الرحمن

جلد اول تا ششم

جلد اول : قوانین نکاح، مہر، نفقہ زوجہ جلد دوم : قوانین طلاق، خلع و برات، تفریق وعدت

جلد سوم : قوانین نسب اولاد و حضانت، نفقہ اولاد و آباو اجداد، ہبہ اور وقف

جلد چہارم : قانون و احکام وصیت جلد پنجم : قانون وراثت جلد ششم : قانون شفعہ

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مصنف نے اس میں کسی خاص اسلامی طبقے یا فرقے کی رائے کا پروپیگنڈہ نہیں کیا ہے بلکہ ہر مسئلہ پر مختلف پہلوؤں اور گوشوں سے غور کیا ہے۔ فقہاء کی مختلف آراء بیان کرنے کے بعد انہوں نے اپنی رائے کا بھی بڑی خوش اسلوبی سے اظہار کیا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت پر ادارہ تحقیقات اسلامی اور جناب تنزیل الرحمن صاحب دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (جناب جسٹس ریٹائرڈ وحیدالدین احمد)

مجلد قیمت فی جلد 150.00 روپے مکمل سیٹ 900.00 روپے

ملنے کا پتہ:۔ ڈپٹی ڈائریکٹر مطبوعات ادارہ تحقیقات اسلامی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی)

پوسٹ بکس نمبر 1035۔ اسلام آباد 44000 ۔ فون نمبر 254874

باب چہارم

فہارس مخطوطات

مخطوطات، فہرست سازی کی تاریخ

(مسلمہ اصول و ضوابط)

سید محمد شاہ بخاری☆

اس وقت دنیا میں اسلامی مخطوطات کی تعداد ایک محتاط اندازے کے مطابق تین ملین (تیس لاکھ) سے متجاوز ہے۔ جو دنیا کے متعدد کتب خانوں، عجائب گھروں اور نجی ملکیت میں موجود ہیں۔ مراکش سے پاکستان، ترکی سے صومالیہ اور یورپ سے امریکہ تک کے سرکاری اور نجی کتب خانے اب بھی اس عظیم اسلامی ورثہ سے مزین ہیں۔ ان مخطوطات تک بعض اوقات رسائی ہوتی ہے اور اکثر الاوقات تگ و دو کرنا پڑتی ہے۔ اس کی وجہ مخطوطات سے عدم دلچسپی اور ناواقفیت ہے۔ حالیہ سالوں میں مسلمانوں کی انفرادی طور پر مخطوطات کی طرف توجہ مبذول ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں جو سعی و کوششیں ہوئی ہیں وہ دو جہتوں میں نظر آتی ہیں۔ اولاً یہ کہ ان مخطوطات کو یکجا کر دیا جائے تاکہ محققین کو استفادہ کرنے میں دقت نہ ہو۔ معہد المخطوطات العربیہ کی تاسیس کی وجہ بھی یہی تھی۔ اس معہد نے مخطوطات کے ساتھ ساتھ حتی الامکان پوری دنیا سے مخطوطات کی کاپیاں مائیکروفلم اور دیگر متعلقہ سامان جمع کیا، اس مقصد کے لئے ماہرین مخطوطات کو اس ادارے میں مامور کیا۔

دوسری جانب فہرست سازی کا کام شروع ہوا لیکن اس ضمن میں کوئی متفقہ اسلوب نہیں اپنایا گیا۔ ہر فہرست ساز نے اپنا الگ انداز اپنایا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ کتاب شناسی سے نابلد حضرات نے اس فہرست سازی جیسے تحقیقی اور دقیق کام میں قدم رکھا۔ نتیجتاً جو فہارس تیار ہوئیں اغلاط سے پر ہیں۔ فہرست سازی باقاعدہ ایک سائنس ہے اور اس کے اصول و ضوابط ہیں۔ ان اصول و مبادی سے واقفیت حاصل کئے بغیر فہرست سازی مشکل ہے۔ فہرست سازی میں اتقان عمل، صحت اور واضح منہج نہایت ضروری ہے۔

☆ شعبہ مخطوطات، نیشنل میوزیم آف پاکستان، کراچی

اسلامی کتب خانے

اسلامی تاریخ میں کتب خانوں کی موجودگی اوائل زمانہ ہی میں مل جاتی ہے۔ معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے دمشق میں ایک کتب خانہ بیت الحکمہ کے نام سے قائم کیا۔ خالد ابن یزید ابن معاویہ کا شمار علم کے شیدائیوں اور علماء کے قدردانوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے عوام الناس کے لئے پہلا مکتبہ عامہ اسلامی دنیا میں متعارف کرایا۔ یونانی اور قبطی زبانوں میں عربی زبان میں تراجم کرائے اور انہیں بیت الحکمت کی زینت بنایا۔ اموی دور کا یہ حصہ علماء اور کتب کی قدردانی و ہمت افزائی کے لئے مشہور ہے۔

عباسی خلفاء میں منصور نے بغداد میں دارالحکمت کے نام سے کتب خانہ قائم کیا۔ انہوں نے حکمت، طب، ہندسہ اور نجوم میں یونانی زبان سے عربی زبان میں کتابوں کا ترجمہ کروایا۔ منصور کے اس علمی مشن کو ہارون الرشید نے آگے بڑھایا اور عجمی زبانوں سے عربی زبان میں کتب کا ترجمہ جاری رہا۔ مامون کے زمانے میں اس کا دائرہ کار وسعت اختیار کر گیا۔ مستند علماء کرام کو مخطوطات کی تلاش میں ہر جگہ بھیجا گیا۔ جہاں کہیں کتاب کی موجودگی کا پتہ چلتا، منہ مانگے داموں خرید لی جاتی۔ کتب کے تراجم کے لئے مترجمین کو تمام آسائشیں بہم پہنچائی گئیں۔

بعد کے آنے والے ادوار میں متعدد کتب خانے قائم ہو گئے۔ ان کتب خانوں میں بیت الحکمت، دارالحکمت، دارالعلم اور خزانۃ الکتب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بیت الحکمت تیسری صدی ہجری کے اواخر میں قیروان میں قائم ہوا۔ چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں دارالحکمت کے نام سے فاطمیوں نے قاہرہ میں قائم کیا۔ دارالعلم القدس میں اور اسی نام سے ایک اور کتب خانہ الشریف الرضی نے قائم کیا۔ المتوکل کے وزیر فتح بن خاقان نے تیسری صدی ہجری کے پہلے نصف میں ایک کتب خانہ قائم کیا۔ اس کتب خانے کے ذخیرہ کی ابن الندیم نے بھی تعریف کی ہے۔ علی ابن یحیٰ المنجم نے قفص کے مضافات میں ایک کتب خانہ بنایا۔ دور دور سے فضلاء و علماء نہ صرف اس کتب خانے سے استفادہ کرتے تھے۔

ایک اور دارالعلم جعفر ابن صمدان الموصلی (۳۲۳ ۔ ۹۳۴) نے موصل میں قائم کیا جہاں ہر خاص و عام کو آنے کی اجازت تھی۔ دارالعلم کے نام سے ایک اور کتب خانہ سابور ابن اردشیر نے بغداد میں ۳۸۳ھ میں قائم کیا۔ جس میں دس ہزار سے زیادہ کتب موجود تھیں۔ صوان الحکمت کے نام سے منصور بن نوح السامانی (۳۶۶ھ) نے بخاریٰ میں بنایا۔ اس کتب خانے میں

کتابوں کا بہترین انتخاب تھا۔ بصرہ کے قاضی القضاۃ (۴۹۹/۱۱۰۶) نے اسی شہر میں ایک دارالعلم کے نام سے کتب خانہ قائم کیا بغداد میں ابن المارستانیہ نے بھی ایک کتب خانہ قائم کیا (۵۹۵/۱۲۰۳) اسپین کے مسلمانوں نے بھی باقی دنیائے اسلام کی تقلید کرتے ہوئے کتب خانے قائم کیئے۔ خلیفہ حکم ثانی کتب خانوں سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے۔

شاہی کتب خانوں اور عوامی کتب خانوں کے علاوہ مدارس کے اپنے کتب خانے تھے۔ اس سلسلہ میں مدارس کا اپنا اہتمام تھا۔ مدرسہ نظامیہ جو نظام الملک (۴۸۵/۱۰۹۲) نے بنایا تھا' اپنے علمی ذخیرے کی وجہ سے کافی مشہور ہے۔ اسی مدرسہ کی لکھی ہوئی کتب یا اس مدرسہ میں داخل نصاب کتب آج تک مدارس عربیہ و اسلامیہ میں اسی طریقہ پر پڑھائی جاتی ہیں۔ اس مدرسہ کی مناسبت سے اس نصاب کو درس نظامی کہا جاتا ہے۔ خزانۃ المدرسۃ المستنصریہ بغداد' خزانۃ المدرسۃ الفاضلیہ دمشق' خزانہ التربہ الاشرفیہ قائم کردہ الملک الاشرف' موسی بن عادل الایوبی (۶۳۵/۱۲۳۷)' خزانۃ المدرسۃ العادلیہ جو صلاح الدین ایوبی کے بھائی عادل (۶۱۵/۱۲۱۸) نے بنایا اور دیگر متعدد کتب خانے جو اشبیلیہ' بادرائیہ' سیفیہ' تنکزیہ' دارالحدیث النوریہ دارالحدیث الاشرفیہ اور دارالحدیث الضیائیہ' مکتبۃ المارستان النوری مکتبۃ الخانقاہ السمسیاطیہ اور ابن البزوری کے مزار کا کتب خانہ' یہ تمام دمشق میں موجود تھے۔

یہ وہ کتب خانے ہیں جو افریقہ و اندلس اور علماء کے خاص کتب خانوں کے علاوہ ہیں۔ ان تمام کتب خانوں میں لاکھوں کی تعداد میں مخطوطات موجود تھے جن کی باقاعدہ فہارس بنتی تھیں۔

ابن الحزم نفح الطیب' مولف محی الدین کے حوالے سے کہتے ہیں تلیدالخصی بنی مروان کے خاص کتب خانے میں مامور تھے۔ اسی کتب خانے میں متعدد فہارس تھیں جن میں اسماء الکتب کا اندراج ہوتا تھا۔ کل چوالیس فہارس تھیں اور ہر فہرست بیس اوراق پر مشتمل ہوتی تھی۔ یہ وہی کتب خانہ ہے جسے اموی خلیفہ الحکم الثانی نے قائم کیا تھا۔ اس کتب خانے کے لئے کتب کی تلاش اور خریداری کے لئے خلیفہ نے ماہرین کتب شناسی اور علماء کرام مامور کیئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ کتاب الاغانی لابی الفرج کے لئے انہوں نے ایک ہزار دینار بھیج کر عراق سے اس کا نسخہ منگوایا۔ علماء کرام اور کتب شناس حضرات کے علاوہ جید خطاط اور صحاف رکھے تھے۔

صاحب ابن عباد کے کتب خانے میں دو لاکھ چھ ہزار مخطوطات کا ذکر ملتا ہے۔ عزیز فاطمی کے کتب خانے میں ۱۶ لاکھ مخطوطات تھے (اخبار العلماء ۲۷۱) خزانۃ الوزیر المہلبی میں ایک

۱۔ کتب خانوں کی فہارس

اس نوع کی دو فہرستیں ہم تک پہنچی ہیں۔ ان میں سے پہلی فہرست کتب "خزانۃ الاشرفیہ" جو اشرف ایوبی کے مزار دمشق میں ہے۔ عہد ایوبی میں دمشق نے متعدد فنون میں ترقی کی۔ اس زمانے میں ہمیں علماء کی ایک بڑی تعداد دمشق میں نظر آتی ہے۔ کتب خانوں کی بڑی تعداد، تعلیمی اداروں، مسجدوں اور مزارات میں قائم ہوئی۔ ایوبی بادشاہوں میں ملک الاشرف موسیٰ ابن عادل ابی بکر محمد بن ایوب نے اہل علم کی سب سے زیادہ قدردانی کی۔ اس نے دو مدرسے دمشق میں قائم کئے۔ اس کے انتقال کے بعد مزار سے ملحق ایک بڑا کتب خانہ قائم کیا گیا۔ اس کتب خانے کی ایک فہرست جامع استنبول سے ملی ہے۔ اس میں جملہ فنون پر مشتمل کتب موجود ہیں۔ آخر سے قدرے ناقص ہے۔ حروف ابجد کے لحاظ سے اس فہرست کی تقسیم ہے جس میں ۲۱۱۷ کتب ہیں۔ ابجدی اعتبار سے کسی فہرست یا مندرجات کی تیاری کوئی نیا طریقہ نہیں ہے بلکہ صدیوں سے مسلمانوں کے ہاں رائج ہے۔ فہرست ابجدی اعتبار سے "م" پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس فہرست میں ہر کتاب کا نام اور اکثر مقامات پر مولف کا نام بھی ہے۔ ہر کتاب کے جملہ نسخوں کا ذکر ہے۔ دوسرے نسخے کی تفصیلات بتاتے وقت صرف یہ کہا ہے کہ "دوسرا نسخہ" اور پھر اگلی کتاب کا ذکر ہے۔ اس فہرست میں ضخامت کے اعتبار سے بھی کتب کی تقسیم ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ متقدمین کے ہاں یہ بھی ایک طریقہ رائج تھا۔ کتب میں ایک خط ہے یا متعدد خطوط ہیں، ان تمام کا تذکرہ و تفصیل ملتی ہے۔ ناقص ہونے کی صورت میں "مخروم فی آخرہ" کے الفاظ ہیں۔ مجامیع میں جتنے بھی نسخے ہیں ان سب کا فرداً فرداً تذکرہ ہے۔

یہ فہرست اگرچہ منتشر انداز میں ہے اور مختلف ہے مگر اصول فہرست سازی کی پہلی جھلک اسی فہرست میں نظر آتی ہے۔

قدیم فہرست سازی کا دوسرے نمونہ وہ رجسٹر یا فہرست ہے جو جامع القیروان تیونس سے متعلق ہے۔ فہرست سازی کی تاریخ میں یہ ایک انتہائی اہم دستاویز ہے۔ اس فہرست میں وہ کتب مندرج ہیں جو ۶۹۳ھ میں اس مکتبہ میں موجود تھیں۔ یہ فہرست مذکورہ کتب خانے کے سابقہ رجسٹر سے موازنہ کر کے تیار کی گئی ہے۔ اس مکتبہ کی اہمیت اس وجہ سے بڑھ جاتی ہے کہ یہاں پر رقوق و جلود کی متعدد اقسام ملتی ہیں جن پر قرآن مجید مکتوب ہیں اور تیسری چوتھی اور پانچویں صدی سے متعلق ہیں۔ ان چرمی اور رقوق نمونوں میں ان کی بناوٹ، دباغت، مقالات، تزہیب اور

نقش و نگار کے علاوہ کوفی خط کا مغربی عرب میں ارتقاء' اقلام و روشنائی کی اقسام و سونے چاندی کے استعمال کا پتہ چلتا ہے۔

یہ فہرست پروفیسر ابراہیم شبوح التونسی نے مجلّہ "معهد المخطوطات العربیه الجزء الثانی من الجلد الثانی ۱۹۵۷ء شائع کیا۔ ان چرمی نمونوں پر قرآن مجید کی فہرست سازی کا جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے وہ کچھ یوں ہے۔

"بخط کوفی فی رق مسطرة خمسة' فی اول کل جزء منها محلاه بالنحاس المموه بالذهب فی سبعة اجزاء' بالجرم الکبیر' مکتوبه بالذهب بخط کوفی فی رق الکحل۔ السور وعدد الای والاحزاب بالفضه' مغشاه بالجلد المنقوش فوق اللوح' مبطنة بالحریر"

(۱)

ختمه قرآن فی اربعه اجزاء فی الطبق الکبیره من الکاغذ الشرقی' بخط کوفی مسطرة سبعة وذکر اسماء السور منها وعدد الای والتنبیه علی الاحزاب والاغشار والاخماس واکثر الضبط فی ذلک بالذهب مغشاه بالواح مبطنة و موجهة بالحریر الاخضر ترهل

و ختمه قرآن فی اربعه اجزاء' فی القالب الکبیر من الکاغذ الشرقی بخط شرقی۔ مذهب الاول والاخر وذکر اسماء السور و علامة الای والاحزاب والاعشار بالذهب۔ مشهوره بخط ابن السباط۔ مغشی بجلد احمر منقوش علی اللوح' مبطن بالحریر الاصغر۔

ان جملہ مثالوں میں مندرجہ ذیل نکات نظر آتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کے جتنے اجزاء یا پارے جو کتابت شدہ ہیں۔ ان کا تذکرہ

۲۔ خط کی مختلف اقسام۔ مثلاً کوفی' مشرقی وغیرہ

۳۔ اوراق

۴۔ کاتب کا نام

۵۔ ورق کا سائز بمع سطریں

۶۔ تزئین و تذہیب

۷۔ سورتیں اور تزئینی علامات

۸۔ رنگوں کی تعداد

۹۔ سورتوں کے نام، خمس و عشر وغیرہ

۱۰۔ نسخہ کی حالت

۱۱۔ مخطوطہ کی کیفیت

۱۲۔ جلد کی تفصیل

۱۳۔ وقف کا نشان

ان کتب کی فہارس جو علماء نے اپنی روایات میں بیان کیں۔

یہ وہ کتب ہیں جو علماء نے پڑھیں اور ان کی فہارس تیار کیں۔ اس نوع کی فہرست ایک مخطوطہ کی صورت میں مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے (نمبر ۱۸ ظاہریہ) اس فہرست کو محمد ابن احمد ابن محمد المالکی و اندلسی نے تیار کیا۔ مخطوطہ کے مطابق اس کا نام (تسمیہ ما ورد بہ الخطیب البغدادی دمشق من روایہ من الاجزاء المسموعہ، والکبار المصنفۃ، وماجری مجراھا مسوی الفوائد والامالی والمنثور" ہے۔ اس فہرست میں ان کتب کا تذکرہ ہے جو الخطیب البغدادی اپنے ساتھ دمشق لے گئے۔ اس فہرست میں تین نکات قابل غور ہیں۔

۱۔ مفہرس نے کتاب اور اس کے مولف کا تذکرہ کیا ہے۔

۲۔ کتابوں کے نام حروف ہجاء کے مطابق مرتب نہیں ہیں۔

۳۔ کتابوں کی ترتیب موضوعات کے اعتبار سے بھی نہیں ہے۔

اس فہرست میں جملہ ۴۷ کا تذکرہ ہے۔ قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ نسخہ خطیب البغدادی کے آخری دنوں میں لکھا گیا۔ نسخہ مرتب ہو چکا ہے مگر اصل کے مطابق نہیں ہوا۔ کتابوں کی تقسیم موضوعات کے مطابق کی گئی ہے۔

اس نوع کی دوسری فہرست "فہرست مارواہ عن شیوخہ من الدواوین المصنفہ فی ضروب العلم و انواع المعارف" ہے۔

اسے ابوبکر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفہ الاموی الاشبیلی نے ترتیب دیا ہے۔ یہ فہرست اسلامی مخطوطاتی تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ متعدد قدیم اسلامی کتب کا تذکرہ ہے۔ اسے ایک

ہسپانوی مستشرق نے ۱۸۸۳ء میں مرتب کیا۔ اس میں دو ہزار سے زیادہ مخطوطات کا تذکرہ ہے۔
ان تمام کتب کو محمد بن خیر نے پڑھا اور روایت کیں۔ ان کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

۱۔ علوم القرآن میں فاضل مولف نے جو کتب پڑھیں۔
۲۔ مؤطات اور اس سے متعلقہ مواد
۳۔ سنن پر تالیفات اور صحابہ و تابعین کی روایات کا تذکرہ
۴۔ مسانید کا تذکرہ جو صحابہ و تابعین کی روایات کا تذکرہ
۵۔ مسانید کا تذکرہ جو ائمہ حدیث سے مروی ہیں۔
۶۔ تمام کتب حدیث خصوصاً" مشہور احادیث پر مشتمل ہیں۔
۷۔ تمام کتب جو غریب حدیث اور اس کے معانی پر مشتمل ہیں۔
۸۔ معلل حدیث۔ تواریخ اور معرفہ الرجال پر مشتمل کتب۔
۹۔ سیرت اور انساب پر مشتمل کتب۔
۱۰۔ مالک ابن انس کی فقہ پر مشتمل کتب۔
۱۱۔ اصول الدین' اصول الفقہ اور فضل العلم پر مشتمل کتب
۱۲۔ کھانے پینے پر تالیف شدہ کتب کا تذکرہ
۱۳۔ وراثت پر مشتمل کتب کا تذکرہ
۱۴۔ زھد' تقویٰ اور رویا پر مشتمل کتب کا تذکرہ
۱۵۔ ابی بکر بن ابی الدنیا کی تالیفات کا تذکرہ
۱۶۔ ابی سعید بن الاعرابی کی تالیفات کا تذکرہ
۱۷۔ ابی بکر محمد بن الحسین الاجری کی تالیفات
۱۸۔ ابوذر عبد بن احمد الھروی کی تالیفات
۱۹۔ نحو' لغت' ادب اور محدثین پر مشتمل تالیفات کا تذکرہ
۲۰۔ حسن بن احمد بن عبدالغفار الفارسی کی تالیفات
۲۱۔ شعراء کی کتابوں کے نام' شعراء کے نام جو ابو علیؒ اسماعیل بن القاسم البغدادی کو اندلس سے ملے۔
۲۲۔ وہ شعراء اور کتب جن کا تذکرہ مروان بن سراج' ابو علی الغسانی' ابوالحجاج بن الاعلم اور

ابو علی البغدادی نے کیا ہے۔

۲۳۔ ان شیوخ کے نام جن سے مفہرس نے پڑھا اور ان کی تالیفات کا مطالعہ کیا۔

۲۴۔ ان شیوخ کے نام جن سے روایت کی اور اجازت ملی۔

اس فہرست میں تین امور قابل ذکر ہیں۔

۱۔ کتاب کا نام اور مولف کا نام

۲۔ مولف تک سند کا ذکر

۳۔ موضوعات کے تحت کتب کا تذکرہ

اسی نوعیت کا دوسرا مخطوطہ دارالکتب المصریہ اور یورپ کی کسی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کا نام "صلت الخلف بموصول السلف" ہے۔ محمد بن محمد ابن سلیمان السوسی الرودانی (۱۰۹۴ھ) نے لکھا ہے۔

فہارس الکتب الموقوفہ

اس قبیل کی فہارس باقاعدہ کتاب کی شکل میں نہیں ہوتی ہے بلکہ ضمناً" کسی کتاب میں کسی بھی جگہ ہوتی ہے۔ اسعد پاشا العظم' والی دمشق نے اپنے والد کے کتاب خانے کی فہرست اسی طرح تیار کروائی (۱۱۶۵/۱۷۰۲) اس فہرست میں ۱۸۷ مخطوطات ہیں جن کا موضوع تفسیر' حدیث' اصول' فقہ' تاریخ' تراجم اور لغت وغیرہ۔

اس فہرست میں کتب کی تقسیم نہ تو الف بائی ہے اور نہ ہی موضوعاتی بلکہ بغیر ترتیب کے ہے۔ اس کے برعکس وقف المکتبۃ الاحمدیہ' حلب کے مخطوطہ کی ایک کاپی معہد المخطوطات میں موجود ہے جو ۱۹۳۵ء میں کسی قدیم فہرست سے نقل ہوتی ہے۔ اس میں کتب کی تقسیم فنون پر ہے۔ ہر کتاب کی تاریخ کتابت موجود ہے۔

فہارس مولفات العلماء

اس نوع کی فہارس کی کافی تعداد ملتی ہے۔ اسے تین طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ عالم اپنی تصنیف میں اپنی دیگر تصانیف کا تذکرہ کرے۔ مندرجہ ذیل اس کی مثالیں ہیں۔

الف۔ اسما تصانیف ابن ابی الدنیا عبداللہ بن محمد ۲۸۱/۸۹۴) مخطوطہ کی شکل میں ظاہریہ دمشق میں محفوظ ہے۔ الف بائی ترتیب ہے۔ اس میں کتابوں کے نام ملتے ہیں۔

ب۔ ابوریحان البیرونی کی تصانیف کی فہرست جو چھپ چکی ہے۔

ج۔ ابن عربی کی کتب کی فہرست جسے کوکیس عواد نے مجمع العلمی العربی دمشق سے شائع کیا (جلد ۲۹، ۱۹۵۴۔۱۹۵۵، ج ۳۰)۔

د۔ جلال الدین السیوطی کی تالیفات کی فہرست۔ یہ چھپ چکی ہے اس کے مخطوطات مکتبہ اسکندریہ اور ظاہریہ میں موجود ہیں۔ فنون کے اعتبار سے مرتب ہے۔

ہ۔ محمد بن طولون کے کتب کی فہرست جسے حسام الدین القدسی نے ۱۳۴۸ میں دمشق سے شائع کیا۔ اس فہرست کا نام "الفلک المشحون فی احوال محمد بن طولون" ہے۔ اس میں مولفین کا تذکرہ کتابوں کے ساتھ آتا ہے۔

۲۔ عالم اپنی تالیف میں دیگر علماء کی تصانیف کا تذکرہ کرے

الف۔ فہرست کتب محمد بن زکریا الرازی للبیرونی "اسے الاثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" کے مقدمہ میں چھاپ چکا ہے۔

ب۔ فہرست تصانیف ابن الجوزی، لسبط ابن الجوزی۔ اسے ابن الجوزی کے پوتے نے اپنی کتاب "مراۃ الزمان" میں اپنے دادا کے حالات بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔ یہ حسب موضوعات مرتب ہے۔

ج۔ فہرست تصانیف ابن تیمیہ لابن القیم الجوزی۔ یہ فہرست المجمع العلمی العربی دمشق میں چھپ چکی ہے۔ اس کی ترتیب بھی موضوعات کے اعتبار سے ہے۔

د۔ فہرست مولفات احمد بن احمد السجاعی (۱۱۹۸ھ) لتلمیذہ علی بن سعد البیومی۔ فنون کے اعتبار سے مرتب ہے۔ دارالکتب المصریہ میں محفوظ ہے۔

۳۔ عالم اپنی تالیفات کا تذکرہ اپنے کسی اجازہ میں کردے

مولفات عبدالغنی النابلسی جسے عبدالغنی نے عبدالرحمن ابن محمد الشہیر بابن کزبر کو اجازہ دیتے وقت تحریر کیا ہے۔ اس فہرست میں ۲۰۳ کتابوں کا تذکرہ ہے۔ فہرست مولفات السیوطی کا شمار ان فہارس میں ہوتا ہے جن میں مفہرسین مجہول الاسم ہیں۔

ان تمام فہارس میں اکثریت ان کی ہے جن میں کتابوں کے نام اور فنون کے لحاظ سے مرتب ہیں۔ بعض فہارس میں الف بائی ترتیب کے ساتھ بقیہ تفصیلات بھی ملتی ہیں جیسا کہ عدد

الاوراق وغیرھا۔

عام فہارس کتب

اس ضمن میں دو فہارس کا تذکرہ نہایت ضروری ہے۔ ان ہر دو فہارس کا اسلامی ثقافت و اقدار سے گہرا تعلق ہے۔ علماء و محققین کے لئے نہایت مراجع ہیں۔ پہلی فہرست کی تالیف چوتھی صدی ہجری میں ہوئی جبکہ دوسری گیارہویں صدی ہجری میں۔

پہلی فہرست جو "کتاب الفہرست لابن الندیم" سے موسوم ہے، ۳۷۷ھ میں تالیف ہوئی۔ اس کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض مورخین کے نزدیک (صفدی، مقریزی، ذہبی) ۳۸۰ھ ہے۔ بعض کے نزدیک (ابن النجار) ۳۸۵ھ ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ اس کتاب میں بعض باتیں ایسی ہیں جو ابن الندیم کے مرنے کے بعد وقوع پذیر ہوئیں۔ مثال کے طور پر اس کتاب کے مطابق ابن الندیم ابن جنی کی تاریخ وفات ۳۹۲ھ بتاتے ہیں اور ابن نباتہ کی وفات چار سو ہجری کے بعد ہے۔ یہاں دو باتیں ذہن میں آتی ہیں یا تو مورخین نے ابن الندیم کی تاریخ وفات کا غلط تعین کیا ہے یا اس کتاب میں اضافہ کیا گیا ہے۔

ابن الندیم وراق تھے۔ کتابیں لکھتے تھے، ان کی تصحیح کرتے تھے۔ جلد بندی کرتے تھے اور انہیں بیچتے تھے۔ اس زمانے میں اکثر علماء اس پیشے سے وابستگی کو افتخار سمجھتے تھے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اس پیشے نے ابن الندیم کو کتابوں کے ناموں کی تسجیل پر راغب کیا جو اس زمانے میں معروف تھیں۔ ابن الندیم اپنے مقدمہ میں کہتا ہے۔

(ترجمہ) "یہ فہرست کتب ہے جو عرب و عجم سے تعلق رکھتی ہے۔ تمام فنون میں، مولفین کے حالات و طبقات، ان کے انساب "تاریخ پیدائش، عمر کا تعین، اوقات وفات، وطن، ان کے فضائل و مناقب، ہر علم کی ابتداء سے اب تک یعنی تین سو چھہتر (۳۷۶ھ) کے تمام علوم پر کتب اور ان کے مولفین کا ذکر۔"

ابن الندیم نے اپنی کتاب کو موضوعات کے اعتبار سے مرتب کیا۔ یہ تمام موضوعات مختلف عنوانات پر مشتمل مقالات میں پیش کیا۔

۱۔ پہلا مقالہ۔ عرب و عجم کی زبانیں۔ ان کے لکھنے کے انداز، مختلف خطوط اور ان کی اشکال۔ آسمانی کتب، قرآن مجید کے تمام علوم اور ان کے مصنفین۔

۲۔ دوسرا مقالہ۔ نحویین اور ماہر لسانیات

۳۔ تیسرا مقالہ۔ اخبار الاخباریین' روایان' نسابین' اصحاب السیر' اور ان کی کتب کے نام۔

۴۔ چوتھا مقالہ۔ شعر و شعراء

۵۔ پانچواں مقالہ۔ اسلامی فلسفہ و علم الکلام

۶۔ چھٹا مقالہ۔ حدیث' محدثین' فقہ' فقہاء

۷۔ ساتواں مقالہ۔ قدیم علوم اور فلسفہ

۸۔ آٹھواں مقالہ۔ اسماء' جادو' جادوگر اور ان پر کتب کی تصانیف

۹۔ نواں مقالہ۔ مذاہب اور عقائد

۱۰۔ دسواں مقالہ۔ کیمیا گر' قدیم و جدید فلاسفہ اور ان کی کتب

ابن الندیم نے اگرچہ موضوعات کی ترتیب رکھی ہے مگر الف بائی ترتیب نہیں ہے۔ مولفین کے سلسلے میں بھی کوئی ترتیب نہیں ہے۔ اس فہرست میں چھ ہزار چار سو (۶۴۰۰) کتب کا ذکر ہے۔

دوسری فہرست سات صدیوں کے بعد تصنیف ہوئی۔ اس کا نام "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" ہے۔ مصطفیٰ بن عبداللہ المشہور بحاجی خلیفہ یا کاتب چلپی اس کے مصنف ہیں۔ اسلامی علوم و ثقافت میں اس کا بلند و بالا مقام ہے۔ ترکی کے علماء نے اسلامی ورثہ کے جتنے شعبوں میں خدمات و کارنامے انجام دیئے ہیں' ان میں یہ سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ ابن الندیم کی طرح حاجی خلیفہ وراق نہیں تھے۔ بلکہ ایک جید عالم تھے۔ شام کے سفر میں شہر حلب کے وراقوں اور کتابوں سے اسماء کتب حاصل کیں۔ خزائن الکتب حلب میں کام کیا۔ جہاں کہیں کتاب کا پتہ چلتا وہاں پہنچ جاتے۔ ترکی واپس آنے پر کتابوں کے اسماء کی تدوین کی۔ کتب التواریخ' طبقات و وفیات پر بالخصوص کام کیا۔ اپنا ذاتی پیسہ خرچ کر کے بیس سال میں کتاب کو مکمل کیا۔ ایسی کتاب نہ پہلے لکھی گئی نہ بعد میں۔ اس کتاب میں پندرہ ہزار کتابوں کا تذکرہ ہے۔

حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کی ترتیب اس طرح کی ہے۔

۱۔ تمام ابجدی اعتبار سے مرتب ہیں۔

۲۔ اکثر مقالات پر کتاب کے آغاز کو نقل کیا ہے۔ کبھی خاتمہ الکتاب بھی لکھا ہے۔

۳۔ کتاب کی تالیف کی وجہ اور تاریخ تالیف

۴۔ کتاب کے فصول و ابواب کو بیان کیا ہے۔

۵۔ مولفین کے وفیات اکثر مقامات پر بیان کیا ہے۔

۶۔ اختصار اختیار کرتے وقت کتاب کا نام، مولف کا نام، سن وفات مولف۔

۷۔ اہم کتاب کے سلسلے میں کتاب کا نام، شروحات، تعلیقات، ذیول اور ملحقات بتائی ہیں۔

۸۔ بعض اوقات کتاب کے بارے میں اپنی رائے بھی دیتے ہیں۔

۹۔ اوراق کی تعداد، کراریس وغیرہ بھی بتاتے ہیں۔

۱۰۔ ترکی زبان مترجم کا تذکرہ

۱۱۔ اسلامی موضوعات کے حوالے سے فارسی اور ترکی کتابوں کا تذکرہ

۱۲۔ بادشاہوں اور سلاطین کو تحفۃً" دی ہوئی کتابوں کا تذکرہ۔

مندرجہ بالا جملہ نکات کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حاجی خلیفہ اسلامی دنیا میں اسلامی مخطوطات کی فہرست سازی میں اولیت رکھتے ہیں۔

یورپ میں فہرست سازی

یورپ میں فہرست سازی کی ابتداء یورپین نے نہیں کی بلکہ عرب مستشرقین نے کی ہے۔ یورپ میں پہلی فہرست مخطوطات اٹلی کے شہر فلورنس میں تیار ہوئی جسے ایک لبنانی مسیحی راہب نے بنایا، جس کا پورا نام، "ا سطفان عواد السمعانی" تھا۔ اس کی تاریخ ۱۷۴۲ء ہے۔ اس اولیت یورپین فہرست کا عنوان

Assemani (S.E), Bibliotheca Medicae Laurentianae et Palatinae.

Cadicum Manuscriptorum Orientalium Catalogus, Florence, 1742.

اسی راہب نے دوسرے راہب کے اشتراک سے جس کا نام یوسف شمعون تھا، مکتبہ الفاتیکان کے مخطوطات کی فہرست تیار کی ہے۔ اس کا عنوان

Assemanus (S.E. et J.S) Bibliotheca Apostolicae Vaticanae Codicum

Manuscriptorum Catalogus, Pars l, t.l, Roma 1756

یورپ کی تیسری فہرست مخطوطات اسپین میں تیار ہوئی۔ اسے بھی ایک لبنانی راہب میشل

الغزیری نے مرتب کیا۔ یہ فہرست مدریڈ سے ۱۷۶۰ء - ۱۷۷۰ء میں چھپی جو دو جلدوں پر مشتمل تھی۔

اس کے بعد فہرست سازی کی ایک مسلسل اور طویل قطار نظر آتی ہے جس میں عربی کے علاوہ فارسی، سریانی اور ترکی شامل ہیں۔ سنین کے اعتبار فہرستوں کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۷۷۸ء مکتبہ کاسل جرمنی

Wepler, J.H., Nachricht von den auf hoch furstlichen Bibliothek befindlichan morgenlan-dischen Handschriften, Cassel, 1778.

۱۷۸۶ء: کتب خانہ نورمبرگ جرمنی

۱۷۸۷ء: کتب خانہ اکسفورڈ

J. Uri, Bibliothecae Bodleinae Codicum manuscriptomus orientalium Catalogus, Pars, Prima, Oxford, 1787

اٹھارہویں صدی عیسوی میں اس کے بعد کوئی فہرست نظر نہیں آتی۔ انیسویں صدی عیسوی میں فہرست سازی کی ایک لمبی لائن نظر آتی ہے۔

۱۸۱۷ء	جرمنی کے شہر روستوک
۱۸۲۶ء	اٹلی کے شہر میلانو
۱۹۳۹ء	
۱۸۳۱ء	جرمنی کے شہر ڈریسر
۱۸۳۷ء	جرمنی
۱۸۳۸ء	برطانیہ کے شہر لندن
۱۸۳۸ء	جرمنی
۱۸۳۶ء	روس کے شہر ماسکو
۱۸۳۶ء	برطانیہ، برٹش میوزیم
۱۸۵۰ء	سویڈن
۱۸۵۰ء	امریکہ
۱۸۵۰ء	پرتگال

۴۹-۱۸۵۰ء	سویڈن
۱۸۵۱ء	ڈنمارک
۱۸۵۲ء	جرمنی
۱۸۵۳ء، ۱۸۶۵ء، ۱۸۷۰ء، ۱۸۷۱ء، ۱۸۸۱ء، ۱۸۹۳ء،	روس
۵۵-۱۸۵۴ء	روس
۱۸۶۴ء	جرمنی
۱۸۷۶ء	
۱۸۶۶ء	جرمنی
۱۸۷۰ء	برطانیہ، ٹرینٹی کالج
۱۸۷۵ء	سویزرلینڈ
۷۷-۱۸۷۶ء	اٹلی
۱۸۸۱-۱۸۷۶ء	جرمنی
۱۸۷۷ء	جرمنی، فرینکفرٹ
۱۸۹۲ء-۱۸۷۷ء	جرمنی
۱۸۸۱ء - ۱۸۸۰ء	بلغاریہ
۱۸۹۳ء - ۱۸۸۳ء	فرانس- پیرس
۱۸۸۴ء	اسپین
۱۸۹۹ء - ۱۹۸۷ء	جرمنی
۱۸۸۸ء	ہالینڈ
۱۸۹۴ء	جرمنی
۱۸۹۴ء	پرتگال
۱۸۹۸ء	اسپین

یہ مخطوطات کی وہ فہارس ۱۹ویں کے اواخر یورپ میں مختلف اداروں کے تحت چھپتی رہیں۔ ان فہارس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مستشرقین نے اسلامی مخطوطات پر جتنا کام کیا ہے وہ مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔

واژدہ

اس کے بعد جتنی فہارس ہمارے سامنے آتی ہیں وہ واجد اجارج کی کتاب

Vajda, George, Repertoire des catalogues et enventaires de MSS arabes, Paris, 1949

- Huisman, A. J.W., Les Manuscripts Arabes daus le Monde, Leiden, 1967

مستشرقین نے فہرست سازی میں کوئی ایک طریقہ اختیار کیا' نہ ہی ایک زبان استعمال کی۔ اسلامی مخطوطات کی فہارس لاطینی' جرمنی' فرانسیسی اور انگریزی میں ملتی ہیں جو اسلوب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔ یورپی فہرست سازی کو مندرجہ ذیل طریقوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ کتاب کا نام' مصنف کا نام' مخطوطہ کا مخصوص نمبر' اوراق کی تعداد اور فن جس سے متعلق مخطوطہ ہے۔ واجدا کی فہرست سازی کا یہی طریقہ تھا۔ کاتب' تاریخ' کتابت اور موضوع کے ساتھ اضافے کے ساتھ چسٹربیٹی ڈبلن کا ذخیرہ دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۔ دوسری قسم تفصیلی فہارس کی ہے جس میں مولف' کتاب' اوراق' سطور' خط کی نوعیت' کتاب کا آغاز اور خاتمہ' تاریخ کتابت' اور جہاں سے خریدی گئی جیسی معلومات ہیں۔ جامعہ پرنسٹن کی فہرست جو Phlip نے مرتب کی ہے' اس کی مثال ہے۔

۳۔ تیسری نوعیت کی فہرست سازی زیادہ تفصیل سے ہے۔ اس میں کتاب کا نام و مولف کے نام کے ساتھ ساتھ کتاب کے ابواب پوری تفصیل سے بتائی گئی ہیں۔ برلن کے مخطوطات کی فہرست اس کی واضح مثال ہیں۔

اسلامی دنیا میں فہرست سازی

کتب خانہ ابراہیم پاشا داماد استنبول کی فہرست کتب قدیم ترین ہے' جو ۱۲۷۹/۱۸۶۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد کتب خانہ راغب پاشا کی فہرست ہے جو ۱۲۸۵ھ میں شائع ہوئی۔ تیونس میں کتب خانہ صادقیہ کی فہرست ۱۲۹۲/۱۸۷۵ میں شائع ہوئی۔ کتب خانہ خدیو کی فہرست بھی اسی سال شائع ہوئی۔ ۱۲۹۹/۱۸۸۱ء میں کتب خانہ عمومیہ دمشق کی فہرست شائع ہوئی۔ سلطان عبدالحمید ثانی کے حکم سے استنبول کے کتب خانوں کی فہرستیں بننی شروع ہوئیں۔ ۱۳۰۰ھ میں اسعد آفندی' قرہ جلبی زادہ' امیر خوجہ' مہرشاہ سلطان' فرار حمیدیہ کی فہارس چھپیں۔ ۱۳۰۳/۱۸۸۵ء میں فہرست

کتب خانہ کو برولی پھر ایا صوفیا کی فہارس ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء' عاشر آفندی ۱۳۰۶/۱۸۸۸ پھر سلیمانیہ کی فہرست ۱۳۳۱/۱۸۹۲ میں شائع ہوئی۔ قاہرہ میں ۱۳۳۰۶/۱۸۸۸ء سے خدیو کتب خانہ کی نئی فہارس بنانا شروع کر دیں۔ دیگر عرب ممالک میں بھی فہارس کی تیاری شروع ہوئی اس کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ فہرست المخطوطات العربیہ فی مسجد الجزائر الکبیر (الجزائر ۱۹۰۹ھ) مفہرس: محمد بن شنب

۲۔ لویس شیخو کی تیار کردہ فہرست مخطوطات المکتبۃ الشرقیہ بجامعہ القدیس یوسف' بیروت (۱۹۱۳ء)

۳۔ ابراہیم حرفوش کی تیاری کردہ فہرست "مخطوطات کتب خانہ مارونیہ' حلب (۱۹۱۴ء)

۴۔ دارالکتب المصریہ کی فہرست (۱۹۲۴ - ۱۹۲۷)

۵۔ داود جلبی کی فہرست مخطوطات۔ موصل (۱۹۲۷ء)

۶۔ یوسف العش کی تیار کردہ فہرست دارالکتب الظاہریہ دمشق (۱۹۴۷)

۷۔ کورکیس عواد کی تیار کردہ "اقدم المخطوطات فی خزانہ الاوقاف العامہ .بغداد (مجلہ سومر' الرابع ۱۹۴۷-۱۹۴۸)

۸۔ دارالکتب المصریہ کی فہرست تیموریہ کتب خانہ جزء اول (۱۹۴۸)

۹۔ اسعد طلس کے الکشاف عن خزائن الاوقاف (بغداد۔ ۱۹۵۳)

۱۰۔ محمد بن تاویت الطنجی' اور فواد سید کی تیار کردہ فہرست مخطوطات المصورة .معہد المخطوطات'خبرء اول'قاہرہ۔ ۱۹۵۴۔ ج اول

۱۱۔ ی۔ علوش اور عبداللہ الرجراجی کی تیار کردہ فہرست مخطوطات العربیہ' کتب خانہ عامہ' رباط۔ ۱۹۵۴ء۔ ج اول

۱۲۔ لطفی عبدالبدیع کی فہرست مخطوطات المصورہ' قاہرہ (۱۹۵۶)

۱۳۔ دارالکتب المصریہ کی فہرست مصطلح الحدیث' قاہرہ (۱۹۵۶)

۱۴۔ فواد سید کی فہرست مخطوطات المصورہ' قاہرہ (۱۹۵۷)

۱۵۔ فہرست مخطوطات المصورہ۔ قاہرہ (۱۹۵۸) العلوم

۱۶۔ ابراہیم شبوح کی فہرست مخطوطات المصورہ' قاہرہ (۱۹۵۹) الطب

۱۷۔ صلاح الدین المنجد کی فہرست مخطوطات کتب خانہ امبروزیانہ' میلانو' اٹلی (قاہرہ۔ ۱۹۶۰)

فہرست سازی کے لئے شرائط اور اس کے اصول

مطبوعہ کتب کی فہرست سازی اور مخطوطات کی فہرست سازی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مخطوطات میں فہرست سازی کے لئے ماہرین نے جو شرائط پیش کی ہیں ان میں دو نکات انتہائی اہم ہیں۔

۱۔ مخطوطات کی طرف میلان ہو' بلکہ عشق ہو

۲۔ فنی استعداد ہو۔ اس سلسلے میں تمام قدیم علوم و فنون پر دسترس ہو۔

مخطوطات سے الفت و محبت انتہائی ضروری ہے۔ عام طور پر مخطوطات پر کام کرنا انتہائی مشکل ہے۔ عموماً" مخطوطات سالہا سال سے ایک ہی جگہ پڑے ہوتے ہیں۔ بعض حضرات اسے اس لئے پوشیدہ رکھتے ہیں کہ آباء کی چھوڑی ہوئی نشانیاں کوئی چرا نہ لے۔ موسمی اثرات کی وجہ سے اس کے اوراق بوسیدہ ہو جاتے ہیں' کیڑے لگ جاتے ہیں۔ نتیجۃً" جب یہ مخطوطات کسی کتب خانہ یا عجائب گھر میں آتے ہیں تو ان کی حالت اکثر و بیشتر خراب ہوتی ہے۔ بعض کتب خانوں میں ۷۰ اور ۸۰ کی دھائی میں مخطوطات کو کیڑے مار یا جراثیم کش ادویات لگا کر محفوظ کیا جاتا تھا۔ اس وقت وہ ادویات کیڑوں کے لئے قطعاً" نقصان دہ نہیں ہیں لیکن انسانی صحت کے لئے انتہائی مضر ہیں۔ کتب خانوں اور عجائب گھروں میں پچھلے بیس سال سے کوئی قابل قدر کام نہیں ہوا۔ جو کام نظر آتا ہے وہ ان متعلقہ اداروں سے باہر کے کتاب شناس حضرات نے انجام دیا ہے۔ مخطوطات کے سلسلے میں جب تک متعلقہ علماء حضرات بذات خود دلچسپی نہیں لیں گے' کام کی رفتار انتہائی ست رہے گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ مخطوطات پر کام کرنے کا شوق پیدا کیا جائے اور جو کچھ محققین کی نظر سے پوشیدہ ہے وہ سامنے لایا جائے۔

جہاں تک فنی استعداد کا تعلق ہے تو یہ ایک دن میں کبھی بھی نہیں آتی۔ ہمارے ملک میں فہرست سازی ایک علم کی حیثیت سے کہیں بھی نہیں پڑھائی جاتی۔ جبکہ ترکی' ایران' اور مصر جیسے ممالک میں اسے ایک سائنس کا درجہ ملا ہے۔ سعودی عرب نے شاہ فیصل فاؤنڈیشن قائم کر کے اس میں مخطوطات کا ایک عظیم پروجیکٹ متعارف کرایا ہے جہاں دنیا بھر سے مخطوطات کے سلسلے میں معلومات اکٹھی کی جاتی ہیں۔ الفرقان فاؤنڈیشن لندن کا قیام مخطوطات کی حفاظت کے لئے وجود میں آیا ہے۔ اس ادارے نے اب تک فہرست کی چار مطبوعات سامنے لائی ہیں۔ دنیا بھر میں مخطوطات سے متعلق ماہرین متعارف کرائے ہیں اور انہیں سائنسی بنیادوں پر تربیت دی ہے۔

مخطوطات پر مہارت حاصل کرنے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔ مخطوطات اپنے دیکھنے والوں کو خود مجبور کرتے ہیں کہ وہ مزید دیکھیں اور مزید تحقیق کریں۔ مخطوطات کا میدان دراصل اسلامی ثقافت کا میدان ہے۔ مخطوطاتی ثقافت جو مرحلہ وار اور مختلف اوقات میں پروان چڑھی ہے۔ اسے پروان چڑھانے میں قراء' محدثین' مفسرین' فقہاء' فلاسفہ' اطباء' علماء' ادباء' لغویین' شعراء ریاضی دان' ہیئت داں' مورخین' جغرافیہ دان' وراقین' مفہرسین' خطاطین' کاتبین اور مہندسین کا پورا پورا حصہ ہے۔

فہرست نگار جب مخطوطہ ہاتھ میں لیتا ہے تو یقیناً مخطوطہ ان موضوعات میں سے کسی موضوع پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات مخطوطہ کا نام فوراً مل جاتا ہے۔ کبھی کبھار تلاش کرنا پڑتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مولف یا کتاب کا نام پہلی دفعہ سامنے آتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اوراق پلٹنے کے باوجود موضوع کا تعین نہیں ہوتا۔ مفہرس بڑا پریشان ہو جاتا ہے۔ اگر چاہت ہوتی ہے، تجسس ہوتا ہے تو تحقیق جاری رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے، جب مفہرس فہرست سازی میں مشاق ہو جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں بد قسمتی یہ ہے کہ جو مفہرسین ہیں وہ پچانویں فیصد ان مندرجہ بالا علوم سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اکثریت یا تو ادب سے تعلق رکھتی ہے یا تاریخ سے۔ زبان دانی ایک الگ مسئلہ ہے۔ برصغیر پاک و ہند، افغانستان اور وسطی ایشیا میں مخطوطات کی اکثریت درس نظامی میں داخل نصاب کتب کی ہوتی ہیں۔ ریاضی، ہندسہ، علم ہیئت، علم النجوم وغیرہ بھی کبھی درس نظامی میں داخل تھے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ درس نظامی کتب پر شروح، حواشی اور تعلیقات اس رفتار سے نہیں چھپی ہیں جیسا کہ تاریخ اور ادب کی کتب ایڈٹ ہو کر چھپی ہیں۔

جو حضرات درس نظامی کے فارغ التحصیل ہیں وہ بد قسمتی سے کتاب شناسی سے قطعی نابلد ہوتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف کتاب شناسوں کی بھاری اکثریت کتب درس نظامی سے ناواقف ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے علماء کتاب شناس تیار کئے جائیں جو ان علوم و فنون پر حاوی ہوں۔ ورنہ مخطوطات پر کماحقہ کام کبھی بھی نہیں ہو سکے گا۔

فہرست سازی کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل امور کو مد نظر رکھا جائے۔ یہ کم از کم اصول و ضوابط ہیں۔

۱۔ کتاب کا نام جس طرح مخطوطہ میں دیا گیا ہے
۲۔ مولف کا پورا نام، اس کی دیگر تالیفات کا ذکر اگر موجود ہیں۔
۳۔ آغاز کتاب
۴۔ خاتمہ کتاب
۵۔ اوراق کی تعداد، فی صفحہ سطریں، سائز
۶۔ خط اور روشنائی
۷۔ کاتب کا نام، کتابت کی تاریخ
۸۔ جلد
۹۔ مخطوطہ کس طرح پہنچا
۱۰۔ کیفیت
۱۱۔ مولف و کتاب کے بارے میں مصادر

۱۲۔ مخطوطہ کا کتب خانے کا نمبر

۱۔ مخطوطہ کا نام

مخطوطہ کا نام عموماً" کتاب کے پہلے صفحہ میں مل جاتا ہے اور اکثر کتاب کے مقدمہ میں مل جاتا ہے۔ کبھی کبھار نام آخر میں دے دیا جاتا ہے۔ نام کی تصحیح کے لئے مراجع کی کتب سے استفادہ کرنا چاہیے۔

۲۔ مولف کا نام

مخطوطہ میں مولف کا نام جس طرح آیا ہے من وعن اسی طرح نقل کرنا چاہیے۔ اپنی طرف سے نہ تو زیادتی ہونی چاہیے' نہ ہی کمی۔ مفہرس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کنیت ولقب نقل کرے۔ مولف کے نام کی تاکید بھی تاریخی حوالے سے دیکھنی چاہیے۔ اس کے لئے معجم المولفین' یا الاعلام سے مدد حاصل کرے۔ "التراث العربی" یا بروکلمن بھی معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ مولف کی تاریخ پیدائش ووفات بین القوسین ہونی چاہیے۔ ہجری اور میلادی ہوں تو بہتر ہے۔ اگر مولف کی تاریخ نہیں ملتی تو پھر اس زمانے کو درج کرے جس میں مولف تھا۔

کتاب کا آغاز

آغاز سے یہ فائدہ ہے کہ اس مخطوطہ کی صحت کا پتہ چلتا ہے اور کتاب کی ابتداء معلوم ہو جاتی ہے۔ اب تک عموماً" یہی طریقہ رہا ہے کہ اعوذ باللہ' بسم اللہ کے بعد خطبہ نقل کیا جاتا تھا۔ الفرقان فاؤنڈیشن نے اس انداز کو بدل دیا ہے۔ وہ اس طرح لکھتے ہیں۔

"اول المخطوط بما بعد البسملہ والضیلہ"

۴۔ خاتمہ

دعائیہ کلمات اور تاریخ سے پہلے کتاب کی آخری عبارت خاتمہ کہلائے گی۔

۵۔ اوراق کی تعداد اور اس کی قسم

اوراق کی تعداد بالکل صحیح ہونی چاہیے۔ ورقہ جس کا متبادل انگریزی میں Folio ہے۔ دو صفحوں پر مشتمل ہوتا ہے' پہلا صفحہ "وجہ" یا Recto کہلاتا ہے جبکہ دوسرا "ظہر" یا Verso کہلاتا ہے۔ اگر مخطوطہ پر اوراق کے نمبر نہ لگے ہوں تو لکھ لینے چاہئیں۔ سطریں کتنی ہیں ان کی تعداد فی صفحہ ہونی چاہیے۔ صفحہ کا قیاس (ناپ) سطر کی لمبائی' حاشیہ کا ناپ ہو۔ اگر مفہرس تجربہ کار ہو تو کاغذ کی قسم اور جاء صنعت کا تعین کرے۔

۶۔ خط

مفہرس کو خطوط سے کماحقہ علم ہونا چاہیے۔ خط کو واضح طور پر لکھنا چاہیے۔ یہ نہیں لکھنا چاہیے

کہ "صاف خط" "اچھا خط" "عام خط" یا مروجہ خط۔ اگر نسخہ مصنف کے ہاتھ کا ہو تو اسے ضرور بتائے ایسا نسخہ قیمتی ہوتا ہے، روشنائی بتائے، اعراب کا تذکرہ کرے۔

۷۔ کاتب اور تاریخ

کاتب کے نام کی موجودگی سے کئی اشارات ملتے ہیں۔ تاریخ جس طرح دی ہے اسی طرح نقل کر کے میلادی تاریخ کا تقابل بھی بتائے۔ اگر کاتب کی تاریخ وفات معلوم ہے، اسے ضرور بتانا چاہیے۔ اگر مخطوطہ پر تاریخ نہ ہو تو قرائن اور تاریخی شواہد سے تاریخ کا تعین کرنا چاہیے۔

۸۔ جلد

جلد کی موجودگی سے دو باتوں کا پتہ چل جاتا ہے۔

۱۔ مخطوطے کی عمر ۲۔ جلد کی صناعت کی تاریخ

مسلمانوں کو مخطوطات کے ساتھ ساتھ جلد سازی پر بھی توجہ رہی ہے۔ جس طرح مخطوطہ بعض اوقات اپنے رنگوں، تزئین و آرائش تذہیب سے پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح جلد پر مختلف نقش و نگار، مصورانہ خطاطی وغیرہ ہوتی ہے۔ مفہرس کو چاہیے کہ وہ جلد سازی کے مختلف ادوار کا مطالعہ کرے۔ تاکہ جلد کی نوعیت کا تعین کر سکے۔

۹۔ مخطوطہ جہاں سے آیا ہے

مفہرس کو چاہیے کہ مخطوطے کی سابقہ تاریخ کو جاننے کی کوشش کرے۔ اگر کسی لائبریری کی زینت بنا تھا اس کا تذکرہ کرے۔ کسی بڑے آدمی نے اپنے تاثرات لکھے ہیں ان کا ذکر کرے۔

۱۰۔ کیفیت

مخطوطے کے سلسلے میں یہ حصہ انتہائی اہم ہوتا ہے۔ مخطوطے کی جملہ صفات یہاں درج ہوتی ہیں۔

مراجع

مفہرس کو مراجع کی کتب اپنے قریب رکھنی چاہیے۔ تاکہ کتاب اور اس کے مولف کے علاوہ متعلقہ معلومات آسانی سے مل سکیں۔ اس سلسلے میں کشف الظنون، معجم المولفین، الاعلام ضروری ہیں۔ مفہرس مزید گہری تحقیق کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ قدیم کتب مصادر سے استفادہ کرے۔ بروکلمن کی تاریخ ادب عربی بھی نہایت اہم ہے۔ تاریخ التراث العربی، فواد سیزگین اور معجم المطبوعات سرکیس بھی اہم ہیں۔

پاکستان میں موجودہ مخطوطات کی ایک جامع فہرست کی تیاری

عارف نوشاہی☆

ماہرین مخطوطات کی اس مجلس کے انعقاد سے میں جو مسرت محسوس کر رہا ہوں اس کا اظہار میرے لیے اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ دراصل اس مجلس کی تشکیل میری اس خواہش کی تکمیل ہے جو میں برسوں سے اپنے دل میں پال رہا تھا اور یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں سالوں سے آنکھوں میں بسائے ہوا تھا۔ اگرچہ حکمائے اخلاق نے "طول امل" کو اچھا نہیں سمجھا مگر کیا کیا جائے کہ ہمارے ہاں عمل اتنا طول کھینچتا ہے کہ "طول امل" کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ میں کوئی ۱۹۷۲ء سے کسی حد تک مخطوطات سے ہی وابستہ ہوں۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ گذشتہ پچیس سالوں میں پاکستان میں خاص مخطوطات کے مسائل پر بین الاقوامی تو کیا قومی سطح پر بھی کوئی اجتماع منعقد ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس مجلس کے انعقاد کو اپنے خوابوں اور خواہشوں کی تعبیر کہا ہے۔ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی اس سعی جمیل کو تحسین کی نظر سے دیکھتا ہوں اور دلی مسرت کے ساتھ تمام منتظمین کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

مجھے نہیں معلوم کہ اس مجلس کے داعی شعبہ تحقیق التراث کی حیثیت کیا ہے؟ کیا ہم اسے ایک "طبی بورڈ" سمجھ لیں جس نے مریض کا معائنہ تو کرلیا اور مرض کی تشخیص بھی کر دی اور اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گیا۔ یا اس مرض کا مداوا کرنا یا کروانا بھی اس کے اختیار میں ہے۔ میرے خیال میں یہی مرحلہ سب سے اہم ہے۔ اس مجلس میں ماہرین مخطوطات اور محققین شریک ہیں، وہ سبھی مریض کی بیماری کو سمجھتے ہیں اور خود شعبہ تحقیق التراث نے شرکاء کو جو دعوت نامہ بھیجا تھا اس کا مضمون بھی بتا رہا تھا کہ اصل مسئلہ بیماری کی تشخیص نہیں کہ وہ تو ہو چکی، بلکہ اس کا تدارک ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ ادارہ تحقیقات اسلامی اس ورکشاپ کی سفارشات کو حتمی شکل دے کر حکومت پاکستان تک پہنچائے گا اور ان پر عمل درآمد کی کوشش کرے گا۔

☆ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

شعبہ تحقیق التراث نے اپنے دعوت نامے میں اس ورکشاپ کے لئے جن موضوعات پر اظہار رائے کی دعوت دی ہے وہ سبھی میرے لیے اس قدر دلچسپی کے حامل ہیں کہ مجھے مشکل پیش آ رہی ہے کہ میں کس کس موضوع پر اپنی معروضات پیش کروں۔ بہرحال میں نے "پاکستان میں موجود مخطوطات کی ایک جامع فہرست کی تیاری" کا موضوع چنا ہے۔

سبھی جانتے ہیں کہ قوموں کا وقار ان کی تہذیبی روایات سے وابستہ ہوتا ہے۔ ان تہذیبی روایات میں "تحریری روایت" کی قدروقیمت اور اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ یہ "تحریری روایت" دراصل وہی کتابیں ہیں جو ہمارے آباء نے لکھ کر "اسلامی تمدن" کی تشکیل و تعمیم میں اہم کردار ادا کیا۔ مشرق و مغرب کی موجودہ مدنیات پر اسلامی تہذیب کے جو اثرات و احسانات ہیں وہ انہیں کتابوں کے مرہون ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا بھر میں پچاس لاکھ اسلامی مخطوطات موجود ہیں۔ اس سے اسلامی علوم و فنون و تہذیب و ثقافت کی وسعت اور عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہم اس علمی ورثے سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور کس طرح اس کو اجاگر کر کے اپنی تہذیب کی تابناکی میں اضافہ کر سکتے ہیں؟ اس کے لئے پہلا قدم یقیناً ان مخطوطات کی فہرست نویسی ہے۔

دنیا بھر میں مشرقی زبانوں میں مخطوطات کی جامع فہارس کی تدوین الگ الگ انداز میں بیسویں صدی کے نصف اول سے ہو رہی ہے۔ فارسی کتابوں کے لئے چارلس استوری(۱) اور عربی کتابوں کے لئے کارل بروکلمان(۲) اور فواد سزگین(۳) نے تاریخی تطور یا موضوعی ترتیب کے ساتھ ادب کی جو تاریخیں لکھی ہیں وہ مخطوطات کی جامع فہرست کا نقش اول کہی جا سکتی ہیں۔ بعد میں اس کام نے تخصیصی صورت اختیار کر لی اور خالصتاً فہرستی انداز میں کام ہونے لگا۔ مشرق و مغرب میں کئی ادارے اور افراد نہایت جانفشانی اور حوصلے کے ساتھ فہرست نویسی میں مصروف ہیں اور آئے دن ہمیں ان کے کارناموں کی اطلاع ملتی رہتی ہے۔(۴)

پاکستان میں موجود مخطوطات کی جامع فہرست کی تدوین کا خیال اور عزم کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اسلام آباد میں قائم مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان نے ۱۹۷۱ء میں ایک جامع منصوبے کے تحت یہ کام شروع کیا تھا اور ملک کے کونے کونے میں اپنے مامور فہرست نویسوں کو بھیج کر متعدد سرکاری، نیم سرکاری، خانقاہی، مدارسی اور نجی کتب خانوں میں موجود عربی، فارسی، اردو اور علاقائی زبانوں کے مخطوطات کی فہرستیں تیار کروائی تھیں۔ ان میں سے فارسی مخطوطات کی جامع

فہرست احمد منزوی نے موضوعی ترتیب کے ساتھ مرتب کی جس کی اب تک چودہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں(۵) اور بقیہ جلدوں پر کام ہو رہا ہے۔ ایرانی فہرست نگار محمود فاضل یزدی مطلق نے پاکستان میں عربی مخطوطات کی ایک مختصر فہرست ایران سے شائع کی ہے(۶) جو صرف پندہ کتب خانوں کے ۱۰۷ نسخوں کے مجمل تعارف پر مبنی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے متقاعد محقق ڈاکٹر احمد خان نے پاکستان میں عربی مخطوطات کے جامع فہرست مرتب کی ہے جو بیرون ملک زیر طبع ہے۔

اردو مخطوطات کے سلسلے میں نامور محقق مشفق خواجہ نے منصوبہ تیار کیا تھا کہ پاکستان کے مختلف سرکاری، غیرسرکاری، اور ذاتی کتب خانوں میں بکھرے ہوئے مخطوطات کی وضاحتی فہرست تیار کی جائے گی۔ چنانچہ ۱۹۷۹ء میں انہوں نے اس سلسلے کی پہلی جلد شائع کی گی۔(۷) جس میں کراچی کے مختلف کتب خانوں کے دو سو نسخوں کا تفصیلی اور توضیحی جائزہ پیش کیا۔

پنجابی زبان کے محقق اور ماہر کتابیات ڈاکٹر شہباز ملک نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے قیام کے سو سالہ جشن کے موقع پر یونیورسٹی اورینٹل کالج کے شعبہ پنجابی کے تحقیقی ششماہی رسالے "کھوج" کا قلمی نسخہ نمبر نکالا(۸)۔ اس شمارے میں بارہ علیحدہ علیحدہ مقالات کے ذریعے پاکستان کے مختلف سرکاری، غیرسرکاری اور نجی کتب خانوں میں پنجابی زبان کے ۱۸۹۵ نسخوں کا مجمل تعارف کتابوں کے نام کی الفبائی ترتیب کے مطابق درج ہوا ہے۔

پاکستان میں موجود مخطوطات کی جامع فہرست نویسی کے سلسلے میں میری معلومات کے مطابق اب تک یہی کام ہوا ہے۔ اس مفید کام کو آگے کس طرح جاری رکھا جائے؟ اس پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

میرے خیال میں سب سے پہلے پاکستان میں ایک ادارہ ایسا ہونا چاہیے جو اس کام کا داعی ہو تاکہ سارے امور ایک جگہ متمرکز اور مجتمع ہوں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ حکومت پاکستان ایک قومی ادارہ "مرکز مخطوطات پاکستان" کے نام سے قائم کردے۔ جو پاکستان میں مخطوطات سے متعلق تمام امور انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یعنی:

الف پاکستان میں مخطوطات کے ذخائر کی نشان دہی،

ب مرکز مخطوطات کے لئے مخطوطات حاصل اور محفوظ کرنا،

ج مرکز کے اپنے ذخیرہ مخطوطات اور ملک کے دیگر ذخائر مخطوطات کی الگ

الگ فہرستیں تیار کرنا اور بعد میں ایک جامع فہرست کی تیاری'

د مرکز میں مخطوطات سے متعلق موضوعات پر مطبوعہ کتب جمع کرنا'

ھ اہم مخطوطات کی مائیکرو فلمیں تیار کرنا'

و مخطوطات سے متعلقہ مسائل و مباحث پر مشتمل علمی مجلّے کا اجراء۔

غرض وہ تمام کام جن کا تعلق مخطوطات سے ہو سکتا ہے اس مرکز کو تفویض کر دیے جائیں۔ غیر ممالک میں حکومتی یا ذاتی سرمائے سے مخطوطات سے متعلق ایسے اختصاصی مراکز قائم ہیں اور نہایت مفید کام انجام دے رہے ہیں۔ لندن میں ذاتی سرمائے سے قائم موسسہ الفرقان للتراث اسلامی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ حکومتِ ایران کی وزارت ارشاد و فرہنگ اسلامی نے دنیا بھر میں موجود اسلامی مخطوطات کی جامع فہرست مرتب کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے(۹) یہ منصوبہ اگلے پانچ سال تک مکمل ہو جائے گا اور کتابی صورت کے علاوہ سافٹ ویئر پر بھی دستیاب ہو گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ باقی دنیا میں سنجیدگی کے ساتھ مخطوطات سے اعتنا پایا جاتا ہے اور ہمیں سوچنا ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟

پاکستان میں موجود مخطوطات کی جامع فہرست تیار کرنے کی عملی صورت یہ ہے کہ پہلے مرحلے میں صرف طبع شدہ فہرستوں سے مدد لی جائے(۱۰) اور ہر زبان کی الگ الگ فہرست مرتب کی جائے۔ متعلقہ زبان و ادب پر اشراف رکھنے والا محقق جو نسخہ شناس بھی ہو' ہر جلد کی تدوین کی نگرانی کرے۔ ہر جلد موضوعی ترتیب سے مرتب کی جائے جس میں نسخوں کا اندراج تاریخ کتابت اور قدامت کے اعتبار سے ہونا چاہیے۔

دوسرے مرحلے میں ان مخطوطات اور کتب خانوں کی طرف توجہ دی جائے جن کی فہرستیں ابھی تک تیار نہیں کی گئیں۔ فہرستوں کی تیاری کے لئے دو راستے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ جو ادارہ اس منصوبے کا اجراء کر رہا ہے اپنے فہرست نویسوں کو کتب خانوں میں بھیجے اور فہرستیں تیار کروائے۔ دوسرا رستہ یہ ہے کہ ملک کی مختلف جامعات میں قائم زبانوں کے شعبے ایم۔اے کی سطح پر جو امتحانی مقالے تیار کرواتے ہیں ان میں مخطوطات کی فہرست نویسی کو شامل کریں۔ ان مقالوں کا ایک نسخہ مجوزہ ادارہ حاصل کرے اور مصنف اور جامعہ کی اجازت سے اسے استعمال کرے۔ جامعات میں اس طرح امتحانی مقالے تیار کرنے کی روایت پہلے سے موجود ہے(۱۱) مگر جامع فہرست کی تیاری کے لئے مزید انصرام و اہتمام کی ضرورت ہے۔

مخطوطات کے بارے میں تمام تر مایوس کن صورت حال کے باوجود میں پاکستان میں موجود مخطوطات کی جامع فہرست کی تیاری کے سلسلے میں مایوس نہیں ہوں اور اسے مشکل کام نہیں سمجھتا۔ ضرورت اس امر کی ہے ملک کا کوئی ایک علمی ادارہ اپنے محدود وسائل کے ساتھ بسم اللہ کرے اور اس منصوبے کو اپنے ہاتھ میں لے' دردمند علم دوست احباب اپنے تعاون سے اسے مایوس نہیں کریں گے۔ اس وقت چند نام میرے ذہن میں آ رہے ہیں جن سے اس منصوبہ کی ترتیب اور تکمیل میں رائے یا مدد لی جا سکتی ہے۔

۱۔ مشفق خواجہ (کراچی)' برائے اردو مخطوطات

۲۔ ڈاکٹر احمد خان (اسلام آباد) برائے عربی مخطوطات

۳۔ ڈاکٹر شہباز ملک (لاہور) برائے پنجابی مخطوطات

۴۔ ڈاکٹر نواز علی شوق (کراچی) برائے سندھی مخطوطات

۵۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ (حیدر آباد) برائے عربی و سندھی مخطوطات

۶۔ عارف نوشاہی (اسلام آباد) برائے فارسی مخطوطات

یقیناً یہ نامکمل فہرست ہے۔ ملک کی دیگر علاقائی زبانوں کے ماہرین مخطوطات کو بھی اس میں شامل کرنا ہو گا۔

حواشی و حوالہ جات

1. Storey, C.A. Persian Literature, A Bio-bibliographical Survey, London, 1970-94, 5 Vols.

2. Brockelmann, C, Geschichte der Arabischen Literarur, Leiden, 1943-49 5, Vols.

3. Sezgin, F, Geschichte des Arabischen Schrifttums, Leiden, 1967-84, 9 Vols.

۴۔ دنیا بھر میں مخطوطات کی فہرست نویسی کا کام اس قدر پھیل چکا ہے کہ فہرستوں کی کتابیات بنانے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ اس نوعیت کی چند کتابیات کے نام یہ ہیں:

- ایرج افشار' کتاب شناسی فہرستہای نسخہ ھای خطی فارسی در کتابخانہ ھای دنیا' تہران' ۱۹۵۸ء

- شائل الشاھین' فہرس الفارس المطبوعۃ للمخطوطات العربیہ فی ترکیا (۱۲۶۲ھ - ۱۴۱۳ھ/ ۱۸۲۵م - ۱۹۹۲م) استنبول' ۱۹۹۳ء

- عارف نوشاہی، پاکستان میں مخطوطات کی فہرستیں (کتابیات)، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء
- عارف نوشاہی، بھارت میں مخطوطات کی فہرستیں، لاہور، ۱۹۸۸ء
- عارف نوشاہی، ایران اور افغانستان میں مخطوطات کی فہرستیں، لاہور، ۱۹۹۵ء
- غلام حسین تسبیحی، نگرشی جامع بر جہان کتاب شناسی ہای ایران، تبریز، ۱۹۸۶ء
- فواد سزگین، کتابخانہ ہا و مجموعہ ہای نسخہ ہای خطی عربی در جہان، ہمراہ باکتاب شناسی علوم قرآنی، حدیث، تاریخ نگاری، تاریخ فرہنگ و ادبیات، فقہ، کلام، تصوف، ترجمہ چنگیز پہلوان، تہران، ۱۳۶۶ش۔ سزگین نے اپنی کتاب Geschichte des Arabischen Schrifttums کی پہلی نو جلدوں میں جن کتب خانوں اور مخطوطات کی فہرستوں کا ذکر کیا ہے یہ اس کا فارسی ترجمہ ہے۔
- کورکیس عواد، فہارس المخطوطات العربیہ فی العالم، کویت، ۱۹۸۲ء
- مریم صدر الحفاظی (و) علی آقا بخشی، کتاب شناسی کتاب شناسیہا، تہران، ۱۹۹۳ء

۵۔ احمد منزوی، فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۳۔۱۹۹۵، چودہ جلدیں۔

۶۔ محمود فاضل یزدی مطلق، فہرست مستجباتی از نسخہ ہای خطی عربی پانزدہ کتابخانہ در پاکستان، مشہد، دانشگاہ مشہد، ۱۳۷۰ش۔

۷۔ مشفق خواجہ، جائزہ مخطوطات اردو، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۹ء

۸۔ شہباز ملک، کھوج، لاہور، ۱۹۸۲، شمارہ ۸۔۹

۹۔ اس منصوبے کی تفصیل شائع ہو چکی ہے۔ دیکھئے: احمد مسجد جامعی، گزارشی از طرح فہرستگان مشترک دست نویس ہای اسلامی سراسر دنیا، آینہ پژوہش، قم، شمارہ ۳۵، دسمبر (۱۹۹۵) ۔ جنوری ۱۹۹۶، ص ۶۳۔۶۹۔

۱۰۔ ان فہرستوں کی نشان دہی ہو چکی ہے۔ ملاحظہ ہو: عارف نوشاہی، پاکستان میں مخطوطات کی فہرستیں (کتابیات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

۱۱۔ مثلاً یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے شعبہ اردو کے لئے محمد افضل ملک کا امتحانی مقالہ "فہرست مخطوطات اردو شاعری پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور" ۱۹۶۳ء

★★

ملک میں موجود مخطوطات کی ایک جامع فہرست کی تیاری

(پاکستان کے ماہرین مخطوطات کی ڈائریکٹری)

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی☆

مخطوطہ یا قلمی نسخہ وہ تحریر ہے جو طباعت' ضبط عبارت اور اشاعت کے مرحلوں سے نہ گزری ہو بلکہ ایک علمی سرمایہ' خاندانی نوشتہ یا ایک گم نام ورثہ کے طور پر موجود تو ہو مگر اس سے استفادہ کی راہیں مسدود ہوں' یہ کسی تابوت میں بند یا کسی قدیم کتب خانہ میں محفوظ وہ محصور نگارش ہے جو کسی صاحب قلم کی محنت کا ایسا ثمر ہے جس سے متمتع ہونے کی سبیل دریافت نہ ہو سکی ہو۔ یہ رفتگاں کی وہ قیمتی میراث ہے جس سے جائز وارث بھی محروم ہیں۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسانی توانائیوں کی بے توفیقی کا سب سے بڑا مظہر ہے' ماضی و حال کے انقطاع کا نشان ہے اور نارسائیوں کی طویل داستان ہے۔ قوموں کی بیدار مغزی اور باخبری کا ایک گراف مخطوطات کے حوالے سے بھی تیار کیا جا سکتا ہے۔ مخطوطات کی کثرت' ماضی کے شکوہ کی علامت ہے تو ان کی عدم طباعت حال کا مرثیہ ہے۔ انگریزی ادبیات میں مخطوطات بہت کم ہیں(۱)۔ ڈاکٹر گیان چند کا یہ جملہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ضرور ہے۔ میں نے تحقیق کے عملی دورانیہ میں گرد سے اٹے ہوئے صندوق' کرم خوردہ کتابوں کے بنڈل اور بوسیدہ نوشتوں کے کئی مناظر دیکھے جن سے روح لرز اٹھی' جواہر کو خاک آلود دیکھ کر کسی کا دل نہیں لرزتا' بازاروں کے کونوں' راہ گزاروں کے کناروں اور مسجدوں کے تنگ و تاریک حجروں میں کتنے شہ پارے پامال ہو رہے ہیں اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جسے متاع کارواں کے لٹنے کا احساس ہے' اخلاف نے اسلاف کے مزاروں کی مٹی ہی نہیں بیچی ان کے قلموں کی حرمت بھی تباہ کی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمیں علم کدوں کی عظمت کا احساس ہے نہ علم کی رفعت کا' بزرگ اٹھتے ہیں تو ان کا سرمایہ دانش بھی نیلام ہو

☆ صدر شعبہ عربی' گورنمنٹ کالج' فیصل آباد

جاتا ہے' ایسی صورت حال اگر ادارہ تحقیقات اسلامی کو مہمیز ثابت ہوئی ہے تو خوشی کا مقام ہے۔ یہ تحریک بہت پہلے شروع ہونا چاہیے تھی کہ یہ ایک قومی فریضہ ہے۔ ماضی سے وابستگی سے حال نکھرتا ہے اور انسانی فکر کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مخطوطات کی کثرت اور تنوع مجموعی کاوشوں کا متقاضی ہے۔ اب انفرادی کوشش لائق تحسین تو ہے مگر حوصلہ افزا نتائج کی حامل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ایک منظم پیش قدمی کی ضرورت ہے۔ بحمد للہ اس ورکشاپ کے ذریعے ایک دیرینہ قومی فرض ادا کرنے کا موقع ملے گا۔

موجود مخطوطات کی جامع فہرست کی تیاری ایک مربوط' منضبط اور سائنسی عمل ہے جس کے لئے مسلسل کاوش اور پیہم تجسس درکار ہے۔ یہ طے کرنا ضروری ہو گا کہ کسی تحریر کو مخطوطہ قرار دینے کے ضروری حدود کیا ہیں؟ مخطوطات تک رسائی کیسے ممکن ہے؟ دستیاب مخطوطات کی درجہ بندی کیسے ہو گی؟ فہرست کی تیاری میں رہنما اصول کیا ہوں گے؟ محققین کی جماعت کیسے تیار ہو گی جو مطلوبہ فہرست کے تقاضوں اور حدود سے آشنا ہو؟

مخطوطہ یا قلمی نسخہ کا متن بقول ڈاکٹر نور الاسلام صدیقی ایسی عبارت پر مشتمل ہوتا ہے جس سے مطلب کا استخراج ممکن ہو اور اس سے ذہن مطمئن ہو جائے۔ یہ عبارت متن کاغذ کے اوراق پر ہو سکتی ہے' کسی دیوار پر' مٹی کے ٹھیکروں پر' چٹانوں' سلیوں' درختوں کی چھالوں اور چمڑے کے ٹکڑوں پر ہو سکتی ہے' جہاں کہیں معنی دار جملے تحریری طور پر یا کندہ شدہ حالت میں ہوں گے وہ متن کہلائیں گے۔ متن کی عبارت مختصر بھی ہو سکتی ہے اور طویل بھی(۲) اور یہ کہ "یہ عبارت سینکڑوں ہزاروں برس قدیم بھی ہو سکتی ہے اور زمانہ حال کے کسی مصنف کی تحریر بھی ہو سکتی ہے" اور یہ عبارت متن نظم و نثر دونوں کو شامل ہے۔(۳)

جامع فہرست کی تیاری سے قبل یہ طے کرنا ہو گا کہ ہمارا مقصود کیا ہے؟ کیا ہمیں صرف ان تحریری نوشتوں تک ہی محدود رہنا ہے جو کاغذ یا ممکن ہے چمڑے پر لکھے گئے ہیں کہ قرون سابقہ میں چمڑے کا استعمال بھی ہوا ہے اور بعض کاتب اس کی دیرپائی کے خیال سے کاغذ کی ایجاد کے باوجود اس کو ترجیح دیتے رہے ہیں جیسا کہ الجاحظ (م ۲۵۵ھ) کے رسالۃ الجد و الھزل' کے ایک خط سے ظاہر ہے(۴) یا ہمارا حیطہ کار الواح اور عظام تک بھی ممتد ہو گا کہ علامہ الذہبی نے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کے حالات میں لکھا ہے کہ "انه کان یکتب فی الالواح والعظام(۵) کہ اگر سلوں تک بات گئی تو آثار قدیمہ کے ماہرین کی معاونت بھی درکار ہو گی۔

اس امر کا طے کرنا بھی ضروری ہو گا کہ متن کا بامعنی ہونا کس حد تک ہے‘ یہ بھی تو ممکن ہے کہ کوئی عبارت آج کے کسی محقق کے لئے بامعنی نہ ہو یا واضح نہ ہو مگر مستقبل کا کوئی عالم اس کے مفاہیم تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

فہرست مخطوطات میں شامل کئے جانے والے مخطوط کا حجم کتنا ہونا چاہیے‘ کیا ایک سطر یا ایک جملہ فہرست میں جگہ پا سکے گا؟ اختصار یا طوالت کی حدبندی کیسے ہو اور کس حوالے سے ہو؟

مخطوط کی قدامت کا کیا معیار قائم کیا جائے؟ کسی دورانیے کی قید ہو گی یا نہیں؟ اگر ہو گی تو اس کا عرصہ ہو گا؟

نظم و نثر کی فہرست الگ الگ ہو گی تو کیا ادباء یا شعراء کے زمانے کے لحاظ سے ہو گی یا مضامین یا اصناف کے حوالے سے۔

مخطوطات کی حیثیت اور نوعیت کی مناسب سے بھی بعض امور طے کرنا لازم ہوں گے مثلاً

○ مخطوط کی صیانت ثابت کرنے کے لئے محنت شاقہ درکار ہوتی ہے کیونکہ

مخطوط کبھی مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستیاب ہو جاتا ہے تو محقق کو قدرے اطمینان ہوتا ہے مگر یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف کے تحریر کئے ہوئے متعدد نسخے دریافت ہو جائیں‘ "عموماً" موخر نسخہ لائق اعتماد قرار پاتا ہے مگر حتمی فیصلہ تقابلی جائزے اور شواہد کی بنیاد پر ممکن ہے۔

○ اور کبھی نقل یا املاء کی مدد سے تیار کیا جاتا ہے جس میں سمعی اور بصری اشکال راہ پاتے ہیں۔ ان نسخوں کو فہرست میں شامل کرنے سے قبل ان کی صیانت اور ان کی نسبت کی راستی کا اطمینان ضرور ہو گا تاکہ کسی جاہل یا کسی مکار کی جہالت یا تلبیس سے فہرست مخطوطات میں غلط یا ناقابل اعتماد نوشتہ داخل نہ ہو جائے۔ اس کے لئے محقق کو متعدد ذرائع سے اطمینان کرنا ہو گا۔ سید جمیل احمد رضوی نے اپنے مضمون "دستاویزی طریق تحقیق" میں خارجی تنقید کے زیرعنوان چند امور کی نشاندہی کی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ محقق کا سراغ لگالینا چاہیے کہ۔

○ اس مسودہ کی تیاری میں کون سا جذبہ محرک ثابت ہوا ہے۔

○ کیا دستاویز کے ملنے کا واقعہ مشکوک یا قابل اعتراض تو نہیں؟

○ زمانی بعد کس قدر ہے؟ یعنی اصل اور حکایت کا فاصلہ کتنا ہے؟

○ کیا وقت کا تناقص دستاویز کے جعلی ہونے کو ظاہر تو نہیں کرتا؟

○ کیا دستاویز کی زبان، انداز بیان، ہجے، خط اور طباعت مصنف کی دوسری دستاویزات سے مشابہت رکھتے ہیں؟(۶)

اسی طرح داخلی تنقید کے تقاضے ہیں جن کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔

خارجی اور داخلی تنقید کے تقاضے فہرست مخطوطات کے مرتب میں بے پایاں صلاحیت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تاریخی تناظر، صرفی تغیرات، نحوی اسالیب، ادبی محاسن، موضوع مخطوط میں دسترس، مصنف کے حالات و کوائف کا علم، ہم عصر مصنفین و مولفین کے حالات، نتائج فکر، ذہنی رابطے اور سماجی رویے، محقق مخطوط کی ایک ذات میں اس قدر متنوع علوم و فنون کا یکجا ہو جانا محال نہیں تو عموماً" ممکن بھی نہیں ہے اس لئے کہ انسان اپنے ذوق اور میلان میں عموماً" یک رخہ واقع ہوا ہے۔ صلاحیت کے علاوہ دریافت کا مرحلہ جاں گسل ہے۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اپنے مضمون "قدیم دواوین کی ترتیب کے مسائل" میں اگرچہ شعراء کے حوالے سے گفتگو کی ہے مگر یہ مسئلہ ہر محقق کا ہے۔ کہتے ہیں۔

"جو کچھ شعراء کی زندگی میں ان کی بے توجہی کے ہاتھوں ضائع ہوا یا خود انہوں نے نظری قرار دے دیا اس کو جانے دیجئے جو کچھ اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑا ہوا ہے اس سے بھی صرف نظر کیجئے۔ جو کچھ کسی نہ کسی طرح شہروں یا قصبوں کی لائبریریوں میں پہنچ گیا اس کا بھی ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو ہنوز علم و تحقیق کی روشنی میں نہیں آسکا۔ ہماری بہت سی قابل ذکر لائبریریاں ایسی ہیں جن کے کیٹلاگ ابھی باقاعدہ طور پر مرتب بھی نہیں ہوئے تابہ اشاعت چہ رسد"(۷)

قابل ذکر لائبریریوں کی یہ حالت ہے تو ان غیر سرکاری یا نجی لائبریریوں کی کیا کیفیت ہو گی جن پر قابض ورثاء اسلاف کا سا ذوق نہیں رکھتے اور ان نوادرات کو متاع علم نہیں اثاثۂ تجارت گردانتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند کا کہنا ہے:

"یہ اصحاب، علم کے دفینے کے سانپ ہیں۔ ان سے بھی بدتر صورت وہ ہے جبکہ مالک یہ بتانے کو بھی تیار نہ ہو کہ اس کے پاس مخطوطہ ہے۔ اگر ہوتا ہے تو وہ دکھانے کو تیار نہیں ہوتا(۸)۔ یہ صورت حال برصغیر ہی میں نہیں باہر کے ملکوں میں بھی ملتی ہے مثلاً ہیرلڈ لاسکی ایک لارڈ کے پاس جان اسٹوارٹ مل کی آپ بیتی کا مصنف کا نسخہ

دیکھنا چاہتا تھا۔ لارڈ نے غیر دستخط شدہ خط میں اسے لکھا کہ کسی مخطوطے پر قابض ہونے میں سب سے بڑی خوشی اس وقت ہوتی ہے جب قابض کے سوا کوئی دوسرا اسے نہ دیکھ سکے"

(۹)

○ مخطوط کی دریافت کے بعد بھی مسائل ختم نہیں ہوتے' دستیاب نسخہ' لائق اعتماد مخطوط تب بنتا ہے جبکہ اس کی داخلی و خارجی شہادتیں' مضبوط اساس مہیا کریں' یہ اساسی مراحل کون سے ہیں؟ عبدالسلام محمد ہارون کے بقول ان کے اہم اجزاء یہ ہیں۔

○ مخطوط کے اوراق کا کیمیائی اور تحقیقی مطالعہ تاکہ اس تاریخ کا تعین ہو سکے جو بعض اوقات مخطوط کے آخر پر درج ہوتی ہے مگر اس کی حتمیت ثابت نہیں ہوتی' بوسیدگی' کرم خوردگی ایک حوالہ تو ہے مگر محقق کو اس کے مالہ وما علیہ کا بغور جائزہ لینا چاہیے کے تاریخ کو بیچنے میں ذاتی منفعت کے لئے جعل سازی کے کئی کارنامے محفوظ ہیں۔

○ سیاہی کے بارے میں واضح معلومات بھی ایک لائق اعتماد ذریعہ ہے۔

○ تحریر کا انداز کتابت کے ضوابط اور حرکات و نقاط کا استعمال بھی بھرپور رہنمائی کرتا ہے' ایسے دور کا تعین مفید ہو گا جس میں حرکات کا اندراج اور رموز و اوقات کا مکمل شکل میں درج ہونا ثابت ہو جائے' عہد اسلامی کے ابتدائی تحریری نمونے ان ابہام سے خالی ہیں حتی کہ کہا گیا علامہ ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ) نویں صدی ہجری میں بھی ان کو نظرانداز کرتے رہے(۱۰)۔

○ اسلوب نگارش اور تزئین اوراق کا بھی ہر دور میں محفوظ انداز رہا ہے۔

○ نفس موضوع کی شہادت بعض حقائق کی دریافت کا ذریعہ بن سکتی ہے اور مضامین کا تنوع امہات الکتب تک رسائی کی دعوت دیتا ہے(۱۱)۔

ان کے علاوہ قرآن مجید کی مختلف قرات' احادیث کے متون ہر علماء کی آراء اور تحقیق' فقہی اصطلاحات' شعر کے مسائل' اوزان و بحور کی پیچیدگیاں' قافیہ اور حرف ردی کی مشکلات' غرضیکہ مخطوط کی حتمی تسوید متعدد جہتوں میں پختہ کاری کی متقاضی ہے۔ کثرت مطالعہ' ذہنی بالیدگی اور مسلسل تجسس و جہد محقق کے لازمی صفات ہیں۔ یہ کٹھن مراحل عموماً" ایک فرد کے بس میں نہیں آتے اس لئے زیادہ محتاط طریق کار یہ ہو گا کہ متعدد افراد پر مشتمل ایک جماعت اس کام کی ذمہ دار گردانی جائے۔ بعض اوقات ایک مخطوط متعدد وراقین کی محنت کا ثمر ہوتا ہے اور بعض کے متعدد نسخے ہوتے ہیں جو تقابلی جائزہ کا تقاضا کرتے ہیں' نسخوں کی کثرت بہت گھمبیر مسائل کو جنم

دیتی ہے کہ یہ ایک سہولت ہونے کے ساتھ بہت سی الجھنوں کا سبب بھی بنتی ہے۔ الجاحظ کا کہنا ہے کہ یحییٰ بن خالد البرمکی کے کتب خانہ میں ہر کتاب کے تین نسخے تھے(۱۲)۔ اسی طرح المقریزی نے ذکر کیا کہ العزیز باللہ کے کتب خانہ میں کتاب العین کے تیس الجمہرۃ کے سو نسخے موجود تھے جبکہ فاطمین کے کتب خانہ میں تاریخ طبری کے بارہ سو نسخے تھے(۱۳)۔

یہ ہیں وہ مشکلات جو تدوین فہرست سے پہلے پیش نظر رہنے چاہئیں' ظاہر ہے مخطوط کی تلاش جان داری چاہتی ہے' مختی مگر ہوشمند افراد کی فراہمی اس کام کے لئے لازم ہو گی' وطن عزیز کی حد تک بھی ایک وسیع میدان عمل ہو گا جس کے لئے بیسوں نہیں سینکڑوں افراد درکار ہوں گے' ایسے افراد جو محققین مخطوط کا ذوق بھی رکھتے ہوں اور جن کے پاس ممکنہ وسائل بھی ہوں' ایسے افراد کی ایک کھیپ تیار کرنا پہلا اہم کام ہو گا اس لئے میرے خیال میں جامع فہرست کی تیاری کے لئے چند ضروری اقدام کرنا ہوں گے۔

○ تحقیق مخطوط کی ترتیب کے ایک ایسے ادارہ کا قیام جو ملکی سطح پر صاحب علم لوگوں کی اس فن کے حوالے سے تربیت کرے۔ تربیت کا یہ کورس نظری اور عملی ہر دو پہلوؤں کو محیط ہو۔ اس کے لئے مناسب راہنما کتب تیار کی جائیں جن کے مطالعہ کے بعد عملی فہرست کے لئے ورکشاپ کا انعقاد ہو تاکہ ذہن پوری طرح اس دقیق اور صبر آزما کام کی اہمیت کا ادراک کر لیں اور بالفعل تحقیق مخطوط کی صلاحیت حاصل کر لیں۔ حالات اور ضرورت کے مطابق اس ادارہ کی شاخیں بھی قائم کی جا سکتی ہیں' اس میں تربیت دینے کے لئے بیرونی ماہرین کا تعاون بھی حاصل کیا جا سکتا ہے اور مقامی تربیت کندگان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے انہیں بیرون ملک کسی ادارہ یا شعبہ سے منسلک بھی کیا جا سکتا ہے۔ جب تک کسی ممکن شکل میں ایسا ادارہ وجود میں نہیں آتا ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کو اس کی کفالت سونپی جا سکتی ہے کہ یہ ادارہ اسی کے مشابہ کاموں کا مکلف بنایا گیا ہے۔

○ تربیت کے لئے ہر علاقہ سے صاحب علم حضرات و خواتین کا انتخاب کیا جائے' یہ انتخاب خالصتاً" صلاحیت کی بنیاد پر ہو اور ممکن حد تک مقامی علماء کو اس میں شامل کیا جائے کہ اس سے ذاتی یا شخصی میدان اور اپنایت کے جذبوں کی شرکت ہو گی جس سے انہماک بڑھے گا۔

○ ادارہ میں تدریسی مواد کی فراہمی کے لئے موجودہ ماہرین کا بورڈ تشکیل دیا جائے تاکہ مادہ تدریس و طریقہ تدریس کی حدود کا تعین ہو سکے اور یہ اہم قومی فریضہ بے سمتی اور بے یقینی کا

شکار نہ ہو جائے۔

○ یہ بھی ممکن ہے کہ اس ادارہ میں الحاقی حد تک طلبہ یا متدربین کو شریک کر لیا جائے تاکہ میزانیہ کا بوجھ راستہ نہ روک لے اور مختلف وقفوں سے اجتماع کر لئے جائیں تاکہ محدود وسائل کے باوجود یہ عمل جاری رہے۔

○ اس کی ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وطن عزیز کی تمام یونیورسٹیوں کو یہ فریضہ سونپا جائے کہ وہ اپنے اپنے حیطہ کار میں رہتے ہوئے تحقیق مخطوط کا ایک شعبہ قائم کریں جہاں اس علمی ورثہ کی حفاظت' صیانت' اور اشاعت کا اہتمام ہو' اگر جامعات کی داخلی خودمختاری حائل نہ ہو تو اس شعبہ کی نگرانی ایک بین الجامعاتی بورڈ کرے تاکہ اشتراک کار کا بھی احساس رہے اور معیار کی یکسانی بھی قائم رہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ہماری تمام یونیورسٹیوں میں تحقیق کا کام ہوتا ہے' مخطوط کی تلاش اور اس کے ضبط و تدوین پر بھی توجہ ہے اور ہر سال متعدد سکالرز ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں تحقیق متن کے حوالے سے حاصل کر رہے ہیں مگر ان میں اشتراک نہیں اور اس کے لئے ابتدائی تربیت کا کوئی اہتمام نہیں' اس کا نتیجہ انتشار فکر کی صورت میں سامنے ہے یا ان رپورٹوں سے عیاں ہے جن میں ڈگری عطا کرنے کی سفارش ہوتی ہے۔ طباعت کی اجازت نہیں ہوتی' گویا کہ ہم غیر شعوری طور پر کام پر عدم اطمینان کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس کے لئے واضح لائحہ عمل ہمارے آئندہ تحقیقی عمل کو لائق اعتماد بنا سکتا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ عربی نے ایم اے کی سطح پر منہج البحث والتحقیق کا پرچہ شامل کر کے اس نیک کام کی ابتداء کی ہے۔

○ مجوزہ ادارے یا شعبے کے قیام تک یہ عمل معطل نہیں رہنا چاہیے اس لئے کم دورانیہ کی تربیت گاہوں کا فوری اہتمام چاہیے تاکہ کام کا آغاز ہو سکے اس کے لئے چند تجاویز پیش کر رہا ہوں' شاید کسی مرحلہ پر معاون ثابت ہو سکیں۔

○ وطن عزیز کو موجودہ معلومات کے حوالہ سے چند علمی حلقوں میں تقسیم کرنا چاہیے۔ ممکن ہو تو ضلع کی حد تک یہ تقسیم مفید ہو سکتی ہے۔ ہر ضلع میں تین چار مقامی ماہرین (جو ممکن ہے معیار پر مکمل طور پر پورے نہ بھی اتریں) کا ایک بورڈ بنا دینا چاہیے اور انہیں وسائل مہیا کرنا چاہئیں' ضلعی انتظامیہ اور ضلعی تعلیمی اداروں کو اس بورڈ سے تعاون کی ہدایات جاری ہونی چاہئیں تاکہ بورڈ کے افراد اپنے دیگر منصبی یا ذاتی مسائل سے نبرد آزما رہنے کے باوجود اپنے اپنے علاقہ کی مکمل سروے رپورٹ تیار کریں۔ وہ گھر گھر جائیں مقامی علماء کے ہاں حاضری دیں' اہل علم کو

شریک عمل بنائیں اور قریہ قریہ' گاؤں گاؤں' منتشر اور گمنام شہ پاروں کو تلاش کر لیں اور اس کی جامع فہرست تیار کریں۔

○ دریافت شدہ مخطوطات کی فراہمی ایک اور اہم کام ہے۔ وسائل دستیاب ہوں تو ایسے نادر مخطوطات کو قومی سطح کی لائبریری میں محفوظ ہونا چاہیے۔ دنیا کے کئی ادارے اسی کام میں بڑی سبک دستی دکھا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ پاکستان کی حد تک ایسی لائبریری قائم کی جائے جو نایاب مخطوطات کا امان گھر بن جائے۔ ماضی میں تحریک پاکستان کے حوالے سے ایسی بعض کوششوں کی خبریں ملتی رہی ہیں مگر کوئی ٹھوس' لائق اعتماد معروف ادارہ کم از کم میری معلومات میں نہیں' قومی سطح کے ایسے ادارے کا قیام ہو جائے تو بہت سے فکری پراگندگی کے مسائل بھی حل ہو جائیں اور سستی شہرت کے قلمکاروں سے بھی نجات مل جائے گی۔

○ دریافت شدہ مخطوط ہدیتہ" یا قیمتاً" دستیاب نہ ہو تو صاحب مخطوط کو اس کی فوٹو کاپی یا مائیکروفلم کے لئے قائل کرنا چاہیے۔ افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ اس محاورہ کے باوجود کہ "صاحب الدار ادریٰ بما فیھا" یعنی گھر والا بہتر جانتا ہے کہ اس کے گھر میں کیا ہے۔ ہمارا حال اس سے مختلف ہے۔ کئی قدیم اور نایاب کتب خانے ایسے ہیں کہ صاحبان کتب خانہ جات کو اپنی دولت کا اندازہ تک نہیں۔ اسلاف کی محنت' اخلاف کی عدم توجہی سے پرچون فروشوں کے لئے ردی بن گئی ہے۔ مجھے اپنے تحقیقی کاوشوں میں ایسے اصحاب سے واسطہ پڑا جو صاف کہہ دیتے تھے کہ آپ کے موضوع کے حوالے سے ہمارے ہاں کچھ نہیں ہے۔ مگر جب اصرار اور لجاجت کے ممکن حربے آزمائے گئے اور گرد آلود الماریوں پر نظر ڈالنے کی اجازت ملی تو موضوع سے متعلق بہت سا مواد ہاتھ آیا۔ اس وقت قابض کتب نے خفت کے آثار جھٹکتے ہوئے یہ کہہ کر معاملہ صاف کر دیا کہ یہ چھوٹے چھوٹے کتابچے میری نظر سے ادھر ادھر ہو گئے ہوں گے۔ ایسے ماحول میں تلاش ایک ابتدائی عمل نہیں رہتا مستقل عمل بن جاتا ہے۔ اور حصول مخطوط کسی خزانہ سے دریافت سے کم نہیں ہوتا' مقصد یہ ہے کہ عدم توجہی کی اس گرد کو صاف کیا جائے اسی کے لئے رابطوں کی استواری' لگن کی استقامت اور وسائل کی فراہمی ضروری ہے۔

○ تلاش مخطوط کے کام کے ماہرین کا حتمی استقصاء تو باقاعدہ سروے کے بعد ہی ممکن ہے مگر ابتدائی طور پر یہ ہو سکتا ہے کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے پورے ملک کے علماء اور محققین کو دعوت دی جائے کہ وہ ادارہ تحقیقات اسلامی کو اپنے علمی کارناموں خاص طور پر تحقیق متن کے کاموں کی

تفصیل سے آگاہ کریں۔ اس کے لئے ایک فارم تیار کیا جانا چاہیے جس میں تمام کوائف درج کرنے کی ترغیب دی جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ جن چند افراد کو ہم جانتے ہیں وہ لائق اعزاز ہیں۔ وطن عزیز کی کوکھ بانجھ نہیں' دیہات' قریوں اور شہروں کی پیچیدہ الجھی گلیوں میں کتنے صاحبان بصیرت دستیاب ہوں گے۔ اس کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے بہت سے ژرف نگاہ اصحاب اظہار و شہرت سے گریزاں ہیں مگر وہ اس کام کے اہل نہیں اسی لئے نہایت تندہی سے جستجوئے اہل نظر جاری رہنی چاہیے۔

○ مخطوط کی تسوید متعدد علوم کا تقاضا کرتی ہے اس لئے ایسے اداروں میں ہر شعبہ کے ماہرین کا تعاون حاصل ہونا چاہیے۔ خط اور طرز تحریر کے مسائل ہر زبان دان کے پاس بھی نہیں ہوتے۔ بوسیدگی اور کرم خوردگی ایک مستقل مسئلہ ہے اسی کے لئے کیمیائی تجزیے اور علم حشرات سے آگاہی ضروری ہے۔ سیاہی کے حوالہ سے دورانیہ کا تعلق ایک الگ شعبہ ہے' زبان کا تغیر اور ارتقاء لسانیات کے ماہرین کا شعبہ ہے۔ تعین تاریخ ایک الگ ذوق اور علم چاہتا ہے۔ اس لئے ماہرین کی جماعت میں شعبہ آثار' شعبہ تاریخ' شعبہ کیمیا اور قسم دراسات ادبیات کے محققین کی ایک بڑی تعداد شامل ہونی چاہیے اور یہ کام سرکاری سرپرستی یا معاونت کے بغیر مشکل ہو گا اگرچہ ناممکن نہیں۔

○ ہو سکتا ہے بعض افراد اپنی انفرادی کوششوں سے اس ضمن میں وقیع کام کر چکے ہوں یا کر سکتے ہوں۔ ان کے تجزیہ اور علم سے فائدہ اٹھانا چاہیے مگر اس احتیاط سے کہ انسان اپنے کام کو اپنے تفاخر کی نظر سے دیکھا کرتا ہے اور اسے بعض اوقات غیرضروری طور پر بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہے اس لئے ماہرین کو ایسے تحقیقی کام پر تنقیدی نظر ضرور ڈالنا چاہیے۔ اس سلسلے میں غیر معمولی استقراء اور پختہ خوئے احتیاط کی ضرورت ہے۔

ان گزارشات میں سے کوئی لائق اعتنا ٹھہرے تو اس پر مزید غور کیا جا سکتا ہے۔ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کو اس دو روزہ قومی ورکشاپ کے انعقاد پر خراج محبت پیش کرتا ہوں کہ اراکین ادارہ کی کاوشوں سے تاخیر سے سہی مگر درست سمت پیش رفت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محنت کا شوق' باخبری کا ذوق اور پختہ خرامی کا حوصلہ عطا کرے۔ آمین

مراجع و مصادر

۱۔ ڈاکٹر گیان چند، تحقیق کا فن، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ، پہلا ایڈیشن ۱۹۹۰، ص ۴۰

۲۔ ڈاکٹر نور الاسلام صدیقی، ریسرچ کیسے کریں، شاد پبلیکشنز، جامع نگر نئی دہلی، اشاعت ۱۹۹۰ء، ص: ۲۱۲، ۲۱۳

۳۔ حوالہ مذکورہ، ص: ۲۱۳

۴۔ عبدالاسلام محمد ہارون، تحقیق النصوص و نشرھا، موستہ الحلبی و شرکاءہ، القاہرہ، اشاعت ۱۹۶۵ م، ص: ۱۶

۵۔ حوالہ مذکورہ، ص: ۱۵

۶۔ ڈاکٹر اسلام بخش (مرتب)، اردو میں اصول تحقیق، جلد اول، ور ڈویژن پبلیشرز، بلیو ایریا، اسلام آباد، طبع سوئم ۱۹۹۰، ص: ۱۷۲ تا ۱۸۶

۷۔ حوالہ مذکورہ، ص: ۱۳۹

۸۔ ڈاکٹر گیان چند، تحقیق کا فن، صفحہ: ۴۳۶

۹۔ حوالہ مذکورہ، صفحہ: ۴۳۶

۱۰۔ عبدالاسلام محمد ہارون، تحقیق النصوص و نشرھا، ص: ۴۰

۱۱۔ حوالہ مذکورہ، ص: ۳۷، ۳۸

۱۲۔ ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ، الحیوان، الکتاب الاول، الجز الاول، المجمع العلمی، لبنان، ص: ۶۰

۱۳۔ السیوطی، الامام، المذھر الجزء الاول، ص: ۸۷

★★

تصوف اسلامی کا ایک قدیم ترین ماخذ

رسالہ قشیریہ

تصنیف

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری

(۳۷۶ھ - ۴۶۵ھ)

اردو ترجمہ - مقدمہ و تعلیقات

ڈاکٹر پیر محمد حسن

(سابق صدر شعبہ عربی جامعہ اسلامیہ بہاولپور)

شریعت و طریقت کے باہمی ربط' اصطلاحات تصوف کی توضیح' صوفیہ کرام کے احوال و مقامات اور دیگر موضوعات متعلقہ پر رسالہ قشیریہ کا شمار امہات کتب میں ہوتا ہے۔ فاضل مترجم کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ ان کے بھرپور مقدمہ و تعلیقات سے کتاب کی اہمیت دو چند ہو گئی ہے۔

عمدہ طباعت' بہترین کاغذ اور دیدہ زیب جلد

صفحات 24 + 925 قیمت 400.00 روپے

ملنے کا پتہ:۔ ڈپٹی ڈائریکٹر مطبوعات ادارہ تحقیقات اسلامی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی)
پوسٹ بکس نمبر 1035 - اسلام آباد 44000 - فون نمبر 254874

ادارہ تحقیقات اسلامی کی منفرد علمی پیشکش

مسلم معاشرہ کی تاسیس و تشکیل

ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن

صفحات : 234 قیمت : 125.00 روپے

زیر نظر کتاب میں صدر اسلام کے سیاسی، سماجی، معاشی اداروں کی تاسیس و تشکیل کا دور جاہلیت کے تناظر میں جائزہ لیا گیا ہے، اور اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ اسلام نے انسانی زندگی کے کن کن شعبوں کو متاثر کیا۔ ماضی کے کن عناصر کو حرف غلط کی طرح مٹا ڈالا اور کن عناصر کو مہلت حیات دی۔ بحث کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ عہد نبوی اور عہد خلفائے راشدین میں کس طرح ایک خدا پرستانہ معاشرہ کی داغ بیل ڈالی گئی جو اپنے اصولوں کے بارے میں کسی مصالحت کا روادار نہ تھا۔ اس نے اقدار و تصورات کی نئی دنیا تشکیل دیتے ہوئے انسانی فکر و عمل کے منہاج میں کیا کیا تغیرات پیدا کئے اور دور جاہلیت کے سیاسی، معاشی اور سماجی اداروں سے کہاں کہاں اور کس طرح استفادہ کیا۔

کتاب یہ جاننے میں مدد دیتی ہے کہ مسلم معاشرہ ارتقائی منازل طے کرنے کے سفر میں غیر مسلم معاشروں سے کس حد تک استفادہ کر سکتا ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ ڈپٹی ڈائریکٹر مطبوعات ادارہ تحقیقات اسلامی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی)
پوسٹ بکس نمبر 1035۔ اسلام آباد 44000۔ فون نمبر 254874

مطبع : ادارۃ تحقیقات اسلامی پریس ، اسلام آباد